نحمدہ ونستعینہ

تاریخ النوائط

جس میں خاندانِ نائط کے نسب، واقعات ہجرت، مذہبی خیالات وخصوصیات، رسم ورواج اور القاب کا تذکرہ ہے۔

مولّفہ

شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولاؔ

ولا اکیڈمی حیدرآباد

سلسلۂ مطبوعات وِلا اکیڈمی (۳۰)

فہرست مضامین

اشاعتِ اوّل	۱۹۰۴ء
اشاعتِ دوم (حصّہ اوّل)	اگست ۱۹۷۶ء
تعدادِ اشاعت	ایک ہزار
طباعت	جیّد پریس، بلیماران، دہلی
ناشر	وِلا اکیڈمی
قیمت	بیس روپیہ

ملنے کا پتہ:

ولا اکیڈمی، عزیز باغ، سلطان پورہ، حیدرآباد ۲۴ (اے۔پی)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمد اللہ العزیز حمدا کثیرا واصلے علی سید القریش افضل ولد ادم خیر البشر احمد الذی ارسل الی الخلق بشیرا ونذیرا لہ وعلی الال والاصحاب ذوی العزۃ الباھرۃ شیوخ القوم اولی الانساب الطاہرۃ۔ امابعد احمد عبدالعزیز نائتی نایطی شافعی بجان ودل شکرگزار ہے اپنے آقائے نعمت والی دولت قدر قدرت اعلیحضرت بندگانعالی حضور پرنور مدظلہ العالی آصف جاہ سادس نظام الدولہ و نظام الملک میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ جی۔سی۔یس آئی۔جی۔سی۔بی ادام اللہ اقبالہم واجلالہم فرماں روائے سلطنت

آصفیہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشر ور والفتن کا جنکے
سایہ عاطفت اور ظل دولت سے نے ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم کو
اپنے اپنے عقیدے اور رسم و رواج کی آزادی کا تمغہ عطا فرمایا اور
مولف کو اوسکی عمر کے آخری حصہ مین وظیفہ حسن خدمت کے ذریعہ سے
فارغ البال اور قوم کی خدمت گزاری کے قابل بنایا۔

دعاگوی این دولتم بندہ وار		خدایا تو این سایہ پایندہ دار

مجھکو اس تاریخ کی تالیف کا خیال ایک عرصہ سے تھا لیکن سلسلۂ ملازمت
کی سخت عدیم الفرصتی اور مناسب الوقت تالیفات کے اشغال نے
میرے خیال کو ایک عرصہ دراز تک پورا ہونے نہ دیا۔ جب مجھہ کو
وظیفہ حسن خدمت کی نعمت نصیب ہوئی اور کافی فرصت ہاتھہ آئی
تو مخدوم معظم جناب مولوی غلام علی قریشی نایطی اول تعلقدار وظیفہ یاب
سرکار نظام اور شفیق مکرم جناب مولوی محمد عبد القادر شافعی نایطی
رجسٹرار بلدہ حیدرآباد دام اللہ برکاتہما کے ارشاد اور اصرار نے
اس رسالہ کی تالیف پر مجھکو آمادہ کر دیا۔ یہہ رسالہ فن تاریخ مین
میری تالیف کا پہلا یادگار ہے جس کو مین نے تاریخ النوایط

سے نامزد کیا ہے۔ چار باب پر شامل ہے اور ہر ایک باب مین دو فصل ہین نہایت کم معلومات کا شخص ہون۔ اپنی کم سوادی پر مجھہ کو شرم آتی ہے۔ ایسے اہم کام کو محض اس خیال سے سر انجام دینے کی ہمت کی کہ میری فرو گزاشت کی اصلاح زمانہ آیندہ مین ماہران فن کے حسن التفات و توجہ سے متوقع ہے۔ من اللہ التوفیق وبیدہ ازمتہ التحقیق۔

بپوش گر بخطائے رسی وطعنہ مزن		کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

خاتمہ۔ جس مین بعض اجزاء تصانیف کی نقل النقل اور تقریظات مین ذیل مین ایک فہرست اون تصانیف کی لکہی جاتی ہے جن سے اس تالیف مین مدد ملی جس مین بعض ایسی کتابون کا نام بہی درج کرلیا گیا ہے جس کا اصل نسخہ مولف کو دستیاب نہو سکا بلکہ کسی دوسری تصنیف سے اسکا پتہ چلا جس حد تک اون تصانیف کی عبارت منقولی ملسکی اوسکی نقل النقل اس کتاب کے خاتمہ مین لکہدی گئی۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	سال تصنیف	مطبوعہ ہے یا قلمی
۱	۲	۳	۴	۵
۱	قاموس	ملا مجد الدین ابوطاہر	سنہ ۸۴۵ھ	مطبوعہ
۲	تاریخ فرشتہ	ملا قاسم ہندو شاہ	سنہ ۹۹۸ھ	″
۳	منتخب اللباب جلد سوم	محمد ہاشم خان نظام الملکی	سنہ ۱۱۳۵ھ	قلمی
۴	سبحۃ المرجان	میر غلام علی آزاد بلگرامی	سنہ ۱۱۷۰ھ	مطبوعہ
۵	ماثر الامرا	نواب صمصام الدولہ شہنواز خان	سنہ ۱۱۹۴ھ	

۶	توزک والاجاہی	برہان خان ہانڈی	سنہ ۱۱۹۵ھ	قلمی
۷	وقائع سعادت	محمد امین	سنہ ۱۲۱۸ھ	"
۸	نشان حیدری	سید حسین علی کرمانی	"	مطبوعہ
۹	گلستان نسب	نواب قادر عظیم خان بہادر	سنہ ۱۲۳۰ھ	قلمی
۱۰	کشف الانساب	علامہ جلال الدین سیوطی	۰	"
۱۱	نزہتہ الحقایق	امام نووی	۰	منقول از گلستان نسب
۱۲	احوال القوم	اکرم خان شاہجہان آبادی	سنہ ۱۲۵۰ھ	قلمی
۱۳	نایط	محمد سعید شہراوستانی	سنہ ۱۲۵۱ھ	"
۱۴	گلدستہ کرناٹک	حکیم باقر حسین خان بہادر	سنہ ۱۲۵۵ھ	"
۱۵	صبح وطن	نواب محمد غوث خان بہادر	سنہ ۱۲۵۷ھ	مطبوعہ
۱۶	صحیح النسب	مولوی عظیم الدین آرسی	سنہ ۱۲۵۸ھ	قلمی
۱۷	انساب النایط	غلام حسین	سنہ ۱۲۵۸ھ	"
۱۸	گلزار آصفیہ	خانزمان خواجہ غلام حسین خان	"	مطبوعہ
۱۹	نتایج الافکار	محمد قدرت اللہ خان	سنہ ۱۲۵۹ھ	"
۲۰	تذکرہ گلزار اعظم	نواب محمد غوث خان بہادر	سنہ ۱۲۶۹ھ	"

۲۱	اشارات بینش	سید مرتضےٰ بینش	سنہ ۱۲۶۹ھ	مطبوعہ
۲۲	قانون دستگیری	مولانا غلام دستگیر	سنہ ۱۲۷۱ھ	״
۲۳	نفحۃ العنبریہ	مولوی باقر آگاہ	٠	قلمی
۲۴	ہسٹری آف ٹیپو	کرنل مارک ولکس	سنہ ۱۲۸۶ھ	مطبوعہ
۲۵	خورشید جاہی	مولوی محمد امام خان	״	״
۲۶	تاریخ احمدی	مولوی حاجی احمد	سنہ ۱۲۸۸ھ	قلمی
۲۷	کشف النسب	محمد نور الدین مدراسی	سنہ ۱۲۹۲ھ	مطبوعہ
۲۸	ٹسٹ آف انڈین ہسٹری	رورن۔جی۔یو پوپ	سنہ ۱۲۹۷ھ	״
۲۹	حدایق الحنفیہ	مولوی فقیر محمد جہلمی	سنہ ۱۳۰۱ھ	״
۳۰	قلاید الجواہر	عباس رفعت	سنہ ۱۳۰۱ھ	״
۳۱	فرہنگ آصفیہ	مولوی سید احمد دہلوی	سنہ ۱۳۰۵ھ	״
۳۲	تذکرہ علمائے ہند	رحمان علی ریوانی	سنہ ۱۳۱۲ھ	״
۳۳	روضۃ الاولیا	شاہ سیف اللہ	سنہ ۱۳۱۴ھ	״
۳۴	دربار اکبری	شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد	سنہ ۱۳۱۶ھ	״

ابتدائی باتیں

آبا کو اولادِ صالح اور اولاد کو آباء صالح نصیب ہونا بھی خداوند تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ ان نعمتوں کا اندازہ کچھ وہی کر سکتے ہیں جو اِن سے بہرہ ور ہوں۔

اپنے خاندان کی برتری اور امتیاز کو ظاہر کرنا خودستائی میں داخل نہیں ہے۔ جس طرح تاریخ کا مطالعہ کسی قوم میں نئے ولولے پیدا کرتا ہے اور پچھلے تجربات کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل بنایا جا سکتا ہے اس طرح کسی ایک خاندان کے تاریخی واقعات کے مطالعہ سے اس خاندان کے افراد میں زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

جنوبی ہند کا عرب نژاد خاندانِ نوائط گوناگوں امتیازات کا حامل ہے۔ ابنِ حجر اپنی کتاب الاصابہ (جلد۳ صفحہ ۴۹) میں لکھتے ہیں :

جنابِ رسول اللہ صلی علی علیہ وسلم نے حضرتِ عبد اللہ بن جعفر طیّار کے حق میں فرمایا " عبداللہ صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہیں۔ پھر سیدھا ہاتھ پکڑ کر دعا دی :

اللھم اخلف جعفر فی اھلہ وبارك لعبد اللہ فی صفقۃ یمینہٖ و انا ولیھم فی الدّنیا والاخرۃ

اہلِ نائط کے لئے جن کو حضرتِ عبداللہ بن جعفرِ طیّار کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے اس سے زیادہ موجبِ فخر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

حضرت جعفرِ طیّارؓ حضرتِ علی کے بھائی اور رسولِ خدا کے ابنِ عم تھے۔ ان کو طیّار کا لقب عطا ہوا تھا۔ لوگ آپ کو حاجت مندوں کا باپ کہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب کے بعد حضرتِ جعفر

سے زیادہ قابل بزرگ کوئی نہیں تھا۔ انھوں نے قریش کی
سختیوں کے زمانہ میں اسلام کی خاطر ملکِ حبشہ کو ہجرت کی
اور شاہ نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی سفارت کی تاریخی
انجام آوری کے بعد مسلمانوں کے ساتھ واپس آئے اور خیبر کی
فتح کے دن مکّہ پہنچے۔ پیغمبرِ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ان سے بغلگیر
ہوئے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا میں نہیں جانتا کہ
ان دونوں باتوں میں سے کس بات سے خوش ہوں۔ فتحِ خیبر
سے یا جعفر کی واپسی سے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی رنگ برنگ
کے درختوں کے پھل ہیں۔ میں اور جعفر ایک درخت کے پھل
ہیں۔ ہجرت کے آٹھویں سال اس لشکر کے ہمراہ جو روم جانے کا
قصد رکھتا تھا تشریف لے گئے۔ جناب رسالت مآب نے اس
لشکر کی سرداری زید بن حارث کے سپرد کی اور فرمایا اگر
ان پر کوئی حادثہ واقع ہو تو جعفر امیرِ لشکر ہوں گے۔ لشکرِ
اسلام مقام بلقاء میں روم کے لشکر کے مقابل ہوا۔ مسلمانوں
نے موتہ کے گاؤں کو اپنی پناہ گاہ بنایا۔ جب زید زخمی ہو کر

شہید ہو گئے تو حضرتِ جعفر نے علم اسلام کو بلند فرمایا۔ جب ان کے سیدھے ہاتھ کو قطع کر دیا گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ جب وہ ہاتھ بھی قطع کر دیا گیا تو علم کو سینہ سے لگا لیا۔ یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔ اولادِ ابو طالب میں پہلے بزرگ تھے جو خدمتِ اسلام میں شہید ہوئے۔

انیسؔ اپنے مرثیہ میں لکھتے ہیں:

کیا کچھ علم سے جعفرِ طیّار کا تھا نام
یہ بھی تھی اک عطائے رسولِ فلک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے ان ہی سے کام
جب کھینچے تھے تیغ تو ہلتا تھا روم و شام

بے جاں ہوئے تو نخلِ وغا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

یہ ایثار کا ایسا عملی نمونہ تھا جس کی بناء پر آج اہلِ نائط فخر سے سر بلند کر سکتے ہیں اور یہ کہنے کے موقف میں ہیں کہ ان کے اجداد کی تاریخ اسلام کی تاریخ ہے۔ اسلام کی سر بلندی میں

ان کے بزرگوں نے عملی حصّہ لیا ہے اور اپنا خون سینچ کر حصّہ لیا ہے۔

یہاں یہ چیز لائقِ غور ہے کہ اہلِ نائط کا ماضی آنحضرت سے قرابت قریبہ کی بناء پر ہی شاندار نہ تھا بلکہ اسلام سے وابستگی کی وجہ سے شاندار تھا۔

مولانا سلیمان ندوی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف عربوں کی جہاز رانی میں، تحریر فرماتے ہیں کہ " انگریزی کا لفظ نیوی نوایت سے لیا گیا ہے کیونکہ اس خاندان کے افراد فنِ جہاز رانی کے ماہر تھے اور پرتگیزیوں سے قبل سمندری تجارت کی باگ ان کے ہاتھ میں تھی " اور اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کی سمندری برتری اسی خاندان کی وساطت سے تھی تو مبالغہ نہ ہوگا۔

جناب وکیل احمد سکندرپوری کے الفاظ میں " ہندوستان کا کوئی حصّہ ایسا نہ ہوگا جس میں اس خاندان کے افراد کم و بیش نہ بستے ہوں۔ ہر زمانہ اور ہر حکومت میں اس خاندان کے افراد

نامور رہے ہیں۔ اس قوم کے بعض خانوادے فضائلِ علمی میں ممتاز اور علومِ مختلفہ میں صاحبِ تصانیف گزرے ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں" ابتدائے اسلام سے عرب و عجم کے سیکڑوں خاندان ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ جن کے کارنامے چہرۂ تاریخ کے خط و خال ہیں۔ ان ہی میں نوایط کا خاندان ہے جو آج سے سیکڑوں برس پہلے ہندوستان آیا اور بڑی کامیابی کے ساتھ مدراس اور دکن کے حصّوں میں پھلا پھولا۔ آج بھی یہ خاندان امتیاز کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس کی یادگاریں ان ممالک (مقامات) میں ہر جگہ خاص نام و نمود رکھتی ہیں۔

محمد یوسف کوکن عمری لکھتے ہیں" خاندانِ نوایط اپنے حسب نسب، عزّ و شرف، دینی و دنیوی وجاہت اور خصوصی رسم و رواج کے لحاظ سے خاص کر جنوبی ہند میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے"۔

شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا نے جو خود اس

خاندانِ نوایط کے ایک معزّز فرد تھے۔ ۱۹۰۴ء میں اپنے خاندان کی مسبوط تاریخ "تاریخ النّوایط" لکھی۔ اس کتاب کو اہلِ مُلک نے عام طور پر اور نایط برادری نے خاص طور پر بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ یہ کتاب گزشتہ نصف صدی سے کمیاب بلکہ نایاب ہے۔

مجھ کو "تاریخ النّوایط" کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کا خیال ایک عرصہ سے تھا لیکن سلسلۂ ملازمت کی عدیم الفرصتی، دیگر مصروفیات اور وسائل کی عدم فراہمی نے میرے خیال کو ایک عرصہ دراز تک پورا نہ ہونے دیا۔ عزیزی قمر خلیل کا شکر گزار ہوں جنھوں نے وقتاً فوقتاً اس اہم کام کی جانب متوجہ کیا۔

"تاریخ النّوایط" کی اشاعت کے بعد سے آج تک اس عنوان پر کوئی قابلِ لحاظ تصنیف معرضِ وجود میں نہیں آئی۔ حیدرآباد میں محمد منیر الدین صاحب نے نواب عزیز جنگ کی کتاب کے اہم اجزاء کا اقتباس شائع کیا اور بعد کے زمانہ

کے مشاہیر کے حالات کو بھی شریک کیا۔

۱۹۵۵ء میں کنڑا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دھارواڑ نے سماجیات کے ریڈر شری وکٹریس ڈی سوزا کا مانوگراف "کنڑا کے نوایط" بزبانِ انگریزی شائع کیا۔ یہاں اس کتاب پر کسی تبصرہ کا موقع نہیں ہے۔ لائق مصنّف نے نواب عزیز جنگ وِلاؔ کی کتاب "تاریخ النّوایط" سے جا بجا استفادہ کیا ہے اور حوالے دیے ہیں لیکن اس کے باوجود اہم نتیجے اخذ کرنے میں فاش غلطیاں کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان تمام غلط فہمیوں کو دُور کیا جائے۔

خاندانِ نایط کے قابلِ فخر سپوت جناب ِ یس۔ یم یحییٰ وزیرِ آبکاری لیبر و اوقاف ریاستِ کرناٹک کی فرمائش اور عملی تعاون کی پیش کشی پر "وِلا اکیڈمی" نے اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ اصل کتاب کے وہ اجزاء جو خاندانِ نایط کے نسب، ان کی ہجرت، ان کے مذہبی خیالات اور خصوصیات اور ان کے رسم و رواج اور القاب سے متعلق ہیں

ان کو حصۂ اوّل قرار دیا گیا ہے اور یہی پیشِ خدمت ہے۔ اصل کتاب کا وہ حصہ جو خاندان کے مشاہیر کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، اس کو حصۂ دوم قرار دیا جائے گا۔ اس حصہ پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ نئی نسل کے بہت سے نام ہیں جن کو شریک کرنا ہوگا۔ یہ کام بہت تفصیلی ہے۔ اس لیے اس کو کسی آئندہ وقت کے لیے ملتوی کیا گیا ہے۔ ضمیمہ جات جو عربی اور فارسی زبان میں ہیں ان کے اُردو ترجمے اصل کتاب میں شامل نہ تھے۔ اس کمی کو پورا کیا گیا ہے۔ کتاب الانساب کا اقتباس بطور ضمیمہ نشان (۱۲) شریک کیا گیا ہے۔ خاندانِ نوایط سے متعلق جنابِ محمد یوسف کوکن عمری کی کتاب خانوادہ قاضی بدر الدّولہ کا ایک اقتباس بطور ضمیمہ نشان (۱۳) و نیز سفرنامہ ابنِ بطوطہ جلد دوم باب (۱۹) فصل (۴) کا اقتباس ضمیمہ نشان (۱۴) شریک ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی تقریظ بھی شریکِ اشاعت ہے۔

خاندانِ نایط میں امیر یا صدر ہوا کرتے تھے لیکن رئیسِ قوم

سید عبد الرحمٰن کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ باقی نہ رہا۔ اس وسیع خاندان کی قابلِ قدر روایات کی حفاظت اور حالیہ زمانہ میں پیدا ہونے والے نت نئے معاشی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی ایک مرکزی تنظیم صحت مند بنیادوں پر قائم ہو۔ اگر "تاریخ النوّایط" کے اس دوسرے ایڈیشن سے اس تنظیم کا خیال آگے بڑھ سکے تو میں سمجھوں گا کہ اس کا مقصد پورا ہو گیا۔

وِلا اکیڈمی کے لیے یہ امر لائقِ فخر ہے کہ ۲۷ سال بعد اس شہرۂ آفاق تصنیف کا دوسرا ایڈیشن وِلا اکیڈمی کی "بیسویں پیش کش کی حیثیت سے اُردو داں طبقہ کی خدمت میں پیش ہے۔

اگست ۱۹۷۶ء

سی ۷-۳۰ کرزن روڈ اپارٹمنٹ

نئی دہلی-۱

حسن الدّین احمد

صدر وِلا اکیڈمی

حالاتِ زندگی

شمس العلماء نواب عزیز جنگ وِلاؔ

مؤلف "تاریخ النوایط"

مرتبہ : حسن الدین احمد

احمد عبد العزیز نایطی کہ یہی حضرتِ وِلاؔ کا نام تھا۔ ۲۸ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو بمقام نیلور پیدا ہوئے جو اس وقت مدراس پریسیڈنسی میں شامل تھا اور اب ریاست آندھرا پردیش کے اسی نام کے ضلع کا مستقر ہے۔

حضرتِ وِلاؔ کے اجداد میں حافظ ابراہیم پہلے بزرگ تھے جو ۱۳۶۸ء میں بصرہ سے کوکن آئے۔ ان کی، ان کے فرزند، پوتے اور پروتے کی رحلت گوا میں ہوئی اور وہیں ان کے مدفن ہیں۔ مولوی ادریس پہلے بزرگ تھے جو ۱۷۳۹ء میں نیلور میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے فرزند محمد عبد اللہ رنگول کے قلعہ دار مقرر ہوئے۔

ڈھائی ہزار روپیہ کی سالانہ معاش ان کے نام جاری رہی۔ ۱۸۲۴ء میں بمقام ونگول رحلت فرمائی۔ ان کے فرزند محمد حسین کے زمانہ میں نہ نوابی باقی رہی نہ قلعداری کی خدمت۔ لیکن آبائی معاش اور منگنی پاڑ کی زمینداری کی وجہ سے آمدنی کے وسائل معیشت کے لیے کافی تھے۔ ان کے فرزند محمد نظام الدین تھے۔ انھوں نے اوائل عمر میں علومِ دینیہ کی تحصیل فرمائی پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ ان کو انگریزی سرکار میں مہتمم کوتوالی ضلع کا عہدہ دیا گیا۔ لیکن صرف چھ سال کی ملازمت کے بعد مستعفی ہو گئے اور مدرسۂ اعظم مدراس کے عربی پروفیسر مقرر ہوئے۔ چند سال بعد اپنے آبائی اصول پر تجارت کی اور اس میں کامیاب رہے۔ حضرت ولاؔ کے خاندان میں یہ پہلے بزرگ تھے جو بزمانہ نواب افضل الدولہ بہادر فرمانروائے دکن، سر سالار جنگ اوّل (میر مختار علی خاں) کے ارشاد پر ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ حیدرآباد گئے۔ ابتدًا ضلع پالم میں اور پھر دارالقضاۃ بلدہ اور عدالتِ دیوانی بزرگ کے مہتمم اور بالآخر عدالتِ دیوانی کے ناظمِ دوم مقرر ہوئے۔ اپنی ملازمت کو نیک نامی

کے ساتھ انجام دے کر بعہد وزارت نواب محمد مظہر الدین خاں بشیر الدولہ سر آسمانجاہ (۱۸۸۷ء تا ۱۸۹۳ء) وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ ۴ر فروری ۱۹۰۰ء کو رحلت فرمائی۔ حضرت ولاؔ ان کے فرزندِ اکبر تھے۔

حضرت ولاؔ ۱۸۶۹ء میں اپنے چچا محمد رکن الدین صاحب کے ساتھ جنھوں نے ان کو گود لیا تھا، حیدر آباد گئے۔ فارسی کی تحصیل محمد حبیب اللہ ذکاؔ اور ان کے فرزند محمد میران سُہاؔ سے کی۔ فنِ سخن میں قدرؔ بلگرامی اور سیّد علی کاملؔ لکھنوی سے تلمذ رہا۔ ۸ر فروری ۱۸۷۴ء کو سلک ملازمت میں داخل ہوئے اور اپنے ہی والد کے تحت اہلکار کی حیثیت سے تیس روپیہ ماہوار پر ملازم ہوتے۔ حساب دانی کی وجہ سے ترقی کے ساتھ صدر المہامی عدالت میں بھیجے گئے۔ اس زمانہ میں جب کہ نواب وقار الملک (میر مشتاق حسین امروہوی) معتمد صدر المہام عدالت و ناظم انتظام قحط تھے، حسابات قحط کی ذمہ داری متعلق ہوئی۔ قحط سالی کے خاتمہ پر نواب محسن الملک معتمد مالگزاری نے صیغہ

بندوبست وجمع بندی کے حسابات کی تنقیح کو حضرتِ ولآ سے
متعلق کیا۔ اس کے بعد مجلسِ مالگزاری کی محاسبی نظامت کے
عہدہ پر اور پھر محاسبی مجلس کے عہدہ پر تقرر عمل میں آیا۔ مجلس
مال کی تخفیف کے بعد صوبہ شرق میں تعیناتی ہوئی۔ پھر تعلقہ
کھمم کی تحصیل داری درجۂ اوّل کا عہدہ ملا۔ کچھ عرصہ بعد
مجلسِ انتظام صرفخاص نے موصوف کو منتظمی کی خدمت پر لیا۔
مجلس صرفخاص کی تخفیف کے بعد دفتر صدر محاسبی کی صدر
منتظمی پر مامور کیا گیا۔ پھر وحید منوّر خاں مقرب جنگ صدر
محاسب سرکار عالی نے اپنا پرسنل اسسٹنٹ بنایا۔ اس کے
بعد دفتر صدر محاسبی کے عہدہ مددگاری شاخ موازنہ پر ترقی
ملی۔ اس زمانہ میں نواب سر آسمان جاہ مدارالمہام وقت کے
ہمراہ بحیثیت محاسب وخزانہ دار شملہ، بمبئی اور کلکتہ کے سفر کا
موقع ملا۔ اسی زمانہ میں عارضی طور پر کارخانہ حسین بن محسن
مرحوم کا انتظام بھی تفویض رہا۔ جب نواب عزیز جنگ ولآ نے
سررشتہ مالگزاری، عدالت وحساب کے سرکاری امتحان میں

کامیابی حاصل کی تو نواب وقار الملک معتمد مالگزاری نے اپنی مددگاری پر تقرر کیا اور جاگیرات وانعامات کی سماعت اپیل کا کام تفویض فرمایا۔ پھر حضرتِ والا کی تعیناتی اوّل تعلقداری میدک پر ہوئی۔ اس عہدہ کے استقلال کے بعد وظیفہ خدمت حسن پر سبکدوش ہوئے۔

وظیفہ کے بعد نواب محمد فضل الدین خاں اقبال الدّولہ سر وقار الامراء امیر پائیگاہ اور مدار المہام وقت کے انتخاب سے آٹھ سال تک علاقہ پائیگاہ میں معتمدی اور صدر تعلقداری کا عہدہ تفویض رہا۔ اسی مدّت میں علاقہ پائیگاہ کی پلیگ اور قحط (۱۹۰۱ء) کی کمشنری کا کام متعلق رہا۔ جب علاقہ پائیگاہ سے سبکدوشی حاصل کی تو مبلغ ۱۵۰ روپیہ وظیفہ حسن خدمت عطا ہوا۔

نواب عزیز جنگ والا تین سال تک لیجس لیٹو کونسل سرکارِ نظام کے رکن اور صفائی چادر گھاٹ کے کمشنر اور صفائی بلدہ کے نائب میرِ مجلس رہے۔

علاقہ پائیگاہ سر وقار الامراء میں موضع عزیز آباد اور وقار آباد اور شہر حیدر آباد میں محلہ سلطان پورہ کو آباد کرنے میں نواب عزیز جنگ کا دخل رہا اور یہ تینوں مقامات ان کی مقامی یادگاریں ہیں۔

وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہونے کے بعد حضور نظام نے ان کا تقرّر صرفخاص مبارک میں خدمت صدر محاسبی پر کیا اور بہت جلد معزز کمیٹی صرفخاص کا رکن بھی مقرّر کیا گیا۔ لیکن سخت اصول پسندی کے باعث وہ زیادہ دن تک اس خدمت پر نہ رہ سکے۔ اور مستعفی ہو گئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"محکمہ صدر سے جو منظوریاں خارج از اقتدار آئیں میں نے ان پر اعتراض کیا۔ معزز کمیٹی صرفخاص مبارک نے مقدمات قابلِ منظوری بارگاہِ اقدس میں بہ اختیار خود جو حکم آخر دے دیا تھا میں نے اس کی اطلاع معزّز کمیٹی کو کر دی۔ جو انعامی معاشین خارج از اقتدار جاری کر دی گئی تھیں اور جو انعام واقعات

غیر صحیح پر حاصل کیے گئے تھے۔ ان سب کو تحریراً معزز کمیٹی کے اجلاس میں پیش کر دیا۔ میرا اپنے فریضہ کو بغیر کسی خوف کے اخلاقی جراءت کے ساتھ ادا کرنا حاکم اعلیٰ کو سخت ناگوار خاطر تھا۔ کسی صدرِ محاسب سابق نے ایسی آزادی کے ساتھ اپنے فرائض ادا نہیں کیے۔ اسی کا سبب تھا کہ ع

اے روشنئ طبع تو بر من بلا شدی

کے مصداق بنا۔ جھوٹی خوشامد میری عادت نہ تھی۔ حاشیہ برداری میرا کام نہ تھا۔ جب اعلیٰ حاکم کے اختلاف اور طرزِ عمل کے صدموں کا تحمّل میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا تو میں مستعفی ہوا۔"

علمی خدمات کا ذوق حضرتِ والا کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ آپ نے گوناگوں سرکاری مصروفیات کے باوجود اپنے ذوق کی تسکین کے سامان فراہم کیے۔ اپنی زندگی کو منظّم کیا اور اوقات کی اس انداز سے پابندی کی کہ فنونِ مختلفہ پر قابلِ قدر تحقیقی کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ مختصر سوانحی خاکہ ان

بے شمار اور عظیم الشان کارناموں کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سب کا احاطہ کر سکتا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"آصف اللغات" مبسوط فارسی اُردو لغت ہے۔ یہ حضرت والا کا ایسا کارنامہ ہے کہ اگر ان کے اور کاموں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہی لغت ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اس لغت میں فارسی زبان کے تمام مروّجہ الفاظ مفرد اور مرکّب، اصطلاحی اور غیر اصطلاحی نیز ضرب الامثال، کہاوتیں، مقولے، محاورات سب معہ اسناد اور مستند اساتذہ کے کلام کے حوالوں سے پیش کیے گئے ہیں اور ہر ایک کا اُردو ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس گراں قدر لغت کی ترتیب و تدوین میں فارسی اور اُردو کی کم و بیش چالیس مسلّمہ اور معیاری لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ لغت ۱۷ جلدوں پر مشتمل ہے جو ۱۹۰۵ء اور ۱۹۲۲ء کے درمیان شائع ہوئیں۔ ہر جلد کی ضخامت چھ سو صفحات ہے اور سترہ جلدوں میں صرف حرف

"ج" تک کا احاطہ ہوا ہے۔ اسی سے اس کام کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آخری عمر میں حضرتِ ولاؔ اس کام کو جامعہ عثمانیہ یا فارسی داں اصحاب کی ایک جماعت کے تفویض کرنے کے لیے کوشاں رہے کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ وہ اپنی زندگی میں اس کام کی تکمیل نہ کر سکیں گے۔ لیکن افسوس کہ جس کام کی ایک شخص نے تنِ تنہا ابتداء کی اس کو افراد تو درکنار ادارے بھی تکمیل کو نہ پہنچا سکے البتہ حضرتِ ولاؔ نے لغت نویسی کے لیے جو خطوط آصف اللغات میں متعین کیے ہیں وہ آئندہ کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

ولائے حافظ حضرتِ ولاؔ کی عمر کے آخری دنوں کا کلام ہے جو ناتمام اور غیر مطبوعہ ہے۔ ولاؔ نے حافظ شیرازی کی ہر غزل پر دو دو اور تین تین غزلیں کہی ہیں۔ اپنی زندگی میں وہ ردیف "م" تک پہنچ سکے۔

مجموعہ قوانینِ مالگذاری پانچ جلدوں اور انڈکس پر

مشتمل ہے۔ اس میں مالگزاری کے جملہ قوانین، گشتیات و احکام اور سررشتہ آبکاری جنگلات، کروڑگیری عطیات وغیرہ کے منظورہ احکام معہ تشریحات درج ہیں۔ تمام دفاترِ سرکار عالی کے لیے اس مجموعہ کی وہی حیثیت تھی جو حالیہ زمانہ میں بی یس اوز کی ہے۔ دفاتر سرکاری اور وکلاء کے لیے یہ مجموعہ ناگزیر رہا ہے۔ اور اس وقت بھی اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

ترکاری کی کاشت (۱۹۰۱ء) کھجور کی کاشت (۱۹۰۴ء) اور انگور کی کاشت (۱۹۰۵ء) فنِ زراعت پر حضرتِ ولا کی مسبوط کتابیں ہیں۔ حیٰوۃ الحمام (۱۹۰۶ء) کبوتروں کے اقسام اور ان کی نگہداشت، غذا، بیماری علاج ان کے طبیّ فوائد سے متعلق مفید اور دلچسپ معلومات فراہم کی گئیّ ہیں۔ اُردو میں یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔

اعظم العطیات (۱۸۸۹ء) میں عطا نقدی معاش جاگیرات و انعامات اور محکمۂ مال سے متعلق دیگر اصطلاحات کی تشریح کی گئیّ ہے۔ عطیاتِ آصفی (۱۹۰۲ء) مصطلحاتِ دکن (۱۹۰۴ء) سیاق

دکن (۱۹۰۴ء) شیرازہ دفاتر (۱۹۰۸ء) اور عطیاتِ سلطانی (۱۹۰۸ء) نظم و نسق پر اہم کتابیں ہیں۔ راقم الحروف اور جناب ضیاء الدّین احمد شکیب نے ان کتابوں کے ایسے حصّوں کو شامل کر کے جو اہمیت کے حامل ہیں ایک جدید ایڈیشن جامع العطیات کے نام سے مرتّب اور ولاؔ اکیڈمی سے شائع کیا ہے۔ جامع العطیات۔ تاریخِ ہند (عہدِ وسطیٰ) پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے حوالے کا اہم مواد فراہم کرتی ہے۔ نواب عزیز جنگ کی تصانیف کے قطع نظر اس موضوع نوعیت اور وسعت کا کوئی کام دُنیا کی کسی زبان میں نہیں ہوا۔

داستانِ غم (۱۹۲۲ء) ملّا محتشم کاشی کی طرح پر فارسی مرثیہ ہے جس کا دوسرا ایڈیشن ولاؔ اکیڈمی کی جانب سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔

تصویرِ نور (۱۹۱۹ء) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا سراپائے مبارک ہے۔ حضرتِ ولاؔ کی زندگی میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔

حضرتِ والا کی پہلی شادی ان کی پھوپی زاد ہمشیر کی لڑکی زہرہ بیگم صاحبہ سے ۱۸۷۷ء میں ہوئی۔ ان کے بطن سے دو فرزند غازی الدین احمد المخاطب نواب غازی یار جنگ (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۰۰ء) اور محی الدین احمد (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۰۰ء) اور ایک دختر عزیز النساء بیگم صاحبہ تھیں۔ زہرہ بیگم صاحبہ کا انتقال ۲۴ فروری ۱۸۸۹ء کو ہوا۔ جب کہ حضرتِ والا نواب سر آسمان جاہ کے ساتھ کلکتہ کے سفر پر گئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد دوسری شادی ۲۲ اپریل ۱۸۸۹ء کو صالحہ بیگم صاحبہ سے کی۔ ان کے بطن سے ایک دختر تھیں۔ صالحہ بیگم صاحبہ کا انتقال ۲۱ مئی ۱۸۹۰ء کو ہوا۔ اس کے بعد تیسری شادی عبدالقدوس صاحب چیدہ کی دختر امتہ اللہ بیگم صاحبہ سے ۱۸۹۰ء میں کی۔ ان کے بطن سے دو فرزند علی الدین احمد المخاطب نواب دین یار جنگ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۴ء) اور رکن الدین احمد (ولادت ۱۹۰۰ء) اور تین دختر سعید النساء بیگم صاحبہ، وحید النساء بیگم صاحبہ اور عصمت النساء بیگم صاحبہ ہوئے۔ نواب دین یار جنگ راقم الحروف کے والدِ ماجد تھے۔

چوتھی شادی محمد محبوب علی صاحب کی دختر عزیز فاطمہ بیگم صاحبہ سے مئی ۱۸۹۸ء میں کی۔ ان کے بطن سے چار دختر ممتاز النساء بیگم صاحبہ، اعجاز النساء بیگم صاحبہ، امتیاز النساء بیگم صاحبہ اور خورشید النساء بیگم صاحبہ ہوئیں۔

اس وقت حضرتِ ولاؔ کے فرزند رکن الدین احمد صاحب اور تین دختر اعجاز النسا بیگم صاحبہ، وحید النساء بیگم صاحبہ اور خورشید النسا بیگم صاحبہ بفضلہ بقیدِ حیات ہیں۔

حضرتِ ولاؔ نے حیدرآباد کے محلہ سلطان پورہ میں ایک خانہ باغ ۱۸۹۹ء میں بنایا۔ اس کا نام عزیز باغ رکھا۔ اس سے ملحق ایک مسجد بھی تعمیر کی جو مسجد عزیز جنگ کے نام سے مشہور رہے۔

انیسویں صدی کے حیدرآباد میں فارغ البال اور خوش حال امراء کا خاص کلچر تھا۔ ان کی رہائش بڑے ٹھاٹھ باٹھ کی تھی۔ اس طرزِ معاشرت میں نام نمود اور نمائش کو زیادہ دخل تھا۔ افادیت کو ثانوی حیثیت دی جاتی تھی۔ عزیز باغ کا بانی یہاں کے بلند معیارِ زندگی سے گو کافی حد تک متاثر ہوا لیکن اس طمطراق کے

منفی پہلو پر بھی اس کی نظر تھی۔ اس نے ابتدا ہی سے آرٹ اور افادیت کا خاص امتزاج پیدا کیا۔ سلیقہ اور رویّہ کو بنیادی حیثیت دی۔ زندگی کے حقائق کو پیشِ نظر رکھا۔ احتیاط پسندی کو وطیرہ بنایا اور اپنی عمارت میں اپنے خیالات کی صورت گری کی۔ جب کسی عمارت کی ساخت میں اینٹ اور مٹی کے ساتھ خیالات کی آمیزش بھی کر دی جاتی ہے تب اس عمارت کی خاص شخصیت اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ عزیز باغ کا مادّی حصّہ جو اینٹ اور مٹّی پر مشتمل ہے ضرور خانگی ملکیت ہے لیکن اس کی روایات ہماری تہذیب کا ایک اہم ورثہ ہیں۔ عزیز باغ چند عمارتوں اور خوشنما خانہ باغ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک ادارہ ہے جِس نے خاندانِ نوابط کی مخصوص روایات سے خود کو وابستہ کر دیا اور اس وابستگی کی مُدّت زائد از ۷۵ سال ہے۔ عزیز باغ کی عمارتیں نہ تو بہت وسیع ہیں نہ بہت خوبصورت۔ فنِ تعمیر کے لحاظ سے بھی یہ کسی غیر معمولی خصوصیات کی حامل نہیں ہیں۔ جو چیز عزیز باغ کے لیے امتیاز کا موجب ہے۔ وہ اس کا مخصوص

کردار ہے۔ عزیز باغ کے مخصوص کردار اور خصوصیات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا اجمالی بیان بھی یہاں نہیں کیا جا سکتا لیکن ان خصوصیات کے مجموعی اثر کو آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے اور اہلِ مُلک نے ہمیشہ محسوس کیا اور مُلک بھر میں اس نے شہرت حاصل کی۔ عزیز باغ نے خاندانِ نوایط کے تمدّن کے روشن پہلوؤں سے خود کو وابستہ کیا اور ایک مثالی کردار پیش کرتے ہوئے زندگی کی اعلیٰ قدروں کی نشاندہی کی اور سلیقہ مندانہ زندگی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ میانہ روی کو اپنایا۔

حضرتِ ولاؔ نے عزیز باغ ہی میں ایک پریس عزیز المطابع کے نام سے قائم کیا تھا و نیز انھوں نے تکمیل الاحکام، عزیز الاخبار اور لسان الهند والعجم نامی رسالے بھی وقتاً فوقتاً شائع کیے۔

حضرتِ ولاؔ کو سرکارِ نظام سے ۱۸۹۴ء میں خطاب عزیز جنگ سرفراز ہوا۔ اور حکومتِ برطانوی ہند نے ۱۹۰۷ء میں شمس العلماء کا خطاب دے کر ان کی علمی خدمات کا اعتراف کیا۔

حضرتِ ولاؔ نے اپنی زندگی میں اپنے ذاتی کُتب خانہ کی

قلمی اور مطبوعہ کتابیں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ۔ کتب خانہ بورڈ آف اکزامنرز اور کتب خانہ محمڈن کالج علی گڑھ کو بطور عطیہ دیں۔

حضرتِ ولاؔ کی تصانیف پر ان کے معاصرین نے تبصرے کیے ہیں جن میں خواجہ الطاف حسین حالؔی اور مولانا شبلی نعمانی قابلِ ذکر ہیں۔

محمد عبدالجبار خاں ملکاپوری نے تذکرۂ محبوب الزمن جلد دوم (۱۳۲۹ ہجری) میں۔ نصیر الدّین ہاشمی نے دکن میں اُردو (۱۹۳۶ء) میں۔ محمد عمر مہاجر نے مرقعِ سخن جلد دوم (۱۹۳۷ء) میں اور تمکین کاظمی نے نقوش لاہور شخصیات نمبر حصہ دوم (اکتوبر ۱۹۵۶ء) میں حضرتِ ولاؔ کا تذکرہ کیا ہے۔

۴ دسمبر ۱۹۶۱ء کو حیدرآباد میں یوم ولاؔ نہایت شاندار پیمانہ پر منایا گیا جس کی صدارت جنابِ بھیم سین سچرؔ نے فرمائی جو اُس وقت گورنر آندھرا پردیش تھے۔ رسالہ سب رس نے جولائی ۱۹۶۲ء میں اور رسالہ رفتارِ زمانہ نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں اپنے خاص نمبر شائع کیے جن میں حضرتِ ولاؔ کے علمی اور ادبی کارناموں پر

روشنی ڈالی گئی۔

جناب برق موسوی نے حضرت ولاؔ کی زندگی اور ان کے کارناموں پر فارسی میں ایک کتاب یادگارِ ولاؔ کے نام سے ۱۹۶۱ء میں لکھی۔ اس کتاب کو ایران میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۷/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضرت ولاؔ نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا اور اپنے خاندانی قبرستان متصل مسجدِ الماس واقع چادر گھاٹ میں دفن ہوئے۔ نواب فصاحت جنگ جلیلؔ نے قطعۂ تاریخ لکھا۔

بلند شد چہ پس انتقال جاہ ولاؔ | ریاض خلد برین ست جلوہ گاہ ولاؔ
یگانہ بود بہ شعر ولغات و تحقیقات | برین کلام ولاؔ ہست خود گواہ ولاؔ
ز ہمسران نہ رسید ست ہیچکس تا حال | بہ فکر و ہوش و دماغ و دل و نگاہ ولاؔ
عزیز جنگ شد و شمس عالمان گردید | دو چند شد ز خطابات عزّ و جاہ ولاؔ

سر مزار رقم کن جلیلؔ این تاریخ
بیا و بین کہ ہمین ست خوابگاہ ولاؔ

۱۳۴۳ ہجری

متعلق مشتمل بر دو فصل

فصل اول مین قوم نایط کا نسب مع وجہ تسمیہ قوم

وجہ تسمیہ قوم | قوم بالفتح زبان عربی کا لفظ ہے جسکے معنے گروہ مردان کے ہین اردو بول چال مین اسم مونث ہے۔ آدمیون کا گروہ۔ فرقہ۔ خاندان خانوادہ۔ نسل۔ نژاد کے معنون مین مستعمل ہے۔ نائط بکسر ہمزہ وسکون طاء مہملہ۔ زبان عربی مین رگ پشت کے معنون مین بولا جاتا ہے بدینوجہ کہ اس قوم کا اتفاق زمانہ سلطنت مین حد سے زیادہ تھا اور ایک جزو ضعیف کی پشتی پر ساری قوم توٹ پڑتی تھی اور اسی اتفاق کی وجہ سے قوم کامیاب رہی۔ غالبًا اسی لئے عربون نے قوم نائط کو اس نام سے موسوم کیا۔ مولوی قادر عظیم خان بہادر جن کا تعلق ریاست کرناٹک کے دربار سے رہا ہے اور امیر الہند نواب محمدؐ غوث خان بہادر والی مدراس کی عہد میمنت مہد مین منصب دو ہزاری اور پالکی سے سرفراز اور اسی قوم کے عالم تھے اپنی تصنیف گلستان نسب مین فرماتے ہین

کہ نایط گفتن اشتہار السبب نسبت فرزندی از وایط نبیرہ جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ عنہ

است بسبب کثرت استعمال واو مبدل بنون شدہ۔ محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب
تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے بہی انہین الفاظ کے ساتہہ قوم نایط کی وجہ تسمیہ
کا بیان فرمایا ہے اتحاد لفظی سے پایا جاتا ہے کہ صاحب گلستان نسب نے
اسی تذکرہ سے اپنی کتاب مین عبارت نقل کی ہے مصنف گلستان نسب نے
آگے چلکر کتاب کشف الانساب سے استدلال فرمایا ہے جو فاضل متبحر علامہ شیخ
جلال الدین سیوطی محدث شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جسمین شیخ نے اس قوم
کو بنوالوایط لکہا ہے اور عبداللہ الوایط کی اولاد قرار دیا ہے۔ صاحب کشف الانساب
ایک مقام پر فرماتے ہین کہ اس قوم کا مقام مدینہ مطہرہ سے ہجرت واقع
ہونے کے بعد موضع وایط مین ہا ہے جو بغداد سے تین دن کی راہ ہتی مولف
کہتا ہے کہ اس موضع کا نام بہی قوم کی وجہ تسمیہ مین کچہہ دخل رکہتا ہو
مصنف توزک والاجاہی نے بضمن تذکرہ نظامت نواب سعادت اللہ
خان نایطی لکہا ہے کہ نوایط صیغہ جمع و مفردش نایط قومی ست از عرب الخ
حقایق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ نے اپنی تصنیف نفحۃ العنبریہ مین جد قبیلہ کا
نام نایط لکہا ہے اور وہ فرزند تھے نضر بن کنانہ جد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کے۔ بعض اہل لغت نے اس لفظ کو تائے قرشت کے ساتہہ

نوتی اور اوسکی جمع نواتی صحیح خیال کیا ہے جسکے معنی ملاحون کے ہین جیسا کہ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی مصنف قاموس نے لکھا ہے۔ النواتی الملاحون فی البحر الخ۔ صاحب ماثر الامرا بضمن حالات مُلّا احمد نوائیہ فرماتے ہین کہ آنانکہ نوایت را ملاحین گویند و سند از قاموس گیرند در غلط افتادہ اند۔

لیکن مولوی عظیم الدین مدراسی کو اپنی تصنیف صحیح النسب مین صاحب قاموس کے ساتھہ اتفاق ہی۔ آپ فرماتے ہین کہ اس قوم کا نام بقول صاحب قاموس نواتی تسلیم کیا جاوے تو اونکی ملاحی کا ثبوت ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے اس طرح پر کہ ۲۵۰ ہجر کے بعد جب اس قوم نے۔ حاکم الوقت مظالم کی وجہ سے بصرہ سے ہند کا ارادہ کیا تو بصرہ کا حاکم جسکے مظالم سے تنگ آکے تہے اونکی ہلاکت کے درپے ہوا جن کشتیون پر یہہ لوگ سوار ہوچکے تہے اون کے ملاح بحکم امیر بصرہ کشتیون سے اُتار لئے گئے سمجہا گیا کہ اب اس قوم کی ہلاکت یقینی ہے۔ لیکن اس قوم کے بعض افراد کشتی رانی سے کماحقہ واقف تہے جنکی مستعدی سے جہازون کو منزل مقصود پر بسلامت پہونچایا اس واقعہ کے بعد اہلِ بصرہ نے انکو نواتی کا خطاب دیا الخ۔ زمانہ مابعد کے اکثر صاحبان تصنیف نے اس قوم کو تائے قرشت کے ساتھہ نوایت سے موسوم کیا ہے

مثلاً شہنواز خان صمصام الملک نے اپنی تصنیف مین اور خافی خان نظام الملکی نے منتخب اللباب مین نوایت اور نوایتہ کے الفاظ استعمال کئے ہین۔ صاحب کشف النسب نے بحوالہ مصنف جامع العلوم فرمایا ہے کہ این لفظ در اصل نو آمدہ بود پس بہ تصرف مستعملیان نوایت شد میرا خیال یہہ ہے کہ اہل ہند کا یہہ املا تائے قرشت کے ساتھہ من و جہ بے معنے نہین ہے۔ ملیباری زبان مین نوایت کے معنی حاکم اور خداوند کے ہین ملا قاسم ہندو شاہ مصنف تاریخ فرشتہ اپنی تصنیف کی دوسری جلد مین بہ ضمن تذکرہ وقائع ملیبار فرماتے ہین۔ بعد از انکہ رفتہ رفتہ تردد مسلمانان دران ملک بسیار شد۔ بسیارے از ملوک ملیبار بحلقہ اسلام در آمدند و راجہائے بندر گوہ و دابل و جیول وغیرہ بطریق حکام ملیبار مسلمانان را کہ از عربستان آمدند و در سواحل ان دیار مسکن دارند مخاطب بہ نوایت یعنی خداوند گردانیدند الخ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

علامہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لب اللباب فی تحریر الانساب مین فرمایا ہے کہ نایت ایک ناحیہ کا نام ہے جو بصرہ مین واقع ہے مصنف تاج العروس فی شرح القاموس نے بہی اسی کو کسی قدر صراحت کے

ساتہہ لکہا ہے۔ آپ فرماتے ہین النائطۃ موضع بالبصرۃ والیہ نسب ابو الحسن علی بن عبد العزیز النایتی المودب محدث عن فاروق بن عبد الکبیر الخطابی وعنہ ابو طاہر الاشنانی الخ

(ترجمہ) نایط ایک موضع ہے بصرہ کا اور اوسی سے منسوب ہین ابو الحسن علی بن عبد العزیز نایتی جو کہ ادیب ہین اور روہ حدیث بیان کرنے والے فاروق بن عبد الکبیر خطابی سے ہین اور عبد العزیز سے حدیث روایت کرنے والے ابو طاہر اشنانی ۔ حاصل یہہ ہے کہ جن اہل تصانیف نے اس قوم کے نام کو تائے قرشت سے خیال کیا ہے من وجہہ اون کا خیال بہی درست ہے اسلئے کہ اسی فصل مین آگے چلکر معلوم ہوگا کہ ہجرت ثانی مین اس قوم کا مقام حدود بصرہ مین واقع تہا پس موضع سکونت سے منسوب کرکے نایتی کہنا بالکل صحیح ہے۔ مولف نے وجہ تسمیہ کے متعلق جس قدر تحقیق کی ہے اوس سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہین (۱) یہہ کہ اس قوم کا املا طاء حطی کے ساتہہ موضع نایط اور دوسرے معنون سے متعلق ہونے کے سوا نسب سے بہی تعلق رکہتا ہے اسلئے کہ مولانا باقر آگاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جد قبیلہ کا نام نایط بن نضر کہا ہے لیکن تائے قرشت کا

الا متعلق بہ نسب نہیں ہو سکتا یا تو اوسکو بقول مصنف تاریخ فرشتہ
ملیباری زبان سے تعلق ہے یا موضع نایت کی سکونت سے منسوب
جیسا کہ لب اللباب اور تاج العروس سے موضع کا پتہ چلتا ہے۔ پس
اس قوم کو اعتبارات مختلفہ کے لحاظ سے طاء مہملہ کے ساتھہ نایطی
کہنا بہی صحیح ہے اور تاء فوقانی کے ساتھہ نائتی بہی۔

نسب قوم نایط کا نسبی شجرہ صاحبان تصانیف معتبرہ کی تحقیق کی روسے
تین شاخون پر شامل ہے اور ان تینون شاخون کی اصل نضر بن
کنانہ جد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہین۔
پہلی شاخ کی ابتداء نایط بن نضر سے ہوئی ہے۔ نضر بن کنانہ کو عربون
نے جد القریش کہا ہے اور اون کی وہ اولاد جو مالک ابن نضر
کے سوا دوسرے سلسلون مین ہے بنو النضر کہلاتی ہے اگرچہ
مصنفین کتب انساب نے نضر بن کنانہ کے تین فرزندونکا
تذکرہ فرمایا ہے (۱) مالک بن نضر (۲) صلت بن نضر (۳)
یخلد بن نضر۔ لیکن محقق کامل ادیب فاضل حقایق دستگاہ جناب مولانا
محمد باقر آگاہ کان مثواہ فی قرب الہ نے اپنی تصنیف نفحۃ العنبریہ

فی مدحت خیر البریہ مین فرمایا ہے کہ۔ النایط جد القبیلۃ بن نضر بن کنانہ و بقیۃ النسب الشریف معروفۃ دیکھو خاتمہ کتاب کا ضمیمہ نشان (۱۰) ابوجعفر طبری محدث و محقق کامل نے سلسلہ دوم کا بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہین کہ النایط طایفۃ من قوم قریش الخ و قریش اولاد نضر بن کنانہ بن مدرکہ بن الیاس من اجداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو ثانی عشر منھم ملاحظہ ہو خاتمہ کا ضمیمہ نشان (۸) یہہ سلسلہ عبد اللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ سلسلہ سوم کی صراحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کشف الانساب مین فرمائی ہے جسکے متعلق مولف نے بحث کی ہی یہہ سلسلہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ کے ذیل مین آپکے فرزند اسمعیل رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اسمعیل بن جعفر صادق کی اولاد مین بہی ایک بزرگ عبد اللہ کے نام سے گزرے ہین جو فرزند ہین محمد بن اسمعیل کے شجرہ ذیل کے ملاحظہ سے ان تینون سلسلون کا باہمی تعلق اچہی طرح پر معلوم ہو سکتا ہے۔

و ہو ھذا
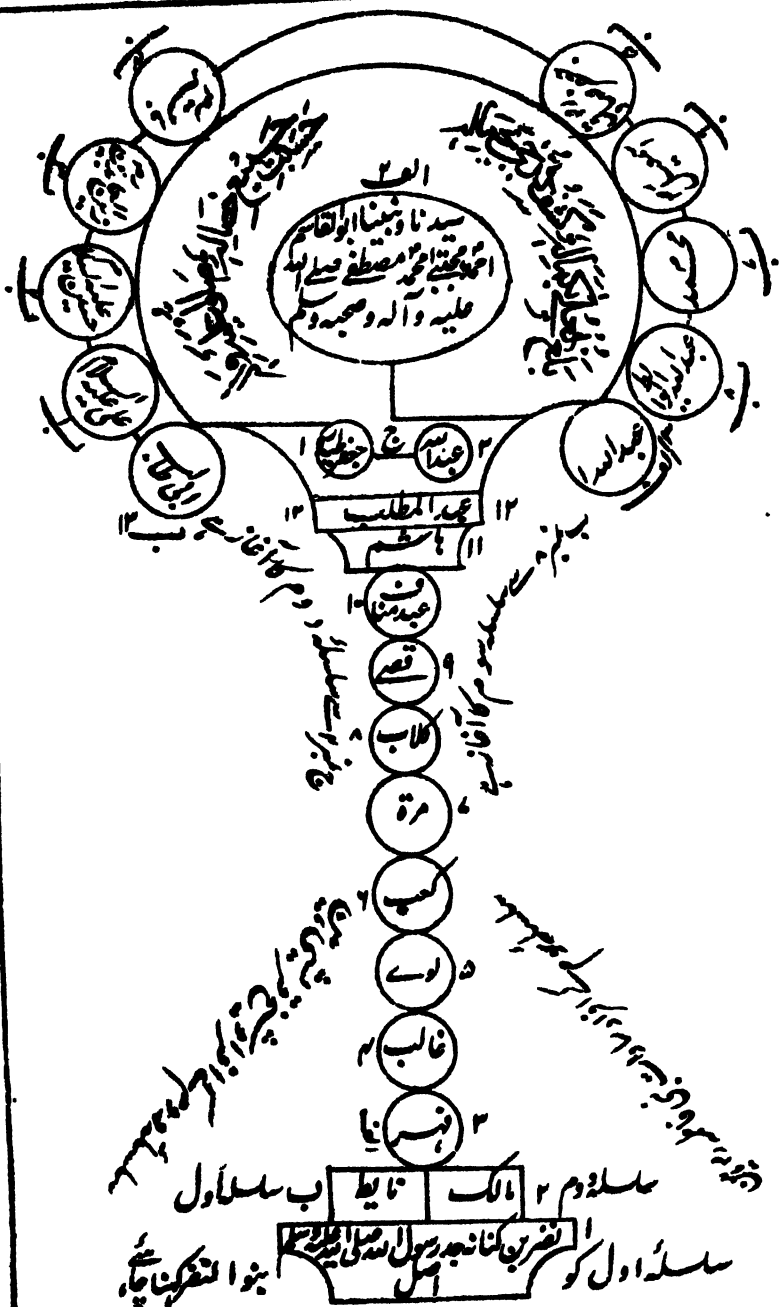
پس جو افراد قوم پہلے سلسلہ مین ہین وہ بنوا لنضر ہین اور جن افراد کا سلسلہ
دوسری شاخ سے ملتا ہے وہ شیخ قریشی اور جو سلسلہ تیسری شاخ تک پہونچتا ہے
وہ بطن مطہرہ حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا سے
سادات حسینی اور اسمعیلی کہلاتے ہین۔ مجمع الفواضل علامہ شیخ جلال سیوطی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کشف الانساب مین سلسلہ ثالث کے متعلق فرمایا ہے

فبنوا لوایط قوم وهم اولاد عبداللہ الوایط ابن سمعیل الذی مات
فی المدینة المنورة وهو ابن جعفر الصادق رضی اللہ تعالی عنه الخ

(دیکھو ضمیمہ نشان ۶) صاحب گلستان نسب فرماتے ہین کہ در ابتداے عبارت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہ تحریر شدہ
وهو ابن جعفر الصادق ایرادے عظیم وارد میشود چہ سنہ ولادت
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ ہشتاد وسہ ہجری است وسنہ وفات
یکصد وچہل باشد وزمان ہجرت قوم از مدینہ طیبہ حین تسلط حجاج بن یوسف
در ہنگام حکومت یزید بن معاویہ وان سنہ شصتم بود یا یک زاید پس چگونہ
در ہر دو امر تطبیق شود شاید باقتضائے سہو بشری بجائے جعفر طیار لفظ صادق
تحریر فرمودہ باشد یا فی الحقیقت صاحب رسالہ طیار نوشتہ کہ در نقل از
سہو کاتب لفظ صادق تحریر در آمد یا لفظ جعفر مطلقاً تحریر شدہ باشد

وبعدم فہم وتامل محررین لفظ صادق مندرج گردید الخ۔ صاحب گلستان نسب
کی اس رائے سے مولف کو اتفاق نہین ہے اسلئے کہ شیخ علامہ نے آگے
چلکر جن واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے جیسا کہ ضمیمہ نشان ۶ سے معلوم
ہوسکتا ہے اون واقعات سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ علامہ کا
مقصود جعفر صادق رضؓ ہی سے تہا نہ جعفر طیار رضؓ سے۔ شیخ فرماتے ہین کہ زمانہ
قیام موضع وایطا مین امیر اثناعشریہ نے اس قوم کے نام ایک مراسلہ
بہیجا جو شامل تہا دعوت مذہب اثناعشریہ پر جس مین امیر نے بیان کیا تہا
کہ تم سادات ہو پس کیا وجہ ہے کہ اپنے جد علی ابن ابی طالب رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کی خلافت کا اعتراف نہین کرتے۔

مولف کہتا ہے کہ اگر شیخ کا مقصود جعفر طیار رضؓ سے ہوتا تو مضمون مراسلہ
مین سیادت کی بحث نہوتی اسلئے کہ جعفر طیار رضؓ کی اولاد پر سادات کا
اطلاق نہین ہوسکتا اور پہر آگے چلکر شیخ علامہ نے اوس واقعہ کا تذکرہ
فرمایا ہے جو واپسی جزیہ سے متعلق ہے جس مین آپ فرماتے ہین کہ امیر
اثناعشریہ نے جزیہ واپس کیا اور کہا کہ بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جزیہ
لینا جایز نہین ہے اس سے بہی یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ شیخ علامہ کو

اس قوم کے نسب مین جعفر صادق علیہ السلام ہی کا نام بیان کرنا مقصود تہا۔ اب رہا زمانہ ہجرت کا وہ اختلاف جسکو صاحب گلستان نسب نے ظاہر فرمایا ہے جسکے لحاظ سے ۱۵۱ھ مین حضرت ممدوح کی اولاد کا وجود ناممکن ہے اوسکا جواب یہ ہی کہ جب اوس قوم کا نسبی شجرہ تین شاخون پر شامل ہے اور تینون سلسلون کی ہجرت دو مختلف زمانون مین بروے کتب معتبرہ ثابت ہے تو یہ بات آسانی کے ساتہہ مانی جا سکتی ہے کہ شیخ علامہ نے واقعہ ہجرت سلسلہ ثالث کو خلیفہ وقت کے مظالم سے مخصوص فرمایا ہے جس سے حجاج بن یوسف مراد نہین ہے اسلئے کہ وہ نہ کسی زمانہ مین خلیفہ رہا ہی اور نہ ۱۵۱ھ اوسکی حکومت کا زمانہ تہا اس بحث کو جس حد تک نسب سے تعلق تہا مولف نے اوسکو اس موقع پر عرض کر دیا بلحاظ زمانہ ہجرت اس بحث کی تکمیل اسی باب کی فصل دوم مین جو ہجرت قوم سے متعلق ہی کیجاویگی انشاء اللہ المستعان۔ حاصل یہ ہے کہ سلسلہ نسب کے بیان کرنے مین شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی غلطی نہین ہوئی ہے جیسا کہ صاحب گلستان نسب کا خیال ہے؛

ہندوستان مین جو افراد قوم نایط کے موجود ہین اونکا بڑا حصہ سلسلہ اول و دوم سے تعلق رکہتا ہے یعنے وہ بنو النضر اور شیخ قریش مین بہت

کم لوگ سلسلہ ثالث کے بھی پائے جاتے ہین لیکن آخر الذکر افراد کے بڑھتے
کا یہہ طرز رہا ہے کہ وہ اپنے نامون کے ساتھہ سید کا لفظ نہین لکھا کرتے
حضرت امام المدرسین مولانا محمد حسین شہید بیدری رحمۃ اللہ علیہ نے
جنکا تعلق سلسلہ ثالث سے ہے اپنی اولاد کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے قلم
وزبان سے اظہار سیادت نکرین فرمایا کہ گنہ گارون کیلئے سیادت پر فخر
کرنا ترک ادب مین داخل ہے مولانا حاجی مفتی محمد سعید خان مغفور کا عملدرآمد
بھی اسی احتیاط پر مبنی تہا درحالیکہ آپ شہید مغفور کے بنی عم ہونیکی وجہ سے
سلسلہ ثالث سے تعلق رکھتے تہے۔ البتہ بعض افراد قوم نے جنکا واسطہ
سلسلہ سوم سے ہے اپنے نامون کے ساتھہ سیادت کا اظہار بھی فرمایا ہے
جن کی نسبت کوئی اعتراض قایم نہین ہوسکتا۔ اپنا اپنا خیال ہے
ان تینون سلسلون کے افراد قوم مین باہمی اتحاد ہے کسی قسم کا اختلاف
نہین ہے ایک دوسرے کو اپنی قوم کا شخص خیال کرتا ہے اور تینون
مین باہمی سمدہیانہ ہوتا ہے۔ فی نفس الامر سلسلہ ثالث کی بزرگی
باعتبار اعزاز سیادت سلسلہ اول و دوم پر فایق ہے۔

دوسری فصل قوم نایطا کی ہجرت کے متعلق

مختلف تواریخ سے ثابت ہے کہ اس قوم کا اصلی مرکز مدینہ منورہ تہا
سنلہ ہجری تک اس قوم کا پہلا اور دوسرا سلسلہ مدینہ مطہرہ مین
سکونت پذیر رہا۔ اہل تاریخ نے بالاتفاق لکہا ہے کہ یزید ابن معاویہ
کی عہد حکومت مین حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم نے اس قوم
کو پریشان کر دیا۔ شیخ الافاضل علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ نے
کشف ؎ الانساب مین فرمایا ہے کہ مورث اعلائے قوم یعنے عبداللہ نے
خلیفہ وقت پر کسی بحث مین غلبہ حاصل کیا اور اوسکو ملزم بنایا
جس کے انفعال سے خلیفہ نے یہہ حکم دیا کہ آپ مدینہ منورہ سے
نکل جاوین آپ اپنے قبایل کے ساتہہ مدینہ مطہرہ کو چہوڑکر بغداد تشریف
لائے اور موضع وایط مین ٹہرے جسکی مسافت شہر بغداد سے تین منزل
کی راہ تہی۔ بغداد کا حاکم مذہب اثنا عشریہ رکہتا تہا جس نے اس قوم
کو قبول مذہب اثنا عشریہ پر مجبور کیا۔ بعض افراد نے اوسکی دعوت
قبول کی باقیماندون کے ساتہہ حاکم مذکور اسلئے بدسلوکی نکرسکا کہ وہ
اجابت دعا مین مشہور رہتے تا اینکہ حاکم نے غیر مطیعین کے پاس اپنا
قاصد روانہ کیا اور ایک تحریری فرمان بہیجا جس مین سمجہایا گیا تہا کہ تم

؎ بعض قلمی رسایل مین اس کتاب کا نام بحر النسب دیکہا گیا ہے۔ مولف

کہ تم سادات سے ہو اپنے جد علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت
کا اعتراف کرو اور مذہب اثنا عشریہ کے پیرو ہنو یا جزیہ دو۔ قوم نے
دونون درخواستون سے انکار کیا اور اوسکے حق مین دعاے بد کی یہانتک
کہ وبا نازل ہوئی جس سے مخالفین کے دلونمین ڈر پیدا ہوا وہ ندامت
کے ساتھہ حاضر ہوے اور معذرت کنان دعائے خیر کی درخواست
کی اور کہا کہ تمہاری عدم اطاعت کی وجہ بعض اور لوگ بہی اطاعت سے
منحرف ہین لہذا یہہ کافی ہوگا کہ تمہارا ہر ایک شخص ایک ایک انڈا
مرغ کا ادا کرے قوم نے باہم مشورت کی اور دفع فساد کے خیال سے
اس درخواست کو قبول کیا اور ہر فرد قوم نے ایک ایک انڈا مرغ کا پیش
کر دیا جب وہ تمام انڈے جمع ہو چکے تو حاکم کے حکم سے ایک علیحدہ مکان
مین رکہہ دیے گئے۔ پہر حاکم نے کہا کہ بنی فاطمہ سے جزیہ لینا ناجایز ہے
مناسب ہے کہ تم اپنا مال واپس لیجاؤ۔ قوم نے اوس کی تعمیل کی اور
اعتراف کیا کہ ہم نے اپنا اپنا مال پالیا۔ جب وہ اپنے مقام پر واپس آئے
اور انڈون کو کہالئے تب تین دن کے گزرنے کے بعد حاکم نے حجت
پیش کی اور کہا کہ تم سے دو گناہ کا ارتکاب ہوا ایک یہہ ہے کہ تم نے

اپنے اپنے مال کے پانیکا اعتراف غلط بیانی کے ساتھہ کیا دوسرا یہ کہ اکل حرام کے مرتکب ہوے اسیلئے کہ اندون کے مخلوط ہوجانیکی وجہ سے ہر ایک فرد کے مال مین کوئی چیز مابہ الامتیاز نہ تھی پس تمہارے لئے یہ حکم ہی کہ قبول کرو ہمارے مذہب کو یا جزیہ دو۔ جب بد دعا کی قوم نے دوسرے دفعہ تو کوئی آثار قبولیت کے نہین ظاہر ہوے اسیلئے کہ اکل حلال اور صدق مقال دونون اجابت دعا کے لئے شرط ہین پس قوم نے مجبوری کے ساتھہ بغداد کو چھوڑ دیا اور بصرہ کا ارادہ کیا۔ جہان امیر قوم سید عبد الرحمن نایطی نے ۸۳ ہجری مین رحلت کی۔ قوم نے اپنے رئیس کی رحلت کے بعد بصرہ کو چھوڑا اور دریائے ہند کے اطراف و جوانب مین سکونت اختیار کی۔ الہ مولف خیال کرتا ہے کہ شیخ علامہ نے ہجرت کے جن واقعات کو خلیفہ وقت کے مظالم سے متعلق فرمایا ہے اوس مین اہل تاریخ کو کسی قدر دہوکہ ہوا ہے بقول شیخ یہہ امر مسلم ہے کہ یہہ تمام واقعات قوم نایط کے اوس گروہ سے متعلق ہین جو اسمعیل بن جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد مین سے ہر گاہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا میلاد ۸۳ ہجری مین ثابت ہی اور آپکی وفات ۱۴۸ھ مین تو اس گروہ کے واقعہ ہجرت اولین کا وجود حجاج بن یوسف

کے عہد مین نہین مانا جاسکتا اسلئے کہ حجاج خلیفہ نہ تہا اور اوسکی حکومت کا زمانہ جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت سے پہلے گزر چکا تہا واقعات اور سنین کی مطابقت اسبات کی مقتضی ہے کہ اس گروہ کی ہجرت مدینہ مطہرہ سے خلافت عباسیہ کے زمانہ مین واقع ہوئی ہو صاحب قلاید الجواہر نے ذکر کیا ہی کہ اسمعیل ابن جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہما اور آپ کی اولاد کے ساتہہ حکومت وقت کا سلوک کچہہ عمدہ نہ تہا دار و گیر کا بازار گرم تہا پس ممکن ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین قوم نوایط کے سلسلہ اول و دوم کے ساتہہ سختی ہوئی ہو جن سلسلون کو مین نے فصل اول مین صراحت کے ساتہہ دکہلایا ہی اور سلسلۂ سوم کی ہجرت خلافت عباسیہ کے زمانہ مین واقع ہوئی ہو۔ یورپ کے ایک محقق (بارک ولکس) نے ہسٹری آف میسور (تاریخ میسور) مین اس قوم کے متعلق اپنی تحقیق کو دلچسپ طریقہ سے بیان کیا ہے۔ یہہ کتاب ۱۸۱۰ء مین شائع ہوئی ہے وہ واقعہ ہجرت کی ضمن مین لفظ نوایت کو نو آمدہ کے معنے مین تسلیم کرتے ہین جیسا کہ اسی باب کے فصل اول مین مولف نے لکہا ہے۔

وہ فرماتے ہین کہ ہجرت نبویہ کی پہلی صدی مین حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تہا عبد الملک بن مروان نے اوسکو معتبر

کیا تھا اوس کے ظلم و زبردستی سے مسلمان اوس سے متنفر تھے۔ بہت سے لوگون کو جو خاندان ہاشم سے عزت مند اور مالدار بھی تھے اوس نے نقصان پہونچایا وہ اوسکے ظلم اور زبردستی سے کوفہ چلے گئے (مولف کی رائے مین یہہ واقعہ سلسلہ اول و دوم سے متعلق ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) اہل نایط بھی اپنے عیال و اطفال اور نوکرون کے ساتھہ جہازون پر سوار ہوے بعض خلیج فارس مین پہونچے اور بعض ان مین سے آخر پر ملیبار کے کنارہ پر آئے اور کوکن مین مقیم ہوے۔ جو لوگ کیپ کامورین سکونت پذیر ہوے اون سے لبا بین کا تعلق ہے۔ لایق مورخ نے لکھا ہی کہ لبونکی قوم اپنا سلسلہ قوم نوایت سے جدا بیان کرتی ہے۔ مگر اوس مورخ کی تحقیق مین وہ من وجہہ نوایت ہی سے تعلق رکھتے ہین۔ وہ فرماتے ہین کہ لبے کا لفظ لبیک سے بنا ہے جسکے معنے حاضر ہون کے ہین۔ لبون کو قوم نوایت سے محکومی تعلق تھا (یہ انکی محض رائے ہے۔ مولف کو اس سے اتفاق نہین ہے) لبون کے رنگ و روپ سے آجکل بھی اسکی شہادت ملتی ہے نوایتونکی شکل و شباہت اہل فرنگ سے کم نہین ہے۔ وہ باہمی رشتہ داری رکھتے ہین۔ ہند کے معزز خاندانون کے ساتھہ بھی وہ اپنی اولاد کا نسبتی

تعلق نہین پسند کرتے۔ ہندوستانی دولتون مین یہ لوگ اپنی عجیب
شجاعت۔ تہذیب اور لیاقت کی وجہ سے مشہور ہین۔ مورخ نے
اس قوم کی اخلاقی تمثیل اس طرح پر بیان کی ہے کہ جب مین ایک
اندہیری رات مین راستہ بہولکر بہٹکتا ہوا کرناٹک کے ایک موضع
مین جا پہونچا تو موضع اوّل کنڈہ جو اس قوم کی جاگیر تہی میرے مقام
سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تہا۔ جب میری پریشانی اور سرگردانی
کی خبر اونکو ملی تو اس قوم کے ایک صاحب نے اپنے دو فرزندونکو
بہیجکر مجھکو بلوایا اور اپنا مہمان بنایا۔ جو خلق و مروت اونہون نے مسافر
نوازی مین صرف کی اوس کی تعریف بیان سے باہر ہے۔ اسکے بعد
لایق مصنف نے کمال خوبی کے ساتہہ اس قوم کے بعض امرا کا تذکرہ
اپنی تصنیف مین کیا ہے اور نام بنام اونکی اور اونکے کامونکی
تعریف کی ہے۔ جس سے مولف نے اس کتاب کے باب چہارم
فصل دوم مین بعض مشاہیر قوم کے احوال مین مدد لی ہے۔
یورپ کے ایک دوسرے محقق (ر ورن جی۔ یو۔ پوپ) نے بہی
مین بسبیل اجمال اس قوم کا احوال اور بعض مشاہیر قوم کے حا[illegible]

لکہے ہین جو برسر حکومت تہے یہہ معزز تصنیف لسنٹ بک آف انڈین ہسٹری کے نام سے مشہور ہے۔

مصنف رسالہ انساب النایط نے بہی واقعہ ہجرت قوم کو نہایت صراحت کے ساتہہ لکہا ہے اور سرزمین ہندین اس قوم کے اون تعلقات کا تذکرہ فرمایا ہے جو احمد آباد گجرات مین قایم ہوے۔ محمد ہاشم خان نظام الملکی نے اپنی تصنیف منتخب اللباب کی جلد سوم مین اون مشکلات عبرت انگیز کی تصویر کہینچی ہے جو ورود ہند کے وقت ہندونکی حکومت مین اس قوم کو پیش آئین قوم نے نہایت صبر و تحمل کے ساتہہ اون تمام شرایط کو منظور کیا جو فرمان روایان وقت کے جانب سے پیش ہوئین ایک عرصہ دراز تک گم نامی کے عالم مین انہون نے زندگی بسر کی اور اون تمام قواعد اور قوانین اور رسوم و رواجات کے پابند رہے جو دارالحکومت مین جاری تہے اخفائے ادراشاعت مذہب کی کوشش انہین کا حق تہا اسی احتیاط کا نتیجہ تہا کہ جب تک ہندؤنکی حکومت قایم رہی اہل ملک کے ساتہہ اتحاد و محبت کا رابطہ قایم رہا۔ باہمی اتفاق کی بدولت ان کی ہر ایک ضرورت پر فرمان روایان وقت

کی جانب سے اونکو ہر قسم کی مدد ملتی رہی اکثر خاندانون نے جدا جدا
پیشے اختیار کئے بعض نے کاشتکاری اور زمینداری کو پسند کیا بعض
افراد نے مختلف اجناس کی تجارت قایم کی اور کامیاب رہے غرض ہر طرح
پر رنج و راحت مین ہندؤنکا ساتہہ دیا۔ جب تک ہندؤنکی حکومت قایم
رہی اس قوم کے کسی فرد نے ملازمت کو پیشہ وری پر ترجیح نہین دی سلطان محمود
غزنوی کے زمانہ سے انکے عروج کا ستارہ چمکا اسکے بعد ہر ایک زمانہ مین والیان
ریاست کی نگاہ انکے محاسن اخلاق اور کارنامون پر پڑنے لگی مختلف مقامات
سے انکی طلب مین احکام آنے لگے۔ باوجود اسکے بہت کم افراد نے ملازمت
اختیار کی قوم کے بڑے حصہ نے تجارت مین فروغ پایا۔ زمانہ حال تک
بہی افراد قوم کی تجارت اور ملازمت کی قریب قریب وہی نسبت قایم ہی بہٹکلہ
کوکن۔ اور گووہ مین ہزارہا افراد اس قوم کے اپنے آبائی پیشہ تجارت مین خوشحال
ہین بعض اہل تاریخ نے قوم کی ہجرت کو ۸۲ھ سے ہی متعلق کیا ہی جیسے ابو جعفر طبری
اور نواب شہنواز خان صمصام الملک نے پس ان مجموعی واقعات سے یہ بات
صراحت کے ساتہہ معلوم ہوسکتی ہے کہ اس قوم کی ہجرت مدینہ مطہرہ سے دو مختلف
زمانوںمین واقع ہوئی پہلا زمانہ ۸۲ھ یا ۸۳ھ کا تہا اور وہ سلسلہ اول و دوم سے

مخصوص ہو سکتا ہے اور دوسرا از ماتہ ۱۵۲ھ کا ممکن ہی کہ تینون سلسلونکے افراد سے متعلق ہو پس بعض اہل تاریخ نے فاش غلطی کی ہی جو بالعموم واقعہ ہجرت کو حجاج ابن یوسف ہی کے زمانہ حکومت سے مخصوص کیا ہی بہت بڑا تعجب اسپر ہوتا ہے کہ جس مصنف نے قوم نایط کے نسب کا سلسلہ جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتہہ ملایا ہی اور جس نے ہجرت کا واقعہ ۱۵۲ھ سے متعلق کیا ہے دونون نے مظالم حجاج اور اوسکی حکومت کو ہجرت کا باعث قرار دیا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ قوم کے دو سلسلون مین عبد اللہ اور جعفر کے نام کے اتحاد سے مصنفین کے خیال کو دہوکہ ہوا اور مطابقت زمانی کیطرف توجہ نہین کی گئی بہر حال یہہ واقعہ مسلمہ ہے کہ قوم کی پہلی ہجرت مدینہ مطہرہ سے ہوئی اور دوسری ہجرت بغداد سے۔ اور تیسری ہجرت بصرہ سے ہندوستان کا ورود ۱۵۲ھ کے بعد ہے۔ اسوقت افراد قوم بہٹکلہ۔ کوکن۔ بیجا پور گووہ۔ ملیبار۔ دہلی۔ احمد نگر بمبئی۔ مدراس۔ حیدر آباد۔ جاؤرہ[۴] مین پہیلے ہوے ہین جن کے اکثر افراد سے مولف نے ملاقات کا اعزاز حاصل کیا ہے ممکن ہے کہ ہندوستان کے اور شہرون مین بہی اس قوم کا وجود ہو۔

تیسرا باب قوم نایط کے مذہب مخصوصات قوم

۴۔ کہا گیا ہی کہ جاؤرہ مین اس قوم کے تمام افراد زراعت پیشہ ہین۔

اور رسم و رواج کے متعلق مشتمل بر دو فصل

پہلی فصل مذہب اور مخصوصات قوم کے متعلق

مذہب | قوم نایطا کا بڑا حصہ مذہب سنت جماعت کا پیرو اور شافعی المذہب ہے
بعض افراد قوم مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہین شاذ و نادر افراد تفضیلیہ ہین لیکن اصول مذاہب اربعہ کے تابع۔ جنکو اسمعیلیہ کے سلیمانیہ گروہ کے مماثل خیال کرنا چاہئیے۔ بہت کم افراد نے مذہب اثنا عشریہ کو اختیار کیا ہے۔ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ننشتہ ہجری کے بعد ان مین مذہبی اختلاف پیدا ہوا۔ بعض تصانیف سے ثابت ہے کہ ہجرت اولی کے بعد بغدا دہی سے اس کا آغاز ہوا۔ یعنے اس قوم کی ایک جماعت نے امیر بغداد کی دعوت قبول کی اور اثنا عشریہ مذہب کو اختیار کرلیا بعض تاریخون سے اسکا پتہ چلتا ہے۔ کہ شاہ طاہر دکنی کے زمانہ مین اس قوم کے ایک خاص گروہ نے شیعیت کا اعتراف کیا اور طائفہ سے ملقب ہوے بعض کو فضیلت سیدنا حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کیطرف میلان تہا جو مایل سے پکارے گئے لیکن اُس حکومت کی اختتام پر اس اختلاف کا

بھی خاتمہ ہو چکا صاحب منتخب اللباب فرماتے ہین کہ چون اینہا قاصد بنادر
دکن کہ دران زمان بندر دابل وچیول وکنبایت وبھروچ واطراف
مچھلی بندر جاری بود گردیدند بہ ہمعنانی باد موافق ومخالف ہر جہاز ے
بہ بندرے افتاد ووقت فرود آمدن چون راجہ وزمیندار ہر مکان کہ
فرمانروائے آنجا بودند واسم اسلام در گوش انجاعۃ حکم خلیدن ہزار
خار یاد داشت وقت فرود آمدن آنہا مضائقہ می نمودند آن تختہ بندان
دریائے سرگردانی ودریا نوردان بحر حیرانی بہ تملق والحاح پیش آمدہ قرار
عہد وپیمان عدم اظہار دین خود کہ در گوشہ وکنار خانہ خویش ہر یکے
بعبادت معبود برحق رسم وآئین خود بردارد ودر ظاہر وآشکار اموافق
روئیہ آن ملک در لباس ودیگر اطوار بعمل آردمیان اوردہ فرود آمدند
وبکمال حزم واحتیاط کہ صدائے اذان وقرارت قران وعادات دیگر بگوش
ہوش آنقوم نرسد زیست می کردند الخ۔ زمانہ حال تک اس قوم کے کل
افراد اپنے مذہبی احکام کی سخت پابندی کرتے ہین اور طہارت کے نہایت
محتاط ہین اکثر افراد قوم ہمیشہ باوضو رہتے ہین۔ ریاضت کے
عادی ہین۔ اس قوم کے بہت کم افراد ایسے پائے جاوینگے جو حرمین شریفین

زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے طواف و زیارت سے مشرف نہوے ہون
صوم و صلوٰۃ کی پابندی انکی بہترین عادت ہے نماز جمعہ ہمیشہ جامع مسجد
مین ادا کرتے ہین تقسیم زکوۃ مین تساہل نہین کرتے صلہ رحم کا خیال رکھتے ہین
اپنے خاندان کے مفلوکون کی اعانت اور خبرگیری مین کوتاہی نہین کرتے
میراث کی تقسیم مین بلالحاظ امیر و غریب بغیر مناقشہ باہمی تصفیہ کر لیتے ہین
علوم دینی کی تحصیل کو دیگر علوم دنیوی پر مقدم جانتے ہین۔ اکثر افراد
حافظ قرآن ہین اور پابندی کے ساتھہ تلاوت کلام مجید کے عادی ہین
تجہیز و تکفین اموات مین نہایت سادہ طریقہ پر عمل کرتے ہین اور شرعی احکام
کا لحاظ رکھتے ہین۔ اپنی قوم کے رنج و راحت کے شریک رہتے ہین
حاصل یہہ ہے کہ اس قوم کا طرز عمل اکثر امور مین احکام مذہب کا
پابند ہے۔

پابندی کفو کفو کی پابندی اس قوم کی اعلےٰ صفت ہے۔ صاحب
منتخب اللباب نے اپنی تصنیف کی جلد سوم مین فرمایا ہے کہ اما درین
ضمن درصورت احتیاط بعض امور کہ از شرفائے دیار عرب در
غربت بکار رفتہ خلاف طریقہ عجم کہ بحکم ضیعوا انسابهم سررشتہ کفو را

از دست نداده اند و در گرفتن و دادن دختر غیر ہم قوم سوائے سیدے
کہ صاحب شجرہ و ذی شہرہ باشد تا پنج سلسلہ با وجود کمال پریشانی
و در ماندگی نسبت نمی نمایند و از جاریہ این ملک کہ ہیچ مذہب سوائے
دارحرب ملکیت آن ثابت نمی گردد و از قوم اراذل و فاحشہ کہ بعاشقی
در خانہ آرند فرزند حاصل نمی کنند و اگر احدے از سلسلہ آنہا مرتکب این
افعال گردد او را از قومیت اخراج نمودہ در شادی و غمی او نفرت و قطع

صلہ رحم می نمایند و با و نسبت نمودن باعث خرابی نسل می دانند الخ

حقیقت یہہ ہے کہ کفو کی پابندی جسقدر اس قوم مین رہی ہے اوسقدر ہندوستان کے اور اقوام مین کم پائی گئی ہے فریق ثانی کیساہی مالدار اور کیساہی شریف کہلاوے اگر وہ قوم نایط سے نہین ہے تو کسی حالت مین نہ اوسکو لڑکی دیجاتی تھی اور نہ اوسکی لڑکی لیجاتی تھی۔ اسی پابندی کی برکت ہے کہ زمانہ حال تک اس قوم کا نسب قایم ہے اگرچہ فی زمانہ بعض افراد قوم نے اسکے برخلاف بہی عمل کیا ہے جیساکہ ڈوگلی کے لقب سے اوس کا پتہ چلتا ہے اور مولف کے ہم عصرون مین بعض ایسے نظایر بہی موجود ہین لیکن وہ الشاذ کالمعدوم کی مصداق ہین اس خلاف

وبرزی کا اصلی سبب امارت ہے بعض افراد قوم نے اہل قوم سے محض اس بنیاد پر سمبندیا نہ منظور رہنین کیا کہ وہ مفلس تھے زمانہ سلف کی تاریخ سے یہہ بات ثابت ہے کہ افراد قوم کو افلاس اور امارت کا کوئی خیال نہ تھا بلکہ اونکو صرف اپنی قوم کی تلاش رہتی تہی۔ اس زمانہ مین بہی بعض خاندان ایسے ہین جو زمانیان سلف کے ہم خیال ہین لیکن طبقہ امرا کی کم التفاتی نے بعض نظایر اُسکے بر خلاف بہی پیدا کر دئے ہین جسقدر فوایدِ پابندی کفو مین متصور رہین وہ کسیطرح غیر کفو سے متوقع نہین ہوسکتی قومی شرافت کا یقین۔ اخلاقی معلومات صحت کی حالات جس حد تک کفو مین معلوم ہوسکتے ہین ناممکن ہے کہ غیر کفو مین اون پر جیسا چاہئیے بہر و سے ہوسکے جن اقوام مین پردہ کی پابندی ہے اون مین ایک اور نعمت صرف کفو ہی کی بدولت حاصل ہوسکتی ہے۔ ہندوستان کے بعض خاص ملکونکا رواج لڑکیون کے والدین کو مجبور کرتا ہے کہ وہ لڑکے کے اقربا راناث سے بہی اوس لڑکی کو چہپا وین جسکی نسبت کا پیام ہے تا بہ خواہندہ نسبت چہ رسد نتیجہ اس رواج کا اکثر یہہ دیکھا گیا ہے کہ عقد کے بعد میان نے اپنی بی بی کی وجاہت کو اسلئے نہین پسند کیا کہ مشاطاون کے مبالغہ سے

سوین حصہ کی بہی اصلیت نہ تہی یہی ایک چیز ہے جو بہت سے خانہ بربادیونکا باعث قرار پائی ہے مانا کہ مذہب اسلام کے احکام کی پابندی نکرنیکا یہہ نتیجہ ہے لیکن کیا کیا جاوے رواج ملک کے لحاظ سے ہندوستان کے خاندانی مسلمانون مین شادی سے پہلے لڑکا اپنے منسوبہ لڑکی کو کسی طرح بچشم خود نہین دیکہہ سکتا پس جو چیز اس نازک مسئلہ رواجی مین ایک حد تک مدد دے سکتی ہے وہ صرف کفو کی پابندی ہے اور بس۔

پردہ اس قوم کے پردہ کا رواج زمانہ سلف مین کس اصول پر تہا اوسکی دریافت تحصیل حاصل ہے۔عرب مین پردہ کا جو طریقہ رہا ہو یا جو طریقہ اسوقت ہے اوسی پر اس قوم کے پردہ کو محمول کر لینا چاہئیے لیکن ہندوستان مین یہہ قوم مستورات کے پردہ مین مسلمانان ہند کے ہم قدم ہے برقعے یا ملاییے کے ذریعہ سے کاروبار کرنا اور گہر سے باہر نکلنا شریف عورتون کے لئے معیوب ہے مولف نے بچشم خود دیکہا ہے کہ میانے یا گاڑی کی سواری مین صرف دروازون یا کہڑکیون کے بند کرنے کو کافی نہین سمجہا جاتا تہا بلکہ اوس سواری پر ایک بہت بڑا پردہ یا غلاف ڈالا جاتا تہا جس مین سے ہوا کا گذر بہی قریب ناممکن کے ہوجاتا تہا

اور یہی طریقہ بعض خاندانون مین ابتک چلا آتا ہے لیکن ریل کی سواری سنے بہ مجبوری اس مین ترمیم کرائی ہے۔ خاص کراون مقامات کے لئے جہان میانہ کا بہم پہونچنا مشکلات سے خالی نہین ہے۔ ملایہ یا برقع پر قناعت کیجاتی ہے شہرون مین بند گاڑیان بغیر پردہ کے کافی سمجھے جاتے ہین۔ بند میانہ اگرچہ بند گاڑی کا مشابہ ہے لیکن تاہم میانہ پر پردہ ڈالنے کا رواج ہنوز باقی ہے۔ خاندان کے اون افراد کے روبرو جن سے کوی قرابت ہے جو خاندانی اور ہم قوم سمجھے جاتے ہین اور عزیز کہلاتے ہین باوجود غیر محرم ہونے کے مستورات پردہ نہین کرتین۔ کنواری لڑکیان غیر محرم مردون کے روبرو اگرچہ وہ اپنے خاندان اور قوم سے ہون البتہ چھپتی ہین مگر یہہ حجاب صرف شرم کی حد تک ہے سن طبعی سے پہلے تو اسقدر حجاب بہی نہین رہتا ایک۔ خاندان کا لڑکا کسی ایسی لڑکی کو جو اوسکے ہم خاندان ہے جس سے اوسکی نسبت کا پیام ہے باوجود بعد قرابت وغیر محرمیت کسی نہ کسی موقع پر اکثر ؔ دیکہہ سکتا ہے یا دیکھا ہوا ہوتا ہے احکام شرع محمدی کے برخلاف اگر ملک کا رواج کسی خاص اہتمام کا مانع ہے تو اہل خاندان کے لئے یہہ خاندانی رواج

اوس کا بدل قرار پاسکتا ہے۔

لباس | تاریخ خافی خانی سے ثابت ہے کہ ابتدائی زمانہ مین جب یہہ قوم ہندوستان آئی تو اس قوم کی مستورات نے ضرورت وقت کے لحاظ سے ہندوؤن کا لباس اختیار کیا تہا وہ فرماتے ہین کہ دراکثر بنادر لغایت حال زنان شرفائے آنجا کہ بقوم عرب و نوتیہ مشہور اند وجمعی کہ از اولاد عباس وزبیر وطلحہ و دیگر اصحاب کبار خود رامی گیرند رخت و لباس عورات ہنود می پوشند و بہمین دستور بطریق اخفار زندگانی می نمودند وبعبادت صانع بیچون می پرداختند الخ لیکن وہ مجبوری کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کی حکومت کے بعد ختم ہوچکا۔ عادت ہی کی بدولت اوسکا یادگار اسوقت تک باقی رہا اب اوس عادت مین بہی بہت کچہہ اصلاح ہوچکی ہے فی زماننا مستورات کا لباس مقام سکونت کے لحاظ سے کم کم تبدیلی اختیار کرچکا ہے۔ ساڑی کی پوشاک بلاشک ابتک باقی ہے لیکن صرف شوق کی وجہ سے۔ حیدرآباد مین پائجامہ اور کرتیان اور دوپٹے مدراس مین تہبند اور دامنیان اور اور ملکون مین وہان کی خاص پوشاک مسلمان مستورات کے لئے مخصوص ہوچکی ہے بعض افرادون مین ایسے بہی

ہین جو عرب کے لباس کو پسند کرتے اور اوسی کو پہنتے ہین بمبئی پریسیڈنسی
کا مقامی لباس خود لباس عرب سے مشابہ ہے حیدرآباد مین کرتہ کا لباس
مستورات کے لئے بلحاظ ستر خاصہ لباس ہے۔ بہ ہیئت مجموعی زمانہ حال مین
مستورات قوم نایطہ کا لباس ہنود کا لباس نہین کہا جا سکتا۔ خصوصًا
لباس کے مسئلہ مین زمانہ تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے بعض افراد قوم
نے مختصر شیروانیون کا لباس اختیار کیا ہے پائجامہ اور ساڑیون کی
ساتھہ اوسکو پہنتے ہین۔ صرف پائجامہ کے ساتھہ شیروانی پر ایک جدا اگانہ
اوڑنی بہی مستعمل ہے جسکو اہل مدراس دامنی کہتے ہین اور حیدرآباد
مین اوسکا نام کہڑا دوپٹہ ہے۔ مردانہ لباس مین اب لباس ہنود کے
مشابہت بہت کم باقی رہگئی ہے اکثر افراد قوم عربی جبہ۔ قمیص۔ صدری
شایعہ۔ چغہ عمامہ استعمال کرتے ہین پائجامہ پہنا جاتا ہے۔ اہل مدراس
مین نیمہ جامہ اور خاندانی دستار یا عربی عمامہ کا رواج ہے علی ہذا حیدر آباد
کی منصبداری پگڑی یا اوسکے بدل مین عمامہ رائج ہے۔ اگرچہ یہہ بات
مانی ہوئی ہے کہ جامہ اور کہڑکی دار دستار کا رواج شہنشاہ اکبر کے
زمانہ مین راجپوتون سے لیا گیا ہے متعدد کتب تاریخ سے اسکا پتہ چلتا ہے

لیکن اس قوم مین جامہ اور کپڑی دار دستار کا رواج صرف مدراس پسندیکی مین کسیقدر باقی رہ گیا ہے۔ ترکی ٹوپی کا رواج کم کم ہو چلا ہے اور اور مقامات پر بہی مسلمان مردون کا لباس مخصوص ہو چکا ہے جو ہندؤنکے لباس سے ما بہ الامتیاز فرق رکہتا ہے۔ انگریزی قطع کے لباس کو اس قوم کے اکثر افراد ناپسند کرتے ہین۔ اکثر افراد قوم پاؤن مین ملکی جوتا پہنتے ہین۔ بعض ایسے بہی ہین جو عربی طریقہ پر نعلین کا استعمال کرتے ہین۔

زبان — اس قوم کی زبان عموماً اردو ہے۔ بعض مواضع کے باشندے ناگزیر ملکی زبان بولتے ہین اس مین شک نہین کہ ان کی روزمرہ اردو زبان مین صدہا الفاظ تلنگی۔ اردی۔ مرہٹی اور کنڑی کے مخلوط ہین۔ اگرچہ اردو کی بامحاورہ زبان بہی سنسکرت اور دیگر زبانون سے خالی نہین ہے۔ لیکن اس قوم کی اردو زبان عجیب ہے۔ ان کے محاورات خاص ہین۔ حیدرآباد مین جو افراد قوم سکونت پذیر ہین اون کی زبان مین بہی قومی اصطلاحی الفاظ کی جہلک معلوم ہو جاتی ہے بدینوجہ کہ ان کے اسلاف کا

ابتدائی زمانہ عربی زبان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد بالکل ہندؤن کے
ساتھہ گذرا ہے زبان کی یہہ حالت تعجب خیز نہین ہے۔ حیدرآباد کے
باشندے بہ نسبت اور ملکون کے باشندون کے کسی قدر درست اردو
بولتے ہین مدراس پریسیڈنسی مین اس قوم کی اردو زبان بہت ہی خراب
ہے۔ علی ہذا بمبئی۔ احمد نگر۔ گجرات۔ کوکن۔ گوا۔ وغیرہ مین ممالک مغربی
وشمالی کے رہنے والی قوم نایط اہل زبان کی صحبت مین البتہ اپنی زبان
کو درست کرچکی ہے۔ لیکن عورتون کی اردو زبان اسقدر درست
نہین ہے جس قدر مردون کی زبان۔

تعلیم و تربیت | قوم نایط اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت مین زیادہ سعی
کرتی ہے۔ لڑکا ہو یا لڑکی اوسکو اول کلام مجید کا درس دیا جاتا ہے
اکثر خاندان اپنے لڑکون کو حفظ قرآن سے پہلے کسی اور کتاب کو پڑہانا
پسند نہین کرتے۔ ختم قرآن کے بعد فقہ اور عقاید کے اردو رسائل
پڑہاتے ہین۔ پہر انشاء فارسی۔ اور عربی کی صرف کا آغاز ہوتا ہے
عربی کی صرف و نحو سے فراغت ہونے کے بعد علوم دینیہ سے
فقہ اور حدیث کو اور علوم پر ترجیح دیجاتی ہے۔ مغربی علوم سے

اکثر خاندانون کو تنفر ہے۔ اون کا خیال ہے کہ مغربی علوم سے اسلامی خیالات مین فرق آجاتا ہے۔ فی زماننا اکثر روشن خیال خاندانون نے تعلیم مذہبی کے بعد علوم مغربیہ کی ضرورت کو بہی تسلیم کیا ہے دنیوی ضرورتون کے لحاظ سے اون کا یہہ خیال بہت درست ہے۔ جہان کہین تعلیم فنون کے مدارس قایم ہین وہان اس قوم کے افراد اپنی اولاد کو خوشی کے ساتہہ تعلیم دلواتے ہین۔ لڑکیون کو ختم کلام مجید کے بعد صرف اردو زبان کی دو چار مذہبی کتابین اور طرز معاشرت کا کوئی ایک رسالہ اور علم حساب کی تعلیم کافی سمجہی جاتی ہے۔ خطاطی کی تعلیم سے اکثر خاندان احتراز کرتے ہین اون کا خیال ہے کہ کتاب کا پڑہ لینا کافی ہے۔ ادائے مضمون کے لئے نامہ نگاری کی مشق بے ضرور اور خطرناک ہے۔ مولف کو اکثر بزرگان قوم سے اس کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اون کا اصلی خیال یہہ ہے کہ درسی کتابون کی نقل کا کر لینا جو مذہبی تعلیم اور اخلاق سے متعلق ہون اون کو ناپسند نہین ہے خط و کتابت کی زیادہ مشق البتہ وہ ضروری نہین سمجہتے باوجود اس خیال کے

اکثر لڑکیان بہت اچہی طرح پر لکہنے پڑہنے کے قابل ہو جاتی ہین علم حساب کی تعلیم اگرچہ ادنےٰ درجہ مین دیجاتی ہے مگر خداداد ذہانت کی وجہ سے حسابی سوال کا جواب بغیر کسی تحریری عمل کے صرف زبانی حساب سے صحیح ادا کرتی ہین۔ بعض خاندانون کی لڑکیان اپنے والد یا بہائیون کے تعلیم سے خوشنویس بہی ہوگئی ہین لڑکیون کو لکہنے پڑہنے کے سوا سینے پرونے کی تعلیم بہی اہتمام کے ساتہہ دیجاتی ہے مختلف قسم کی کاری گری سوئی تاگے کام مین اونہین سکہلائی جاتی ہے۔ زمانہ حال کے بعض روشن خیال افراد نے اپنی لڑکیون کی تعلیم مین انگریزی طریقہ پر۔ جُرابے۔ گلوبند۔ نقشی تورو غیرہ کا بنانا بہی شامل کر لیا ہے۔ پہر کہانے پکانے کی تعلیم مین معمولی پخت و پز پر اکتفا نہین کیا جاتا بلکہ مختلف قسمون کے پکوان اونکو سکہلائے جاتے ہین۔ اس قوم کی خانہ ساز مٹہائیان مشہور ہین جن کی تعلیم نہ صرف لڑکیون کو بلکہ لڑکون کو بہی دیجاتی ہے۔ یا یون سمجہنا چاہیئے کہ لڑکے اپنے بہنون کی تعلیم کے زمانہ مین ایک حد تک اوس سے خود واقف ہو جاتے ہین۔ مولف

تاریخ نے اپنی والدہ مکرمہ کے اس کمال کو ہمیشہ دیکھا ہے اور ایک حد تک اکثر مٹھائیون کی تیاری سے خود واقف ہے ایسی عمدہ اور مختلف اقسام کی شیرنیي جیسی کہ اس قوم کی خانہ ساز شیرنیي ہوتی ہے ہندوستان کے اور قومون مین بہت کم دیکھی گئی ہے مٹھائیون کے مختلف نام ہین ہر ایک کا ذایقہ اور ہر ایک کی لذت خاص ہوتی ہے اوس کے ظاہری اشکال مین کاریگری اور کمال سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض مٹھائیون کی حقیقت اور اون کے نامین کو مولف نے ذیل مین لکھے ہین جو مشت نمونہ از خروارے کا حکم رکھتے ہین۔ ناظرین کے لئے اوس کا ملاحظہ غالباً خالی از دلچسپی نہوگا

(۱) **اشرفی**۔ یہہ ایک نہایت نفیس مٹھائی ہے جو سکہ اشرفی سے مشابہ بنائی جاتی ہے جس کے دونون جانب الفاظ ذیل کا ٹھپہ لگایا جاتا ہے۔ یہہ الفاظ دو مصرعون کے ذریعہ سے موزون کئے گئے ہین جس مین اون اجناس کے نام ہین جن سے یہہ مٹھائی بنتی ہے۔

وہو ہذا

گلاب و مشک و بادام و نبات است — غلط کردم تمام آب حیات است

کہا جاتا ہے کہ اس مٹھائی کے موجد اور اس شعر کے مصنف امیر الہند نواب محمد غوث خان بہادر والی ریاست مدراس ہین ۔ مولف نے اس کا تذکرہ باب سوم کی دوسری فصل اور قوم نایط کی منگنی کی تقریب مین کیا ہے اس مٹھائی کو غربائے قوم تقاریب مروجہ مین روپیون کی عوض استعمال کرتے ہین ۔ یہہ نہایت لذیذ مٹھائی ہے

(۲) **امرود پہل** ۔ امرود ایک پہل کا نام ہے ۔ یہہ مٹھائی کہوئے سے بنائی جاتی ہے جو امرود سے مشابہ ہوتی ہے یعنے کہوئے کے امرود شکر کے شیرے مین چہوڑے جاتے ہین ۔ بعض نے اس کو امرت پہل کہا ہے ۔ زبان سنسکرت مین اَمرِت کی معنی شہد کے ہین اور پہل سے وہ مصنوعی پہل مراد ہے جو کہوئے سے بنایا جاتا ہے بدینوجہ کہ کہوئے کے مصنوعی پہل شکر کے شیرے مین ڈوبے ہوے رہتے ہین اس کا نام امرت پہل رکہا گیا ۔

(۳) **انڈے کی پیوسی** ۔ پیوسی زبان ہندی کا لفظ ہے ۔ اوس گاڑہے دودہ کو پیوسی کہتے ہین جو بچہ ہونے کے کئے روز بعد تک

غلیظ رہتا ہے اور آگ پر رکھنے سے منجمد اور کھیل کھیل ہو جاتا ہے
اس مٹھائی کو شکر۔ کہو یا۔ اور انڈون کو حل کر کے زعفران مشک
اور مغزیات کی شرکت کے ساتھہ بنلاتے ہین۔ ان مخلوطی اجزا کو لگن مین
آگ پر دم دینے سے جب وہ جم جاتے ہین تو اس کو مربع یا مستطیل یا مدور
ٹکرون مین کاٹ کر استعمال کرتے ہین۔ یہہ نہایت خوش ذایقہ اور
مقوی مٹھائی ہے۔

(۴) بادامی پوریان۔ اس کی بڑی کاری گری نقش و
نگار سے تعلق رکھتی ہے۔ نقروی ٹھپے مختلف قسم کے تیار رہتے ہین
بادامی ورق پر باریک سے باریک جال اور پھول اون ٹھپون
کے ذریعہ سے بناتے ہین اور اوس کے نیچے طلائی یا نقروی ورق
جما کر کنگورہ دار پوریون کی شکل قایم کیجاتی ہے۔ پھر اون کو کوئلون
کی آگ پر دم دیا جاتا ہے جس مین ورق کی چمک بہت بھلی معلوم
ہوتی ہے اور ذایقہ مین ایک قسم کا سوندھا پن نہایت خوشگوار
ہوتا ہے۔

(۵) بادامی حلوا۔ یہہ بڑی مقوی اور لذیذ مٹھائی ہے

بادام مصری۔ زعفران اور مشک سے بنائی جاتی ہے۔ اس کا ذایقہ قریب قریب اشرفیون کے ذایقہ کے ہوتا ہے۔ مگر اس کا قوام اشرفیون سے کسی قدر زاید۔ یہہ حلوا چینی کٹوریون مین جمایا جاتا ہے اور چمچون سے اوس کا استعمال ہوتا ہے۔ یہہ رقیق مٹھائی ہے۔

(۶) بادامی میوا۔ اس مین بڑی کاری گری صرف کیجاتی ہے۔ بادام کا حلوا تیار کرنے کے بعد اوس سے مختلف مصنوعی میوے بنائے جاتے ہین جیسے انگور۔ انار۔ انجیر۔ کیلہ۔ آم وغیرہ اس کاری گری مین مختلف رنگون کا استعمال ہوتا ہے۔ مصنوعی میوے کے رنگ و بو کو اصلی میوے سے ملانا بہت نازک کام ہے۔ بعض افراد قوم نے نوابی مدراس کے زمانہ مین اسی کاری گری کا معتد بہ انعام پایا ہے۔

(۷) باقلا۔ زبان عربی مین ایک خاص غلہ کا نام باقلا ہے جو مٹرا ور لوبیہ سے مشابہ ہوتا ہے۔ جس طرح باقلا کے تخم چھلکے کے اندر ملفوف رہتے ہین۔ اوسی طرح سوجی کے مانڈون مین بادامی حلوہ کے ٹکیا ئین رکھہ کر کوئلون کی آگ پر اوس کو دم دیتے ہین یہہ

بڑی مزہ دار مٹھائی ہوتی ہے

(۸) **بوٹ کا حلوا**۔ قومی اصطلاح مین واؤ مجہول کے ساتھہ کلمہ کی اونگلی کے سرے کا نام بوٹ ہے۔ اگرچہ یہہ حلوا بھی چینی کی کٹوریون مین جمایا جاتا ہے۔ مگر اسکا قوام اول الذکر حلوے سے کسی قدر زاید ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس حلوے کا ذایقہ اوسوقت معلوم ہوتا ہے جب کہ بوٹ سے کہایا جاوے۔ یہی اوس کی وجہ تسمیہ ہے۔

(۹) **پنجیری**۔ ایک خاص قسم کی مٹھائی کا نام ہے اردو مین یہہ لفظ بولا جاتا ہے۔ سوجی کو مسکہ مین بہون کر اوس مین شکر اور گہی مین بہنے ہوے چہارون کی قاشین اور مسکہ مین بہنا ہوا گوند ملاتے ہین۔ انہین پانچ چیزون کی شرکت سے اس کا نام پنجیری ہوا۔ زمانہ حمل کے نو ماسہ کی تقریب مین بعض خاندان اسکی تقسیم کرتے ہین۔ یہہ ایک قسم کا مالیدہ ہے جو نہایت ذایقہ دار ہوتا ہے

(۱۰) **پورن پوری**۔ ہندی زبان مین پورن کے معنے بہرپور کے ہین اور پوری گہی کی تلی ہوئی روٹی کو کہتے ہین پورن پوری

ایک مٹھائی کا نام ہے جو سوجی کے نہایت باریک مانڈ وں مین تہہ بہ تہہ بہرا ہوا حلوا اورمسکہ کی پرت جماکر بنائی جاتی ہے چینی کی تشتریون مین متعدد پورن پوریان جمائی جاتی ہین اور بہت بہلی معلوم ہوتی ہین۔ یہہ بڑی مقوی اور دیرہضم مٹھائی ہے۔ ہندؤن مین اس کا بہت رواج ہے غالبًا ہم نے اونہین سے اسکو سیکہا ہے۔

(۱۱) **پہینی**۔ زبان ہندی کا لفظ ہے۔ اوس مٹھائی کا نام جو سوجی کے تارون سے بنائی جاتی ہے جیسے سویّان اس کو دودہ مین بہگو کر پکاتے ہین بہت بامزہ مٹھائی ہے۔ بعض لوگ پہینی کو کدوکے تارون سے بناتے ہین۔

(۱۲) **پیوسی**۔ یہہ مٹھائی اوس دودہ سے بنائی جاتی ہے جو گائے یا بہینس کے بچہ دینے سے چہہ دن تک دوہا جاتا ہے جس کو چکّا دودہ کہتے ہین یہہ ایسا گاڑہا ہوتا ہے کہ شکر ملانے اور گرم کرنے سے جم جاتا ہے اس قوم کے بعض بی بیان معمولی دودہ کو کہٹائی سے پہوڑ کر ہر وقت اوسکی پیوسی بنالیتی ہین۔ اور پیوسی بڑی لذیذ چیز ہے۔ اگرچہ اوسمین اور کسی چیز کی شرکت نہین ہوتی۔ صرف دودہ اور شکر ہی سے کام

لیا جاتا ہے۔لیکن تیاری کے طریقہ خاص سے اوس مین ذائقہ خاص
پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۳) **جالی**۔ زبان ہندی مین مشبک چیز کو جالی کہتے ہین۔جالی
ایک بادامی مٹھائی کا نام ہے۔جس مین باریک باریک نقشی سوراخ
کئے جاتے ہین۔دو دو انڈے کی سپیدی۔پسا ہوا بادام۔شکر۔گلاب
ان اجزا سے اوس کو بناتے ہین۔کوئلون کی آگ پر دم دینے سے
اوس مین سختی پیدا ہوتی ہے۔اس کا گردہ بہت نازک ہوتا ہے
ذرا سے دھکے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ذایقہ دار مٹھائیون مین اس کا
شمار ہے۔ تھوڑے سے صرفہ مین زیادہ مٹھائی تیار ہوتی ہے۔

(۱۴) **حب کی لوز یا حَب کا حلوا**۔یہہ مٹھائی بادام مصری
نشاستہ اور گلاب سے بنائی جاتی ہے۔حَب عربی زبان کا لفظ ہے۔
دانہ اور تخم کے معنون مین بولا جاتا ہے۔لوزا ور حلوا دونون عربی زبان
کے الفاظ ہین۔لوز کے معنے بادام اور حلوا سے میٹھا یا میٹھی چیز یا نرم
شیرینی مراد ہے۔حَب کے لوز اون محرّف تراشیدہ کھجورون کا نام
ہے جن کے اندر دانہ دار شیرینی بھری ہوئی ہو نظاہر مین وہ خشک

میدے سے بنے ہوے اور سفید رنگ معلوم ہوتے ہین اور اندر دانہ دار شیرہ بہرا ہوتا ہے۔ حب کے حلوے مین بہی یہی صفت ہوتی ہے۔ جس سے حَب کے لوز آسانی کے ساتہہ بن سکتے ہین۔ اسکی لطیف شیرنیی اور عطریت اور ذایقہ مولف کی رائے مین تمام مٹہائیون پر فایق ہے حضرت اختر فرماتے ہین۔ ؎

حُسن کی لوز جب نظر آئی　　عشق مین بوی نیشکر آئی

(۱۵) **حلوا سوہن**۔ زبان اردو مین ایک قسم کی مٹہائی کا نام ہے۔ یہہ ابتداً ایسا سخت پایا جاتا ہے جس کی نسبت مبالغتاً کہا جاتا ہے کہ بغیر سوہان کے نہ توٹیگا۔ مگر جب دانتون مین دبایا جاتا ہے تو خستگی کے ساتہہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ بزرگان قوم نے کہا کہ ضعیفون کے خاطر ہم نے اسکو ایسا بنانا شروع کیا ہے دراصل اسکی تیاری مین بری صفت یہی تہی کہ لوہے کے ہٹہوڑے سے توڑا جاتا تہا اور اوسکے ریزے منہہ مین مثل سخت مصری کے گہولے جاتے تہے۔ اس مین شکر اور میدے اور مسکہ سے کام لیا جاتا ہے بعض لوگ مغزیات بہی شریک کرتے ہین۔ بڑی ذایقہ دار اور

لطیف شیرینی ہے۔

(۱۶) خشتِ عَدَن۔ یہہ ایک نفیس مٹھائی ہے جو منجمد حلوا کو مستطیل ٹکڑون مین کاٹ کر بنائی جاتی ہے۔ بے شک اسکی وضع اینٹ سے مشابہ ہوتی ہے اسکے موجد قومی باشندگان عَدَن کہے جاتے ہین۔ لیکن اس کے نام مین عَدَن کا لفظ بفتح اول و سکون دال بہشت کے معنون مین مستعمل ہے۔ کدو۔ کھویا۔ مصری۔ مغزیات کیوڑا۔ زعفران کی شرکت سے ایک حلوا تیار ہوتا ہے جس کا قوام سخت رکھا جاتا ہے اور حالت انجماد مین اسکو مانڈے کی شکل پر پھیلا اوس سے مستطیل ٹکڑے کاٹ لئے جاتے ہین۔ اس مٹھائی مین ذائقہ لطیف کے سوا ترتیب بدن کا اعلے جوہر ہے۔

(۱۷) دہی ٹڑے۔ ٹری بیائے معروف زبان ہندی مین ایک قسم ہے غذا کی جسکو دہوئی ہوئی مونگ یا اوڑد کی دال پیسکر چھوٹی چھوٹی ٹکیاؤن کی شکل مین بناتے ہین اور سُکھا کراوس کا سالن پکاتے ہین۔ اسی اسم مونث کا مذکر بڑا ہے اور بڑے اوسکی جمع یہ تذکیر اور جمع اردو محاورہ مین نہین بولی جاتی قومی زبان مین

مستعمل ہے۔ بڑا بہ نسبت بڑی کے کسی قدر بڑا ہوتا ہے اور یہہ خالص
دہی سے بنایا جاتا ہے۔ دہی کو ایک دبیز کپڑے مین چھان کر اوسکا
پانی جدا کر لیتے ہین اور پہر اوس کی ٹکیا ئین بنا کر مسکہ مین تلتے ہین
اور پہر شکر کے شیرے مین وہ تلی ہوئی ٹکیائین چھوڑ دیجاتی ہین
ایک دن کے بعد یہہ مٹھائی قابل استعمال ہو جاتی ہے اور دہی کی ترشی
کے ساتھہ عجیب ذائقہ پیدا کرتی ہے۔

(۱۸) روٹ۔ زبان ہندی مین بڑی روٹی کے معنون مین مستعمل ہے
ہندون مین دیوتا کا روٹ مشہور ہے جو بہیک مانگے ہوے آٹے سے
پکایا جاتا ہے قوم نوایط مین اسی نام سے ایک مٹھائی بنائی جاتی ہے
جسکو ایک وسیع لگن مین کوئلون کی آگ پر دم دیتے ہین اور پہر اوسکو
مربع چھوٹے ٹکرون مین تقسیم کرتے ہین۔ سوجی۔ قند۔ زعفران
مغزیات اور گلاب سے روٹ بنایا جاتا ہے۔ یہہ مٹھائی یوم عاشورہ
کے فاتحہ سے مخصوص ہے۔

(۱۹) کڑاہی کی کہیر۔ درحقیقت یہہ ایک اعلےٰ قسم ہے شیر برنج
کی جس مین کہوپا۔ اور کدو کے اوبلے ہوے تار شریک کئے جاتے ہین

اور کڑاہی مین دیر تک پکہائی جاتی ہے۔ دودہ کی نصف مقدار باقی رہ جانے پر تیار ہو جاتی ہے۔

(۲۰) کونڈا۔ زبان ہندی مین آٹا گوندنے کے ظرف کو کونڈا کہتے ہین کونڈے کے نام سے جو مٹہائی بنائی جاتی ہے درحقیقت وہ ایک رقیق حلوا ہے۔ جو کورے گلی کونڈون مین بہر دیا جاتا ہے۔ اس مٹہائی کے موجد نے یہہ حکم لگا دیا ہے کہ چینی کے ظرف سے مٹی کا کونڈا اسکے لئے مفید ہے۔ یہہ حلوا نرم خشکہ کو حل کرکے بنایا جاتا ہے جس مین بالائی قند کہویا۔ گلاب۔ زعفران۔ مشک۔ مغزیات شریک ہوتے ہین اور اوس کے بالائی سطح پر بالائی کی ایک پرت جمائی جاتی ہے۔ اسکا ذایقہ قابل تعریف۔ یہہ بڑی ہی مقوی مٹہائی ہے اس کی شیرینی تمام مٹہائیون پر غالب رہتی ہے۔ میٹہے کے شوقین بہی اس کو زیادہ مقدار مین نہین کہا سکتے

(۲۱) گاجر کا حلوا۔ کدوکش یا گہیاکش پر گاجر کا بُرادہ نکال کر تازہ کہوپرے کی قاشین دودہ اور شکر کے ساتہہ اوس مین ملاتے ہین اور قوام دیتے ہین۔ منقہ اور چلغوزے بہی اوس مین شریک

کیئے جاتے ہین۔ یہہ حلوا نہ صرف ذایقہ دار ہوتا ہے بلکہ ترتیب جسم کے لئے معجون مرکب کا حکم رکہتا ہے۔ یہہ بات مشہور ہے کہ چالیس دن تک غذائے معمولی کے ساتہہ اس کا استعمال انسان کو تیار اور فربہ بنا دیتا ہے۔

(۲۲) گل فردوس۔ یہہ ایک لطیف حلوے کا نام ہے جو کہویا بادام۔ قند۔ گلاب۔ زعفران۔ مغزیات کی قاشون کو باہم ملاکر دودہ کے ساتہہ پکاتے ہین۔ اور ایک چینی کی قاب مین جماتے ہین۔ چہوٹی سے اسکا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہہ نہایت خوش مزہ اور مقوی چیز ہے اسکا نام بہ ترکیب فارسی رکہا گیا۔

(۲۳) لوز۔ لوز عربی زبان کا لفظ ہے بمعنی بادام و حلوا۔ یہہ درحقیقت بادامی سادہ حلوا ہے جس کو قوام پر لاکر مثل مانڈے کے پہیلاتے ہین اور اوس کے محرف ٹکرے کاٹکر۔ سفوف قند۔ سے خشک کر لیتے ہین۔ لوز کی مٹہاس معتدل ہوتی ہے۔ اور بادام کا ذایقہ شکر پر غالب رہتا ہے خفیف سا نشاستہ بہی اس مین شریک کیا جاتا ہے۔ سادہ مٹہائیون مین اسکا شمار ہے۔

(۲۴) مالیدا۔ یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے جسکو ملیدہ بہی کہتے ہین روغنی روٹی کو چورا کرکے شکر اور کہانڈ اوس مین ملانے سے مالیدہ بنتا ہے۔ بعض لوگ معزیات کے باریک باریک قاش بہی اوس مین ملاتے ہین اور پہر اوسکو مسکہ مین بہون لیتے ہین۔

(۲۵) موصوف۔ عربی زبان کا لفظ ہے بمعنے تعریف کیا گیا۔ ملیبار کے رہنے والی قوم اسکی موجد ہے۔ تازے کہوپرہ کو مصری یا قند کے ساتہہ پیسکر اوسکو پکاتے ہین جس مین گلاب یا کیوڑا بہی ملایا جاتا ہے۔ جب قوام آجاتا ہے تو اوسکو ایک چینی کی رکابی مین پہیلا دیتے ہین اور اوسکے مربع ٹکرے یا مدور قرص کاٹکر استعمال کرتے ہین۔

(۲۶) نان خطائی۔ یہہ ایک قسم کی مٹہائی ہے جو بڈہون کو زیادہ پسند ہے۔ بعض صاحبان تصنیف نے لکہا ہے کہ اس کی ایجاد شہر خطا سے ہوئی ہے جو ترکستان کا مشہور ایک شہر ہے میدے اور مسکہ مین سمندر جہاک کا خمیر ملاکر کاغذ پر اوس کے پیڑے جماتے ہین اور پہر تنور مین دم دیتے ہین اسمین مٹہاس بہت

کم ہوتی ہے اس قدر نرم مٹہائی ہے کہ بزرگان خاندان نے اس کو ہونٹون سے کہانے کی مٹہائی کہا ہے۔

(۲۷) ورقی سموسہ۔ ورقی سموسہ اور ورقی کہجور مین صرف مٹہاس کا فرق ہے۔ ورقی سموسہ بہ نسبت ورقی کہجور کے زیادہ مٹہا ہوتا ہے اسلئے کہ اوسکے اندر بادامی حلوا شریک کیا جاتا ہے۔ سموسہ بنانے سے پہلے میدہ کے متعدد اوراق شکر کے ساتہہ تہہ بہ تہہ ایک دوسرے پر جمائے جاتے ہین اور پہر اوس کے مدور مانڈے سے مثلث سموسہ بنایا جاتا ہے۔ آخر پر اوس کو کوئلون کی آگ پر دم دیتے ہین۔

(۲۸) ورقی کہجور۔ یہہ ادنے درجہ کی مٹہائی ہے جو کم صرفہ مین تیار ہوتی ہے۔ میدہ کے باریک ورقون کو ایک دوسرے پر جماتے ہین اور دو ورق کے درمیان خفیف سی شکر پہیلائی جاتی ہے اور آخر پر اوس کو مربع یا مستطیل حصون مین کاٹ کر کہجور سے موسوم کرتے ہین اور پہر مسکہ مین اون کہجورون کو تل کر استعمال کرتے ہین۔ اس مین زیادہ شیرینی نہین ہوتی۔ ہلکی مٹہاس بہت

بہلی معلوم ہوتی ہے۔

قوم کی صدارت

قوم کی صدارت کا خاتمہ ۱۸۵۷ء کے بعد رئیس قوم سید عبدالرحمن کی رحلت کے ساتھہ ہوچکا اوس کے بعد کسی تاریخ سے اس بات کا پتہ نہین چلتا کہ قوم نایط نے اپنا کوئی قومی امیر یا رئیس مقرر کیا ہو بعض مقامات پر انکی قومی پنچایتین البتہ قایم تہین اور تمام مناقشات کا باہمی تصفیہ اوس پنچایت کے ذریعہ سے کرلیا کرتے تہے لیکن زمانہ حال مین پنچایتون کا طریقہ بہی باقی نرہا جسطرح بوا امیر مین نائب داعی یا عامل کے ذریعہ سے قوم کی صدارت ہر ایک ملک مین قایم ہے اسطرح کوئی انتظام قوم نایط مین نہین ہے صوبہ مدراس مین باوقات مختلفہ قوم نے اپنا امیر مقرر کرنا چاہا لیکن بعض افراد قوم کی اختلاف رائے کی وجہ سے وہ منصوبہ چل نہ سکا۔ مولف کہتا ہے کہ اس کا انتظام کوئی مشکل چیز نہین ہے۔ ہر ایک مقامی گروہ کے لئے کسی قومی امیر کا مقرر کرلینا قوم کے حق مین نفع بخش ثابت ہوگا پادشاہ یا شہنشاہ وقت کے ساتھہ وفاداری پر ثابت قدم رکہنے اور مستحق افراد قوم کی خبرگیری کرنے کے لئے امیر قوم کا وجود نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہے

دوسری فصل رسوم و رواجات قوم نایط کے متعلق

الف۔ شادی کے رسوم

قوم نایط کے رواجات شادی مین ہندوستان کے رسم ورواج کا بہت کچھہ اثر باقی ہے جس کی اصلاح قریب قریب ناممکن کے ہے۔ اسکی بڑی وجہ یہہ ہے کہ کفو کی پابندی مین فرق آگیا ہے مسلمانان ہند کے اکثر اقوام انہین رواجات مین مبتلا ہین۔ دانشمند افراد قوم خاندانی بیبیون کے اصرار سے مجبور ہوتے ہین اور اونکا اصرار ایک حد تک بامعنے ہے۔ نکاح سادگی اور شادی مین ابتک بہت بڑا فرق قایم ہے۔ اگرچہ ان رسوم کے متعلق بہ نسبت گذشتہ صدی کے زمانہ موجودہ مین بہت بڑا تفاوت پیدا ہوچکا ہے۔ تاہم قوم کا بڑا حصہ رواج اور رسمی پابندیون پر اسلئے مجبور ہے کہ اونکو دیگر اقوام اسلامی کا ہم خیال ہونا خاص کر اسلئے ضروری ہے کہ اون کے ساتھہ سمدہیانہ کی ضرورت ہوتی رہتی ہے بعض مواقع پر فریق ثانی جو دوسری قوم اور خاندان کے ہین اوسوقت تک تقریب نسبت پر رضامند نہین ہوتے جب تک رواجی رسوم کی پابندی کے ساتھہ

تقریب شادی کا وعدہ نہوا اور بعض وقت خود اسی قوم اور خاندان کیطرف مقابل اصرار کرتے ہین کہ اگر رسم و رواج کی پابندی نہوگی تو اس تقریب پر شادی کا اطلاق نہوگا نتیجہ یہہ ہوگا کہ اس مناکحت اور مواصلت سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ نکاحی اولاد کہلائے گی جن اقوام مین شادی کی اولاد اور نکاحی اولاد مین فرق قایم ہے اون کے نظر وںمین ایسی اولاد کی بے حرمتی ہوگی بدینوجہ کہ قوم اپنی کفو کی پابندی کم کرتی جاتی ہے اور اسکا لازمی نتیجہ یہہ ہے کہ دوسرے اقوام سے تعلقات بڑہتے جاتے ہین۔ یہہ بات ضروری خیال کی جاتی ہے کہ دیگر اقوام کے رسم و رواج کی پابندی مساوات کے ساتہہ لازمی گردانی جائے۔ جو خاندان کفو کا پابند ہے وہ بہی اسی آفت مین مبتلا ہے اسلئے کہ اپنے ابنائے جنس اور اقربائے دیگر اقوام کے ساتہہ مساوات قایم کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ لیکن باوجود ان مشکلات کے اس قوم کے بعض خاندانون نے ایک حد تک رسم و رواجات کو ترک کر دیا ہے سمجہدار بیبیان ترک رسوم کی ساعی ہین اور اس بات پر پابندی کے ساتہہ قایم ہوچکی ہین کہ ہم اپنی قوم کے اونہین افراد کے ساتہہ اپنی اولاد کا

لین دین قایم کرینگے جنکو ہمارے اصول سے اتفاق ہے۔ لیکن ایسے پانچ خاندان الشاذ کالمعدوم کا حکم رکہتے ہین مولف کو اونکی کامیابی مین بہت کچہہ کلام ہے۔ جب تک قوم کا بڑا حصہ اونکا ساتہہ نہ دے اونکو رواجی مشکلات سے نجات حاصل نہین ہوسکتی اگرچہ خود مولف کے خاندان کا شمار اونہین معدودے چند مین ہے لیکن مولف کو اسبات کا خطرہ ہے کہ اگر قوم کے بڑے حصہ نے اتحاد خیالات مین انکی مدد نہ کی تو کفو کی رہی سہی پابندی بہی بالکل رخصت ہوجاویگی۔ اسطرح پر کہ اس گروہ کو ناگزیر اقوام غیر کے اون افراد سے تعلق بڑہانا پڑیگا جن کے خیالات ان کے ساتہہ متحد ہین۔ ورنہ اولاد کے لین دین مین بڑے بڑے مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اگر قوم نایطہ کے مجموعی افراد یا کم سے کم اونکا بڑا حصہ ترک رسوم مین کامیاب ہوا تو آیندہ نسلون کو اسقدر دقت باقی نرہیگی جسقدر دقت مین ہمارے معاصر مبتلا ہین۔ مولف نے رواجات اور رسوم جاریہ کو اسی فصل مین صراحت کے ساتہہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے جسکا نتیجہ دونون فریق کے لئے من وجہ مفید ثابت ہوگا۔ ان رسوم کی ابتداء شہنشاہ اکبر کے زمانہ سے کہی جاتی ہے۔ اور بے شک اسکی

کچھہ اصلیت بہی ہے اہل تاریخ نے لکہا ہے کہ بعض رسوم کی پابندی جسکا
آغاز شہنشاہ اکبر کے زمانہ سے ہے بہت مفید ثابت ہوئی اکثر رسوم کو
شہنشاہ اکبر نے ہندوؤن کی دلجوئی کی غرض سے اختیار کر رکہا تہا اوسکا
خیال اوسکے باپ ہمایون کے وقت سے اس اصول پر جما ہوا تہا کہ
مسلمان حکمرانون کو اہل ملک کی دلجوئی سے غافل نہ رہنا چاہئے
ہندوستان ہندوؤن کا ملک ہے ہندوؤن کے رسم و رواج کو مٹانے
کی فکر اور تعصب کا اظہار سلطنت کے لئے کسیطرح مفید نہین ہوسکتا
شہنشاہ اکبر ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ مذہب اسلام کی وجہ سے
ہندوون پر کوئی سختی نہ ہونے پاوے ہندوؤن کا جزیہ اسیکے عہد حکومت
مین معاف کر دیا گیا دربار شہنشاہی مین بہت سے ایسے دستورات
جاری کئے گئے جو ہندو راجاؤن کے دربارون مروج تہے اسمین
کچھہ شک نہین ہے کہ اوسکے اس خیال سے سلطنت کو ضرور فائدہ پہونچا
اقوام ہنود نے عموماً اور راجپوتون نے خصوصاً اوسکو دلی رغبت
کے ساتھہ اپنا شہنشاہ تسلیم کیا اکبر کی زندگی تک کبہی اونکو اپنی قوم
کے ہاتھہ سے سلطنت کے جانیکا افسوس نہین رہا۔ شہنشاہ اکبر معاملات

شادی مین سات قواعد کا پابند تہا۔ ایک یہہ کہ معنوی نسبت اور ذاتی ہمسری مین فرق نہ آوے۔ دوسرا چہوٹی عمر مین شادی نہو۔ تیسرا قریب کے رشتہ دارون مین سمدہیانہ قایم نہ کیا جائے۔ چوتہا مہر کی زیادتی سے اوسکو نفرت تہی اوسکا مقولہ تہا کہ جہوٹے اقرار سے مہر کا بڑہانا پیوند کا توڑنا ہے۔ پانچوان ایک مرد کے لئے متعدد بی بیان اوسکو ناپسند تہین جسکو طبیعت کی پریشانی اور خانہ ویرانی کہتا تہا۔ چہٹا بڈہے کو جوان کے ساتہہ شادی کرنا اوسکو پسند نہ تہا جسکو وہ بے حیائی نام رکہتا تہا۔ ساتوان ستی کا مخالف تہا اور بیوہ کے عقد ثانی کا طرفدار۔ اوسکے زمانہ حکومت مین مردون اور عورتون کی تحقیقات حالت کے لئے ایک دیانت دار عہدہ دار مقرر تہا۔ طوی بیگی اوسکا خطاب تہا۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ صدر الصدور۔ قضاۃ اور مفتیون سے اوسکی رضاجوئی کی آڑ مین ہمیشہ احکام شرع کی ترمیم پیش ہوا کرتی تہی جنکے تاویلات نامناسب کے ذریعہ سے احکام شرعی کے معنے اور مقصود کو نقصان پہونچتا رہا اور یہہ نقصان اکبر کے اون رواجات سے بدرجہا بڑہا ہوا تہا جو ہندوٴن کی خاطر سے جاری تہے

جب ستی کی موقوفی اور بیوہ کے عقد ثانی کا مسئلہ ہندؤن کے رواج کے
برخلاف طے ہوا تو ہندو اوسپر رُکے اوس نے صاف الفاظ مین کہدیا
کہ اگر بیوہ کا عقد ثانی ناگوار ہے تو رنڈوے مرد بہی دوسری شادی
نکرین اور ستی کا طریقہ بیوہ عورت اور رنڈوے مرد دونون کے لئے
مساوی سمجہا جاوے حاصل یہہ ہے کہ موجودہ رسوم مروجہ کو تمام تر
شہنشاہ اکبر کے سر تہوپنا یا ہندؤن کو اوسکا موجد قرار دینا بڑی
ناانصافی کی بات ہے۔ ایک حد تک البتہ رسم ورواج کا سبق ہم نے
ہندؤن سے سیکہا ہے لیکن اوس سے زیادہ ہمارے علماء کا سکوت
اور اکبر کے زمانہ مین اونکا طرز عمل موجودہ رسم ورواج کا باعث ہے
جو مشکلات اسوقت رسم ورواج کے ترک کرنے مین درپیش ہین اونکے
نسبت ہمکو شہنشاہ وقت کی رضاجوئی کا بہانہ تک باقی نہین ہے
مقامی حکمرانون نے ہر ایک قوم کو کامل آزادی دے رکہی ہے
علماء قوم کو ایسے کسی اصلاح کے لئے کوئی امر مانع نہین ہے باوجود
اسکے اگر سربرآوردہ افراد قوم اور علماء کے جانب سے اسمین
پیش قدمی نہو تو کسطرح امید نہین کیجاسکتی کہ قوم اپنے اس منصوبہ مین

کامیاب ہوسکے۔ مولف نے رسم ورواج شادی کے بیان مین حتی الوسع
اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہر ایک رسم اور ہر ایک رواج کے متعلق
تاریخی واقعات بیان ہون اور اوسی کے ساتہہ اوسکو ہندوٗن کے شاستر
سے مطابق کرکے دکہلایا جائے جس سے اسقدر فائدہ ضرور حاصل
ہوگا کہ ہماری موجودہ رسم ورواج کے مقابل ہندوٗن کے رسم ورواج
کا فرق آسانی کے ساتہہ معلوم ہوسکے کا آج کل تہذیب نے اسقدر
ترقی کی ہے کہ خود ہندوٗن نے اپنے ناپسند رواجات کے مٹانے کی
کارروائی شروع کردی ہے۔ مختلف مقامات پر اون کے سوسائٹیان
قایم ہوچکی ہین متعدد سبہائین شب وروز اسی فکر مین مستغرق ہین۔
اور ایک حد تک اونکو اپنے خیالات مین کامیابی کے آثار بہی نظر
آنے لگے ہین جیسا کہ زمانہ حال کے واقعات سے ظاہر ہو رہا ہے
اخباری دنیا مین بہت سی ایسی مثالین نظر آوینگی جن مین ہندوٗن کے
بعض فرقون نے عقد بیوہ کے مسئلہ مین اپنی روشن خیالی کی وجہ سے
کامیابی حاصل کی۔ اور بہت پرانے رواج کو مٹایا جسکا مٹنا اسی
صدی کے اوائل مین بہت مشکل اور قریب ناممکن کے

سمجھا جاتا تہا کیونکہ اونکا شاستر اس خاص مسئلہ مین اون کا طرفدار نہ تہا۔ ہمکو اپنے غیر مفید بلکہ نقصان بخش رواجات کے ترک کرنیمین اسلئے بہت آسانی ہے کہ ہمارے مذہبی احکام تمام تر ہمارے موید ہین

منگنی کی رسم

منگنی بیائے معروف ہندی زبان کا لفظ اور بول چال مین اسکا محاورہ ہے منگنی اوس تقریب کا نام ہے جس مین شادی سے قبل نسبت کا قرارداد ہوتا ہے دولہا دولہن کے والدین جب اپنے پاس قرارداد نسبت کا تصفیہ کر لیتے ہین تو اس رسم کے لئے ایک تاریخ مقرر کی جاتی ہے جس پر لڑکے کے اولیا اور عزیز واقارب وقت مقررہ پر لڑکی کے مکان پر جاتے ہین جہان اون کے ساتہہ نہایت اخلاق کا برتاؤ کیا جاتا ہے اور ہر ہر فرد کو پہول۔ پان عطر دیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کو اس مبارک قرارداد پر مبارکباد دیتا ہے جسطرح مردونمین یہہ رسم سرانجام پاتی ہے اوسی طرح عورتون مین بہی اسی قسم کا برتاؤ ہوتا ہے یعنے دولہا کی والدہ مع اپنی خاندانی عورتون کے دولہن کی والدہ کے گہر جاتی ہین اور خواستگاری کی اجازت لیکر ایک یا کئی زیور اپنے ہاتہہ سے لڑکی کو پہناتی ہین اسی زیور کا نام چڑہاوا ہے

جو بہ تقریب خاص چڑہایا جاتا ہے۔ چڑہاوا۔ اسم مذکر ہندی زبان کا لفظ ہے جسکے لغوی معنے نذر کے ہین اور اصطلاحی معنے وہی ہین جو اوپر بیان ہوے۔ اس تقریب کے دوسرے دن دولہن کے لوگ دولہا کے گہر آتے ہین۔ مرد اور عورت دونون۔ یہہ گویا جواب ہے روز گزشتہ کا۔ اونکے ساتہہ بہی اوسی طرح کا اخلاقی برتاو ہوتا ہے جسطرح پچہلے دن اونہون نے کیا تہا۔ عطر لگایا جاتا ہے پہول پہنائے جاتے ہین۔ پاندان دئے جاتے ہین۔ اور باہمی ایک دوسرے کو مبارکبادکہتا ہے۔ یہ تقریب قوم نایط مین ملکی رسم و رواج کے خفیف سے فرق کے ساتہہ عموماً رائج ہی صوبہ مدراس مین ایک چیز البتہ زاید ہے یعنے جسطرح دولہا کی والدہ دولہن کو چڑہاوا چڑہاتی ہین اوسیطرح دولہن کے والد ایک معینہ رقم اپنے جانب سے دولہا کے لئے بہیجدیتے ہین جسکا نام پینڈ ہے یہہ غالباً تلنگی زبان کا لفظ ہے تلنگی زبان مین شادی کو پنڈلی کہتے ہین اور پینڈ اوسی پینڈلی کا مخفف معلوم ہوتا ہے یہہ رقم گویا تیاری سامان شادی کے لئے دیجاتی ہے یا دولہا کی قیمت ہے۔ اگر دولہن کے والدین کم مقدرت ہین تو مٹہائی کی اشرفیان بناکر پینڈ کے نام سے بہیجدیتے ہین

تا کہ رسم ترک ہونے نہ پاوے ہندوؤن مین بہی اسکا رواج ہے جسکو واکدان
کہتے ہین۔ جسکے معنے زبان دینے کے ہین ہنڈایا ور وکہشنا کے نام سے ایک
رقم معینہ دولہن کے باپ کے جانب سے دولہا کو دیجاتی ہے اور یہہ
عطیہ ایک قسم کا انعام سمجہا جاتا ہے۔ یہہ صرف رواجی رسم ہے واکدان
کے ہوجانے کے بعد اگر کسی اتفاق سے قرارداد قایم نرہی تو شاستر
کی رو سے بلاتکلف دوسرا قرارداد ہوسکتا ہے۔ قوم نایط مین بہت سے
خاندان ایسے ہین جن مین نسبت کا تقرر اپنے اپنے پاس ہولیتا ہے
مگر منگنی کی رسم کے لئے اسلئے سالہائے سال گذرتے چلے جاتے ہین کہ
نہ دولہا والون کے پاس چڑاوے کا زیور رہے اور نہ دولہن والون کے
پاس پینڈ کی رقم۔ جس موجد نے غریبون کے لئے مٹہائی کی اشرفیون کا
طریقہ ایجاد کیا ہے وہ نہایت قابل تعریف ہے۔ اور ایسی ہی کسی ہنوز
کی ضرورت ہے جو چڑاوے کے لئے بہی کم بیترون کیواسطے کوئی
سستا اور ہلکا سا معاوضہ ایجاد کرے۔ سالخوردہ افراد قوم کا
بیان ہے کہ مٹہائی کی اشرفیون کی ایجاد امیرالہند نواب غلام غوث خان
مغفور والی ریاست ارکاٹ (ربار والاجاہی) نے کی تہی جو غربا کے لئے نہایت پرمعنے اور

پر مذاق ثابت ہوئی۔ قوم نایطہ کے بعض خاندانون نے منگنی کی رسم کو بالکل ترک کر دیا ہے باہمی قرار داد کے بعد شادی ہی کا آغاز کر دیا جاتا ہے اس اصلاح کی توفیق زمانہ کے بعض واقعات کے بدولت پیدا ہوئی۔ چند ایسے قرار دادون مین دولہا کی رحلت یا خاندانی نا اتفاقی کی وجہ سے نسبت کا قرار داد باقی نرہا لیکن بدقسمت لڑکی کو محض اس شہرت کیوجہ سے دوسرا پیام نہین آیا کہ ایک دفعہ اوسکی نسبت فسخ ہو چکی تہی یا یہہ کہ قرار داد کی بدیمنی سے لڑکا شادی سے قبل مر چکا تہا اون روشن خیالون پر آفرین ہے جنہون نے ایسی عمدہ ترمیم کی۔ لیکن باوجود ایسے اتفاقات کے پیش ہونے کے بہت سے خاندان اوسی پرانی لکیر پر قایم ہین سیدہی بات یہہ ہے کہ یا تو عقیدہ کی اصلاح کر دیا اس رسم کو ترک۔ محتاط طریقہ وہی ہے جو معدودے چند خاندانون نے اختیار کیا ہے۔ مولف تسلیم کرتا ہے کہ منگنی کی رسم مین کوئی گناہ نہین ہے لیکن ہندوستان کے کم تعلیم یافتہ عورتون کی خام عقیدت کی وجہ سے واہمہ کا انسداد ناممکن ہے۔ افراد قوم کی ان مشکلات کا علاج اگر ممکن ہے تو اوسی ایک طریقہ سے ممکن ہے جسکو خاص افراد نے اختیار کیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزا!

شادی کا آغاز | بدینوجہ کہ شادی کی ابتدا رسوم و رواجات کی پابندی
اور احکام مذہب کی سادگی رسم و رواج دنیا مین حرمت کا حکم رکہتی ہے
افراد قوم نایطا اعم از ینکہ غریب ہون یا امیر نہایت فکر و تردد مین مبتلا
ہوجاتے ہین۔ بی بی فرماتی ہین کہ خدا رکہے صرف ایک اولاد ہے اگر
اسکی آرزو نہ نکلی اور اسکے کاج مین ہم نے تکلفات سے کام نہ لیا تو افراد
قوم کے آگے بڑی ندامت حاصل ہوگی اہل قوم کیا کہین گے اولاد کے
دل کی آرزو دل ہی مین رہ جاویگی اگر میان نے اپنی بی بی سے اتفاق
کیا تو خیر ہے ورنہ بی بی طول ہین رنجیدہ ہین اونکا دل دنیا سے اوچاٹ
ہے میان سے بات نہین کرتین کہانا پینا بند ہے۔ اودہر اونکی مٹی خراب
ہے اور ادہر میان کی جان عذاب مین اگر دونون ہم خیال ہین تو
استقراض کی فکرین ہو رہی ہین۔ سودی قرضہ کا لینا جائز ادکا رہن
کرنا کچہہ فکر کی بات نہین ہے۔ غرض اور ضرورت پر مہاجن نے روپیہ
سیکڑہ کے عوض دو یا چار روپیہ سیکڑے کا نرخ بتایا تو بسر و چشم قبول لیا
ادائی مین اپنی تمام آمدنی لکہدی جاتی ہے اسکی مطلق فکر نہین ہے کہ آئندہ
ہمارے ضروری اور لابدی مصارف کا کیا سامان ہوگا۔ دل یہہ کہتا ہے

کہ خدا مالک ہے آیندہ جیسا ہوگا دیکھہ لیا جائیگا۔ بالفعل اس کار خیر سے سبکدوشی حاصل ہونا چاہئے۔ بعض دوراندیش خاندانون کو اگر اس ضرورت کے ساتہہ آیندہ کا بہی خیال ہے تو برس دو برس۔ دس برس تک شادی کو ملتوی کر دینا اون کے پاس کچہہ مشکل نہین ہے۔ کرین گے تو وسی تہاٹ سے کرین گے ورنہ کیا جلدی ہے لڑکی جوان ہے تو کیا ہوا زندگی باقی ہے تو سب کچہہ ہوگا۔ بہت سے واقعات ایسے دیکہے گئے ہین کہ انہین خیالات مین مان باپ دنیا سے چل بسے اور آرزو اپنے ساتہہ لے گئے۔ بے شک ایسے بہی چند خاندان ہین جو اپنی موجودہ مقدرت کے لحاظ سے زیادہ فکر او رتکلفات سے باز آکر اپنے متاع موجودہ کو ٹکے لگا کر پابندی رسوم کے ساتہہ کار خیر سے سبکدوش ہوے ہین۔ بعض ایسے بہی خاندان ہین جو میان بی بی کے اتفاق یا صرف میان کے جبر سے التوا ورسم پر اسکو ترجیح دیتے ہین کہ سادہ طریقہ پر کار خیر کو سرانجام دیدین بہت کم ایسے خاندان بہی ہین جو باوجود اسکے کہ رواجی رسوم اور تکلفات کے لئے کافی سرمایہ رکہتے ہین مگر سادگی کو دل سے پسند کرتے ہین اور لغویات اور تکلفات رواجی سے روپیہ بچاکر اپنی اولاد کے لئے اوسکو سرمایہ

بنا دیتے ہین۔ یہہ وہی لوگ ہین جنکا اشارہ مولف نے آغاز فصل مین کردیا ہے جن کو آگے بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ جسطرح ہمارے شرع محمدی کے احکام سادگی سے مملو ہین وہی کیفیت احکام شاستر کی ہے۔ ہندؤن مین بہی تکلفی مشکلات رسم و رواج کی بدولت قایم ہین۔

بیوی کی صحنک بیوی کی صحنک ایک نہایت متبرک رسم ہے جسکو آغاز شادی کا پیش خیمہ کہنا چاہئیے۔ اس رسم کو گہر کی بی بی نہایت عقیدت کے ساتہہ سرانجام دیتی ہین۔ یہہ خاتون جنت کی فاتحہ کی رسم ہے جو ہر کار خیر کے آغاز مین نہایت ادب کے ساتہہ کی جاتی ہے۔ اس نیاز کا کہانا کوری صحنکون مین جمایا جاتا ہے۔ جسکو خاندانی۔ پارسا سہاگن عورتون کے سوا کسی اور کو نہین کہلایا جاتا۔ منتخب دعوتی باوضو ہر ہر نوالہ پر بسم اللہ فرماتے ہوے اسکو نوش جان فرماتے ہین۔ تاریخ سے اس رسم کا پتہ چلتا ہے یہہ رسم جہانگیر کے زمانہ مین قایم ہوئی۔ جہانگیر کی چہیتی بیوی اجودہیابائی قوم کی راجپوت تہین جن کو نورجہان کے ساتہہ موافقت نہ تہی بدنصیبی کہ نورجہان بیگم۔ کم نصیب شیر افگن خان کی بیوی تہین اور جہانگیر نے اوسکو اپنے گہر ڈال لیا تہا اور وہ جہانگیر کی مقبول نظر کہلاتی تہین بنا بریں

اجودھیا بائی کے ساتھہ گویا سوت کا درجہ رکھتی تھین۔ نورجہان بیگم کی عادت تھی کہ وہ غریب راجپوتنی کو ہمیشہ دہقان زادی کے نام سے چھیڑا کرتی تھین اور اوس بیچاری کی جان نورجہان بیگم کی وجہ سے عذاب مین مبتلا تھی۔
اجودھیا بائی نے تنگ آکر ایک منصوبہ سوچا یعنے ایک دن حضرت خاتون جنت کے نام سے فاتحہ دلانا تجویز کیا۔ کوری صحنکون مین فاتحہ کا کھانا چنا گیا اور بہ آواز بلند حکم دیا گیا کہ تمام بیگمات جو اپنے خاوند پر قایم ہین اس متبرک فاتحہ کا کھانا کھا سکتی ہین۔ اس دعوت مین نورجہان بیگم شریک نہو سکین اسلئے کہ شرط کے لحاظ سے اون کی شرکت ممنوع تھی۔ اوس دن سے نورجہان بیگم نے اجودھیا بائی کا نام لینا چھوڑ دیا اور پھر کبھی اوس نے اجودھیا بائی کے ساتھہ آنکھہ نہ ملائی۔ غرض اوسوقت سے اس صحنک کا رواج قایم ہوا جسکو ایک سو پچپن سال سے زیادہ زمانہ گذرا ہے قوم نوایط کے بعض افراد نے اس فاتحہ کو اسطرح پر جاری رکھا ہے کہ وہ قیود مزید کی پابندی نہین کرتے دعوتیون کو دسترخوان پر باوضو رہنا البتہ ضروری خیال کرتے ہین۔
بعض خاندان اس صحنک پر فاتحہ پڑہنے کے بعد جدا جدا حصے اہل خاندان پر تقسیم کردیتے ہین بعض خاندان اس دسترخوان پر صرف مسلمان فقرائے اثنا

کو بہلاتے ہین اس فاتحہ کا التزام برابر جاری ہے۔ شادی کے سوا دیگر
تقریبات کے آغاز مین بہی اس فاتحہ کا دستور قوم نایطہ مین رایج ہے
بہت کم ایسے خاندان بہی ہین جو شادی کے پہلے دن فاتحہ کے نام سے صرف
فقرا کی دعوت کرتے ہین اور پر تکلف کہانے پکاتے ہین اور دستر خوان پر
فقرا کو کہلاتے ہین۔ صاحب مکان اپنی اولاد کے ساتہہ سیلاپ چی لئے ہوئے
خود اپنے ہاتہہ سے فقرا کے ہاتہہ دہلواتے ہین۔ بی بی کی صحنک کی رسم دولہا
اور دلہن دونون کے گہر لازمی ہے۔ اس رسم کے نام اور وجہ تسمیہ سے
خود یہ بات ظاہر ہے کہ اسکو ہنود سے کچہہ تعلق نہین ہے۔ اجودہیا بائی
ملکہ شہنشاہِ جہانگیر۔ اسلامی عقیدت کے ساتہہ اسکی موجد ہین۔ مذہب
ہنود مین دیوی برہمن اور دیوکی انبل کی رسم اگرچہ اسکے مماثل ہے لیکن
اوسکے قواعد بی بی کی صحنک سے کوئی مناسبت نہین رکہتے۔ دیو برہمن کی
رسم آغاز تقریب مین ادا ہوتی ہے برہمنون اور سہاگن عورتون کو کہانا
کہلایا جاتا ہے۔ اسیطرح دیوی کے نام سے انبل تیار کرکے۔ صادر وارد
اور غربا کو پلاتے ہین۔ ان رسوم کا پتہ دہرما سدہو۔ سے ملتا ہے۔ ہندوونکے
پاس رسم اول الذکر فرایض مین داخل ہے لیکن آخر الذکر طریقہ صرف واجی ہے۔

رت جگہ کی رسم | بی بی کی صحنک کے بعد رت جگہہ کی باری ہے۔ رت جگہہ
رات جاگے کا مخفف ہے جسکے معنے شب بیداری کے ہین۔ ہر ایک تقریب
تہنیت مین عموماً اور شادی مین خصوصاً یہہ رسم ادا کیجاتی ہے۔ عورتین
رات بہر جاگتی ہین۔ کڑائی کیجاتی ہے۔ گلگلے اور پوریان بنائی جاتی ہین۔
جن پر فاتحہ کے وقت اللہ میان کی سلامتی کا ورد پڑہا جاتا ہے اور پہر
خشکہ یا میٹہے چانول پر خاتون جنت کے نام فاتحہ پڑہکر صبح اوس کے حصے
اہل خاندان مین تقسیم کئے جاتے ہین یہہ رسم قوم نایط کے اونہین خاندانون
مین زیادہ مروج ہے جو نواح دکن مین سکونت پذیر ہین بعض خاندانون نے
اسکے عوض مولود شریف کا جلسہ قایم کیا ہے جس مین شب بہر جاگنے کے
پابند نہین ہین نصف شب کے بعد سو رہتے ہین۔ یہہ رسم بہی دولہا اور دولہن
دونون کے مکان مین لازمی ہے۔ رت جگہہ کا پتہ ہندو شاستر سے نہین چلتا
بعض اقوام ہنود مین البتہ اسکا رواج ہے جو صرف پوجے کی غرض سے ہے
شہنشاہ اکبر کی تاریخ مین بہی کہین رتجگے کا تذکرہ نہین ہے۔ حامیان
اصلاح تمدن کو اون افراد قوم کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جنہون نے رتجگہ
کو نیم شبی جلسہ مولود شریف سے بدل دیا ہے۔

منجے کی رسم رت جگہہ کے بعد منجے کا نمبر ہے۔ منجہ ہندی زبان کا لفظ ہے جسکے معنے پلنگ کے ہین۔ پنجاب مین اس لفظ کا زیادہ استعمال ہے۔ دولہا ہو یا دولہن اوسکو آغاز شادی کے دن رت جگہہ کے بعد غسل تہنیت دیکر لباس زرد یا سرخ پہنانا اور ایک تخت یا چارپائی پر جو اسی خاص غرض سے سجائی گئی ہو بٹہلانا منجے کی غرض کو پورا کرتا ہے۔ بعض خاندانون مین منجے کی رسم آغاز شادی سے دس دن پیشتر آغاز کیجاتی ہے۔ منجہ بٹہلانیکی اصلی غرض یہہ ہے کہ دولہا اور دولہن خانگی کاروبار سے سبکدوش ہوکر تقریب شادی کے پابند ہو رہین۔ منجہ بٹہلانے کے بعد دولہا اپنے گہر سے باہر نہین جاسکتا اور دولہن کو اپنے کمرہ سے بہی باہر نکلنے کی اجازت نہین ملتی وہ اپنے گہر مین بہی چلنے پہرنے نہین پاتین نقل مقام کی ضرورت پر پردہ نشین اقارب اوسکو اپنے گود مین اوٹہالیجاتی ہین۔ گویا اسی دن سے دولہن کے شرم کا آغاز ہے۔ وہ اپنے اقربا ءبعیدہ اناث سے بہی چارچشمی کی جرءت نہین کرتین۔ منجے کے دن دونون جانب پر تکلف مہمانی ہوتی ہے بعض خاندانون مین منجے کی برات دولہا کے گہر سے دولہن کے گہر اور دولہن کے گہر سے دولہا کے گہر لیجانیکا دستور ہے۔ متمول افراد اس رسم کے

ساتہہ ایک ایک لباس بہی روانہ کرتے ہین جسکو منجے کا جوڑا کہتے ہین۔ اسی رسم کے ساتہہ پسی ہوئی ہلدی اور خوشبودار بیسن بہیجا جاتا ہے۔ منجے کی شب مین دولہا کے جانب سے دولہن کے گہرا ور دولہن کے جانب سے دولہا کے گہر مخصوص کم سن مہمان سمدہیون اور سمدہنون کے نام سے آتے ہین جنکی اقل تعداد دو ہے۔ میزبان کے جانب سے ان کم سن مہمانون کو تکلف کے ساتہہ خاصہ پیش ہوتا ہے اور عطر۔ پہول پان دئے جاتے ہین دولہن کے گہر سے آئی ہوئی سمدہنین دولہا کے محلسرا مین خاصہ سے فراغت پانے کے بعد دولہا کو پہول پہناتین ہین اور اوسیکے ساتہہ ایک زیور یا اقلاً ایک انگوٹہی دولہا کو پہنائی جاتی ہے اسیطرح دولہا کی بہیجی ہوئی سمدہنین دولہن کی گلپوشی کی رسم ادا کرتی ہین اور زیور چڑہاتی ہین۔ دونون کے رسم گلپوشی کے وقت تہوڑی سی ہندی دولہا دلہن کے ہاتہہ پاؤن پر ملی جاتی ہے۔ اسی بنیاد پر اس رسم کو ہلدی کی رسم بہی کہتے ہین۔ ہلدی کی رسم بلاشک ہنود سے سیکہی ہوئی ہے ہندو مذہب مین یہہ رسم صرف رواجی ہے۔ شاستر مین اسکی نسبت کوئی تاکید نہین ہے۔ قوم ہنود مین اس رسم کا نام اوشٹی ہلدَ ہے اوشٹی مرہٹی زبان کا لفظ ہے بمعنے بچی ہوئی اور ہلدَ سے

ہلدی مراد ہے۔ دولہن کو چڑہائی ہوئی ہلدی سے جو حصہ بچ رہتا ہے وہ دولہا کے لئے بہیجا جاتا ہے۔ ہلدی کا استعمال دولہا دولہن کے نہانے مین بطور علامت یکرنگی لازمی سمجہا گیا ہے۔ قوم نایط کے بعض خاندانون نے ہلدی کی رسم کو قطعاً ترک کردیا منجے کے تکلفات اون کے پاس البتہ باقی ہین لیکن اوسمین بہی مہمانی اور ضیافت کے سوا سمدہیون اور سمدہنون کی آمدورفت موقوف ہوچکی ہے۔

ساچق کی رسم | اسکے بعد ساچق کی تقریب ہے۔ اسی کو بعض خاندانون نے تیل سے موسوم کیا ہے۔ اسی کو بَری بہی کہتے ہین لفظ ساچق زبان ترکی مین حنابندی کے معنون مین مستعمل ہے۔ اردو بول چال مین بَری سے ساچق مراد ہے۔ شب گشت سے ایک دن پہلے اس رسم کی برات کو دہوم دہام کے ساتہہ دولہا کے گہر سے دولہن کے گہر لیجاتے ہین جسکے ساتہہ نُقل میوہ۔ بادام۔ مصری۔ خوانون یا ٹہلیاؤن مین رکہتے ہین۔ دولہن کا لباس پہلیل۔ عطر۔ سُہاگ کا پڑا۔ اسی رسم کا لوازمہ ہے۔ ذی مقدرت خاندانون مین اسی رسم کے ساتہہ زیورات بہی بہیجے جاتے ہین۔ رنگ بہرے ہوے شیشے پسی ہوئی مہندی بہی سات ہوتی ہے۔ مولف کا خیال ہے

کہ حنابندی کی یہی وجہ تسمیہ ہے۔ آرایش کا تکلف سب سے سوا ہوتا ہے۔
دولہا کے جانب سے معزز مہمان ساچق کے ساتہہ دولہن کے گہر جاتے ہین
جہان اونکو پہول پان۔ عطر دیا جاتا ہے۔ اسی شب مین دولہا کے گہر سے
اقلاً چار سمدہنین دولہا کے ہمرتبہ قرابت دار دولہن کے گہر آتی ہین اور
خاصہ سے فارغ ہونے کے بعد دولہن کی گلپوشی کی رسم اپنے ہاتون
ادا کرتی ہین۔ دولہن کے ہات پاؤن اور سر مین پہلیل ملتی ہین۔ ساچق
کا جوڑا پہناتی ہین۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہہ رسم ہندوستان مین
ترکون کے ساتہہ آئی۔ اور برات ساچق کی دہوم دہام اور پر تکلف جلوس
بہی ترکون ہی کی ایجاد ہے۔ صاحب دربار اکبری فرماتے ہین کہ شہنشاہ
اکبر نے اپنے پوتے کی شادی مین ساچق کی رسم کو نہایت پر تکلف طریقہ
سے ادا کی تہی۔ ساچق کیا ہتی ایک شاہانہ سواری تہی۔ اوسکا اندازہ
اس سے قیاس کرنا چاہئیے کہ جہان آرایش کے ہزارون سامان گران بہا
تہے وہان ایک لاکہہ روپیہ نقد تہا۔ امراے دربار ساچق کے ساتہہ حاضر
تہے۔ بعض خاندانون نے ساچق کی برات اور اوسکے تکلف کو برطرف کردیا ہے
پردہ نشینون کی آرزو کے خاطر صرف ملبوس اور میوے کی ارسال

خوانون کے ذریعہ سے باقی رکھی ہے۔

مہندی کی رسم | ساچق کے دوسرے دن مہندی کی تقریب ہے۔ مہندی کی برات دولہن کے مکان سے دولہا کے گہر آتی ہے جسکے ساتہہ پسی ہوئی مہندی اور پہلیل اور دولہا کے لئے ملبوس اور میوہ بہیجا جاتا ہے۔ اس رسم کی ہمراہی مین دولہن کے قرابت دار اور دعوتی دولہا کے گہر آتے ہین۔ اور پہول۔ پان۔ عطر لے جاتے ہین۔ رات مین دولہن کے چار بزرگ اقربا اناث دولہا کے گہر مہمان ہوتے ہین جنکی ہر طرح پر خاطر مدارات کی جاتی ہے۔ طعام سے فارغ ہوکر دولہا کی گلپوشی کی رسم انہین مہانون کے ذریعہ سے ادا ہوتی ہے۔ اگر دولہا ان سمدہنون کے روبرو پہلے سے بے پردہ نہین ہے تو ادائے رسم کیوقت درمیان ایک پردہ قایم کیا جاتا ہے۔ جو شرعی پردہ سے موسوم ہوتا ہے۔ دولہا کو اُسی طرح تیل چڑہایا جاتا ہے۔ جسطرح ایک دن پہلے دولہن کو۔ اس رسم کا فارسی نام حنا بندی ہے اسکے موجد ایرانی ہین آجکل بہی ایران مین اس رسم کے ساتہہ ایک تعزیہ یا کاغذ کا ڈہانچ جسکے چارون گوشون پر شمع روشن رہتی ہے رکہا جاتا ہے۔ اہل ہند اوسی کو مہندی کہتے ہین اہل ایران اوسکے ساتہہ حضرت قاسم علیہ السلام کی رسم حنا بندی کی یادگار مین

اشعار پڑہتے جاتے ہین۔ اہل ہنداوسکے عوض باجے بجاتے ہین (مصرعہ) ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ موجد کا مقصد کیا تہا اور ہم نے اوسکو کیا سمجہا۔ آفرین ہے اون افراد خاندان پر جنہون نے مہندی کی برات اور رسوم دہام کو مطلقاً ترک کر دیا ہے۔ جب سمدہنین دولہا کی گلپوشی سے فارغ ہوکر اپنے گہر سدہارتی ہین تو دولہا کے گہر شب بیداری رہتی ہے مسرت اور خوشی کے ساتہہ مہمانون کی مدارات مین وقت گذرتا ہے نصف شب کے بعد دولہا کے غسل تہنیت کا سامان کیا جاتا ہے غسل کے بعد دولہن کے گہر کا جوڑا اوسکو پہناتے ہین اور شب گشت کی تیاری کا آغاز ہوجاتا ہے۔ ہندو شاستر مین شب گشت کے قبل دولہن کے اقربا و بزرگ بطور استقبال دولہا کے گہر آتے ہین۔ اور شب گشت کا انتظام اون کے فرایض مین داخل ہے۔ کچہہ تعجب نہین کہ ہم نے چار رسم ہندون کی آمد کا طریقہ اونہین سے سیکہا ہو۔

شب گشت کی رسم | شب گشت زبان فارسی کا مرکب لفظ ہے۔ لیکن یہہ لفظ فارسیونکے محاورہ مین اس رسم کے لئے بولا نہین جاتا۔ اہل لغت نے بہی اس اصطلاحی لفظ سے کنارہ کشی کی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے

کہ مخصوص مقامات کی ہندیون کی کہرت ہے۔ یہہ رسم ہندؤن مین مروج
ہے جسکو ؤرپا چارن کہتے ہین۔ یہہ زبان سنسکرت کے الفاظ ہین وبیا
سے دولہا مراد ہے اور چارن کے معنے مطالبہ کے ہین یعنے یہہ وہ رسم
ہے جسمین دولہن کے جانب سے دولہا طلب کیا جاتا ہے۔ قوم نوایط مین
تین پہر رات کے بعد طلوع صبح صادق سے پہلے شب گشت کی برات
نہایت تکلف کے ساتہہ قایم کیجاتی ہے۔ روشنی کا سامان مشعلون اور
قندیلون کے ذریعہ سے مہیا ہوتا ہے۔ دولہا کے عزیز واقارب اور اہل قوم
کی ایک بڑی جماعت ہمراہی کے لئے پیادہ پا جمع ہوتی ہے۔ نہایت سہانے
مجمع کے ساتہہ دولہا کو گہوڑے پر سوار کرکے دولہن کے گہر لیجاتے ہین
راستہ پر آتش بازی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ نوبت۔ نقارہ۔ بیانڈ۔ تاشا مرفہ
روشن چوکی وغیرہ مختلف قسم کے ساز اور باجے سواری کے آگے
بجائے جاتے ہین اور نماز صبح کے متصل شب گشت کی برات دولہن کے
گہر پہونچ جاتی ہے۔ جہان استقبال کے لئے دولہن کی برادری دروازہ
مکان پر موجود رہتی ہے۔ دروازہ مکان اوسوقت تک نہین کہولا جاتا
جب تک کہ دولہا کے جانب سے دولہن کے چہوٹے بہائی یا اوسکے قایم مقام

کو ایک خاص رقم نہین دیجاتی جسکو عام و خاص دہنگانہ سے موسوم کرتے ہین۔ اس لفظ کا صحیح املا دہنیانہ ہے لفظ دہنی سے بنایا گیا ہے۔ دہن کے معنے زبان ہندی مین مال و دولت کے ہین۔ یہہ ایک قسم کا جرمانہ ہے جو دلخوش کن الفاظ مین دہنیانہ سے موسوم ہوا ہے۔ بدینوجہ کہ نوشاہ نے غیر معمولی وقت مین عروس کے گھر پر اوسکے لیجانے کی غرض سے چڑہائی کی ہے۔ لہذا دربان (دولہن کا چھوٹا بہائی) کو یہہ حق دیا گیا ہے کہ وہ دہنیانہ کی رقم وصول کرکے دروازہ کہولے۔ ہندؤن مین بہی دہنگانہ یا دہنیانہ کا رواج ہے جسکو زبان سنسکرت مین مدہو پرک یا مرہٹی مین بہینٹ بکرا کہتے ہین۔ یہہ ایک قسم کا انعام سمجہا جاتا ہے جو دولہا کی والدہ کے جانب سے دولہن کی والدہ یا بہائی کو اوسوقت ادا ہوتا ہے جبکہ دولہا کی والدہ عقد کے بعد اپنی بہو کے لیجانے کے لئے دولہن کے گہر آتی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ قوم نایط نے دہنگانہ یا دہنیانہ کی رسم کو ہندو کے اسی رسم و رواج سے بترمیم خفیفہ اخذ کیا ہے الحاصل دہنیانہ یا دہنگانہ کی رقم ادا ہونے کے بعد دولہا دیوانخانہ مین داخل ہوکر ایک پرتکلف مسند پر رونق افروز ہوتا ہے۔ جو خاص کر اسی غرض سے سجائی جاتی ہے

اسی قوم کے بعض خاندانون نے رسم شب گشت کے تکلفات کو سادہ طریقہ کے ساتھہ بدل دیا ہے۔ نوبت۔ نقارہ۔ آتش بازی وغیرہ کو موقوف کرکے قریب وقت نماز یا بعد نماز صبح دولہا کو گہوڑے یا میانہ کی سواری مین اہل خاندان اور افراد قوم کے ساتھہ دولہن کے مکان پر پہونچا دیتے ہین۔ بعض افراد قوم نے وقت مین بہی ترمیم کر دی ہے یعنے اول شام یا بعد نماز مغرب شب گشت کی برات نہایت سادگی کے ساتھہ سنواری جاتی ہے بعض روشن خیال حضرات نے مجلس عقد کے لئے مسجد متصلہ کو بہترین مقام قرار دیا ہے اور دولہا اپنے گہر سے اوسی مقام پر پہونچ جاتا ہے۔

سہرے کا رواج | قوم کے بڑے حصہ مین سہرہ کا رواج باقی ہے سہرا سوتیون یا مقیش کے تارون یا صرف پہول کی لڑیون سے بنایا جاتا ہے جو بطریق نقاب دولہا کے سر پر بوقت شب گشت اور دولہن کے سر پر جلوہ کیوقت باندہا جاتا ہے۔ کسی اہل زبان نے کہا ہے۔ قطعہ

اے جوان بخت مبارک ترے سر پر سہرا * آج ہے یمن سعادت کا ترے سر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش * سر پہ دستار ہو دستار کے سر پر سہرا

بعضون نے لکہا ہے کہ یہہ لفظ درحقیقت شوہر تہا۔ پہر شہرہ ہوگیا اور

آخر پر سہرا بنگیا۔ بعضون کا خیال ہے کہ یائے مجہول کے ساتھہ سیرا کہنا چاہئے۔ بعض اہل لغت کا ارشاد ہے کہ یہہ لفظ سہ ہار سے مرکب ہے شاید ابتدائی زمانہ مین صرف تین ہار کا سہرا باندہا جاتا تہا۔ لیکن یہہ اسلئے ٹہیک نہین خیال کیا جاتا کہ اسمین ایک لفظ فارسی ہے اور دوسرا ہندی صاحب فرہنگ آصفیہ کی رائے من وجہٍ درست معلوم ہوتی ہے کہ سر ہار سے سہرا بنا ہوگا۔ آپ فرماتے ہین کہ سر بمعنے فرق ہندی بول چال کا لفظ ہے اور ہار سے مرکب ہوا ہے اول اول اسکا نام سرہار رہا ہوگا اور پہر ملے مہملہ گر کے سہار رہوا ہوگا اسکے بعد الف نے قلب مکانی پیدا کرکے سہرا نام حاصل کیا۔ صاحب بہار عجم نے زبان فارسی کا محاورہ قرار دیا ہے اور ہائے ہوز آخر کے ساتھہ سہرہ لکھا ہے۔ امتیاز خان خالص تخلص کی ایک نظم سے اس لفظ کا استعمال دکہلایا ہے۔

و ہو ہذا

ماہ من از حیا رخش بسکہ باب و تاب شد ٭ سہرہ چو بست عارضش پنجہ آفتاب شد

اگر اس لفظ کو زبان فارسی کا لفظ قرار دیا جاوے تو سارا جہگڑا مٹ جاتا ہے لیکن تعجب اسکا ہے کہ اکثر صاحبان لغت فارسی نے اس لفظ کو چہوڑ دیا ہے

اور یہہ مانی ہوئی بات ہے کہ مسلمانان عجم مین سہرا باندہنے کا رواج
کسی زمانہ مین نہین رہا۔ اسمین کچہہ شک نہین ہے کہ قوم نایط نے سہرہ
کا دستور ہندؤن ہی سے سیکہا ہے جسطرح قوم ہنود سہرہ کو دولہا دولہن
کے لئے نہایت ضروری خیال کرتی ہے۔ اوسیطرح قوم نایط کے اکثر
افراد سہرے کے سخت پابند ہین بعض افراد قوم نے نہایت مشکل کے ساتہہ
سہرہ کے رواج کو ترک کیا ہے۔ ہندون مین سہرہ کا رواج احکام شاستر
کی روسے قایم ہوا جسکو بہال سنگ کہتے ہین۔ بہال بمعنی پیشانی اور
سنگ سے دونون کنپٹیون کا فاصلہ مراد ہے۔ شادی کی تقریب مین
بروی احکام شاستر دولہا اور دولہن کے لئے بہال سنگ کا ہونا فرض ہے
جس سے دونون کے چہرے خاص وعام کی نظرون سے کسیقدر مخفی رہتے ہین
ہندو شاستر مین شادی کے وقت دولہا دولہن دونون معمولی انسان
نہین سمجہے جاتے بلکہ قدرت الہی کے مظہر مانے جاتے ہین دولہن کو لکشمی
کہتے ہین۔ اور دولہا کو پرمیشر۔ یہہ خیال اس بنیاد پر ہے کہ مخلوق کی پیدایش
انہین دونون کی وصلت کا نتیجہ ہے۔ سہرہ کا نقاب اسلئے ضروری
سمجہا گیا ہے کہ ناظرین کے خیال مین اون دونون کی تشخیص کسیقدر محجوب ہے

اور شاستر کے عقیدہ کے طرف رجحان ہو۔ مسلمانان ہند کو عموماً اور قوم نایط کو خصوصاً اگر سہرہ کی علت غائی سے آگاہی ہوتی تو وہ بلحاظ اپنے اسلامی عقیدے کے سب سے پہلے سہرے کی رسم کو ترک کرتے فی زمانا اس خاص رسم کے ترک کرنے مین جن افراد نے کوشش کی اور کامیاب ہوے اوس کا سہرا مولف کے سر ہے۔ مولف اسی ایک بہانہ سے پروردگار عالم کی بارگاہ سے اپنی مغفرت کا امید وار ہے۔ ؎

رحمت حق بہا نمی جوید ✤ رحمت حق بہانہ می جوید۔ مؤلف کو کامل توقع ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد اہل اسلام عموماً اور قوم نوایط کے افراد خصوصاً سہرے کے رواج کو ترک کرنے مین کوشش بلیغ فرماوین گے اسلئے کہ تمام رسوم مین یہی ایک رسم ہے جسکو مسلمانونکا مذہب اوسکے جاری رکہنے کی اجازت نہین دیتا۔

مجلس عقد مجلس عقد مین اس قوم کے لئے حکومت وقت کا قاضی یا نائب قاضی کافی نہین ہے۔ رئیس قوم سید عبد الرحمن نایطی کی زندگی تک عقد کا خطبہ اونہین کے فرایض خدمت مین داخل تہا۔ جیسا کہ فرقۂ اسمعیلیہ مین آجتک یہہ خدمت نائب داعی یا عامل کے تفویض ہے۔

لیکن سید عبد الرحمن رئیس کی رحلت کے بعد جب امارت اور صدارت قوم کا خاتمہ ہو چکا تو ہر ایک خاندان اپنے اپنے عقیدت کے لحاظ سے اپنی قوم کے کسی متبرک قومی عالم کو خطبۂ نکاح کے لئے منتخب کرنے لگا۔ سیاہے کی ترتیب قاضی یا نائب قاضی کے ہاتہہ رہتی ہے۔ اور اونکا مقررہ حق اونکو دیدیا جاتا ہے۔ مجلس عقد مین شرع محمدی کے احکام کی سخت پابندی کی جاتی ہے۔ اکثر خاندانون مین دولہن کے والد ماجد شریک مجلس رہتے ہین۔

مہر کا رواج | مہر کا قرار داد اس قوم نے کر لیا ہے۔ اونتالیس تولہ زر خالص سے زیادہ مہر کسی حالت مین نہین باندہا جاتا بعض غریب خاندانون مین اسکی مقدار نہایت خوشی کے ساتہہ گہٹائی جاتی ہے۔ لیکن دولہا کی مالیت کے لحاظ سے کبہی اسبات کی خواہش نہین کی جاتی کہ اونتالیس تولہ زر خالص سے مہر بڑہایا جائے۔ جن خاندانون نے اپنے کفو کی پابندی سے کنارہ کشی کی ہے اون کے لئے یہہ قرار داد محض بے اثر ہے۔ غیر کفو کے ساتہہ سمدہیانہ قرار پانے کی حالت مین فی زمانا یہہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ مہر کا قرار داد دولہا کی حیثیت معاش کے لحاظ سے آغاز شادی

سے پہلے کر لیا جاتا ہے حیدرآباد کے بعض امرائے قوم نایط البتہ اس طریقے کے پابند ہیں ہین۔ مہر کی مقدار دولہا کی حیثیت کے مقابلہ مین بہت بڑہی ہوئی تجویز کرتے ہین ہماری شریعت غرا کا حکم اونکی اس عمل درآمد کی تائید نہین کرتا۔ شہنشاہ اکبر کی تاکید تہی کہ مہر کی مقدار زیادہ نہو وہ کہا کرتا تہا کہ جہوٹے اقرار سے مہر کا بڑہانا پیوند کا توڑنا ہے احکام شرع محمدی کے ساتہہ ہماری خلاف ورزی نے برٹش قانون کو مداخلت جائز کا موقع دیا ہے۔ ممالک مغربی و شمالی مین بعض ایسے مناقشات کا تصفیہ برٹش انڈیا نے منصفانہ اصول پر سیاہہ نکاح کے برخلاف کیا اور اونکا فیصلہ علمائے مذہب کے فتوے پر مبنی تہا قوم نایط کے ان افراد کو جنکو مہر کے مسئلہ مین دولہا کی حیثیت کا اندازہ ناپسند ہے ان واقعات پر غور فرمانا چاہیئے جن افراد قوم کو مہر کی زیادتی پر اصرار ہے غالباً اونکا خیال ہے کہ مہر کی زیادتی استحکام تعلقات باہمی کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور اسی ایک چیز کی بدولت شوہر ہمیشہ اپنی بی بی کا رضاجو اور خیر طلب رہتا ہے۔ لیکن ادنے غور کے ساتہہ یہہ بات سمجہہ مین آتی ہے کہ قضیہ اسکے بالعکس ہے۔ جن خاندانون نے انتخاب مین غلطی کی ہے اونکو مہر کی زیادہ مقدار نے کسی قسم کی مدد نہین کی متعدد مثالین ایسی ہین جنین مہر کی مقدار معتدل تہی

مگر شوہر کی اہلیت اور قابلیت نے اوسکی بی بی کیلئے ہر ایک قسم کی راحت کا
سامان مہیا کر دیا اکثر خاندانوںمین جہان انتخاب مین غلطی ہوئی ہے باوجود زیادتی
مہر بی بی کے تعلقات اُسکے شوہر کے ساتھہ اچھی حالتمین نہین ہے حاصل یہہ ہے
کہ مولف کی رائے مین لیاقت واہلیت کا انتخاب اہل اصول ہی۔ مہر کی زیادتی
محض فضول۔

جلوہ کی رسم انعقاد نکاح کے بعد دولہا محل مین طلب ہوتا ہے اور دولہن
کی رونمائی کی رسم جسکو جلوہ کی رسم کہتے ہین ادا کیجاتی ہے۔ جلوہ زبان عربی
کا لفظ ہے بمعنے دیدار۔ نظارہ۔ زبان اردو مین دولہا دولہن کو آمنے سامنے
بٹھلاکر آرسی اور کلام مجید کے دکہلانیکو جلوہ کہتے ہین۔ جلوہ کیلئے ایک خاص
چارپائی یا تخت آراستہ کیا جاتا ہے جسپر دولہا دولہن آمنے سامنے بٹھلائے
جاتے ہین۔ اور مستورات سے دولہا کی مان یا دادی یا پہپہی جسکا انتخاب بلحاظ بزرگی
اہل خاندان نے کیا ہو رونمائی کی رسم ادا کرتی ہین سب سے پہلے کلام مجید دونون کو
دکھلایا جاتا ہی۔ اور پہر آرسی یا آئینہ دکہلایا جاتا ہے۔ یہی وقت ہے جسمین
دولہا رونمائی کے نام سے کوئی خاص زیور دولہن کو پہناتا ہی جسکے بعد مصری
چبائی جاتی ہے۔ جسکا نام نوباتی کی رسم ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ کو بعض اہلِ تصنیف

نے یون بیان کیا ہے کہ نونڈ لیان مصری کی دولہن کے ہر ایک اعضا
مونڈہون کہنیون۔ گہٹنون۔ پیٹ۔ اور ہاتون پر رکہکر عین ریت رسم
کے وقت دولہا کے منہہ سے بغیر ہات لگائے کہلواتی ہین۔ چونکہ
عربی مین نبات مصری کو کہتے ہین اور مسلما نون ہی کی یہہ رسم ہے
معلوم ہوتا ہے کہ عوام نے نبات کا نو بات کر لیا ہے۔ یہہ ایک فر مانبردار یکا
امتحان خیال کیا جاتا ہے۔ اس مین دولہا کو عورتین خوب حیران کرتی ہین
قوم ہنود مین رونمائی کی رسم نہایت پر تکلف رسم مانی گئی ہے۔ لیکن
رونمائی کی رسم مین بہت بڑا ٹہاٹ دولہا کی والدہ کا ہے۔ نکاح کے
دوسرے دن اون کے لانے کے لئے دولہن کے معزز اقربا جاتے ہین
اور بڑی خوشامد کی جاتی ہے۔ جب اونکی سواری دولہن کے مکان کے قریب
آتی ہے تو دولہن کی والدہ اپنے دروازہ تک استقبال کرتی ہین اور
اپنے ہاتون سمدہن کے پاؤن دہلواتی ہین اور انتہا درجہ کی خاطر و مدارات
کی جاتی ہے اون کے نشست کے لئے ایک بلند مقام تجویز کیا جاتا ہے
جہان ایک بڑا آئینہ قایم کیا جاتا ہے اور پہر بہو اون کی خدمت مین
پیش کیجاتی ہے اور اوس بڑے آئینہ مین اونکو بہو کی رونمائی کیجاتی ہے

وہ اپنی بہو کو دولہا کے جانب سے متعدد زیور چڑہاتی ہین اور یہہ دولہن کا استری دہن ہے زبان سنسکرت مین اس رسم کا نام دوہو مکہہ اولوکن ہے۔ دوہو کے معنے دولہن۔ مکہہ بمعنے چہرہ۔ اولوکن سے نمائش مراد ہے۔

شرم وحیا کی رسم دولہن کی شرم قوم نایط کی شادی کا جزو اعظم ہے شادی کے بعد عرصہ تک اقربا کی مجلس مین دولہا یا اوس کے عزیزون کے آگے۔ دولہن آنکہین بند کی ہوئی۔ جہکی رہتی ہین تا بوقت جلوہ چہ رسد بعض خاندان جنہون نے رسوم کے بڑے حصہ کو ترک کر دیا ہے وہ بہی اس رواج کے پابند ہین۔

رونمائی اور سلامی کی رسم جلوہ کے مراسم ادا ہونے پر دولہا کے اقربائے اناث اپنے اپنے رتبہ کے مطابق رونمائی کی رسم ادا کرتے ہین یعنے زیور یا نقدی کا عطیہ دولہن کو دیتے ہین۔ پہر دولہا اپنے تخت کے بازو کہڑا ہو جاتا ہے۔ اور نہایت ادب کے ساتہہ اپنی خوشدامن کی خدمت مین تسلیم عرض کرتا ہے۔ سب سے پہلے دولہن کی والدہ کی جانب سے سلامی کا پاندان اوسکو دیا جاتا ہے یہہ درحقیقت رخصتی پاندان ہے۔

جس مین نقروی لوازمہ کے علاوہ نقدی بہی ہوتی ہے۔ غریب سے غریب خاندان بہی بقدر مقدرت اس پاندان کے ساتہہ نقدی کا دینا ضروری خیال کرتا ہے جس کا نام سلامی ہے۔ پہر علے سبیل الترتیب دولہن کے تمام اقربائے اناث کے جانب سے سلامی کے پاندان باری باری سے دئے جاتے ہین اور ہر ایک سلامی کے ملنے پر دولہا کمال انکسار کے ساتہہ معطی کی خدمت مین تسلیم بجالاتا ہے۔ سلامی کے ختم ہونے پر دولہن کے والد تشریف لاتے ہین اور نہایت رقت کے ساتہہ جسکی ہمدردی مین تمام محفل شریک ہوتی ہے دولہن کا ہات دولہا کے والد کے ہات مین دیکر قبلہ رو ہوکر بارگاہ صمدیت مین دعا کے لئے ہات اوٹہاتے ہین۔ ساری محفل سے آمین گوئی کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اوسوقت واقعی ایک موثر سمان بندہجاتا ہے۔ آپ کی واپسی کے بعد دولہن کی والدہ بہی اس رسم کو اپنی سمدہن کے ساتہہ ادا کرتی ہین جس کے اختتام پر سامان جہیزی کی ایک مفصل فرد دولہن کے تفویض کر دیجاتی ہے اور اسکے بعد بازگشت کی تیاریان شروع ہوجاتی ہین۔ جن افراد قوم کی سکونت مغربی شمالی ہند مین ہے اونکی پاس چار دن تک دولہا کی مہمانداری

رواج ہے اور اسکے بعد بازگشت کی نوبت آتی ہے۔ نایطیان جہرمی لقب اپنے وطن کا رواج اسطرح بیان کرتے ہین کہ تقریب عقد کے بعد دولہا قبل از رونمائی اپنے گہر واپس ہوجاتا ہے اور دولہن کے عزیز و اقارب جسمین دولہن کے والدین شریک نہین ہوتے نہایت سادگی کے ساتہہ دولہن کو دولہا کے مکان پہونچا آتے ہین جسکی تفصیلی کیفیت رسم بازگشت کے ساتہہ بیان ہوگی۔

بازگشت کی رسم بازگشت زبان فارسی کا لفظ ہے جسکے معنے مراجعت کے ہین۔ لیکن اصطلاحی معنون مین اہل زبان اوسکا استعمال نہین کرتے۔ جلوہ کے بعد جب دولہا دولہن کے ساتہہ اپنے گہر واپس ہوتا ہے تو اس واپسی کی رسم کو افراد قوم بازگشت سے موسوم کرتے ہین۔ بازگشت مین وہی تمام تکلفات ہوتے ہین جنکا بیان شب گشت کی رسم مین ہوچکا ہے۔ قوم نوایط کے بعض خاندانون مین بازگشت کی برات دن مین قبل ظہر قایم ہوتی ہے اور اکثر بعد عصر قبل مغرب۔ اور کبہی بعد نماز مغرب۔ سامان جہیز برات بازگشت کے ساتہہ رکہا جاتا ہے۔ بازگشت کی برات دولہا کے گہر پہونچنے کے بعد جو رسم نہایت ضروری خیال کی گئی ہے وہ یہہ ہے کہ دولہا اور دولہن کے پیر دہلواتے ہین اور اوسکا پانی دولہا کے مکان کے چارون گوشہ مین

چھیڑکا جاتا ہے جسکو میمنت اور خانہ آبادی کا نشان سمجھتے ہین۔ باز گشت کی رسم مذہب ہنود کے احکام شاستر مین داخل نہین ہے بلکہ صرف رواجی رسم ہے جسکا سنسکرت مین دوہو پریشن نام ہے جس سے یہہ مراد ہے کہ دولہن کا اوس منڈوے مین داخل ہونا جو دولہا کے گہر مین باغراض تقریب شادی بنایا گیا ہے خانہ آبادی اور میمنت کی علامت ہے۔

ہندوونکی باز گشت کا وقت اکثر عقد سے چوتھے دن اور بعض فرقون مین پندرہوین دن نیک ساعت مین تجویز کیا جاتا ہے اور یہہ منجمین اور جوتسیونکا اختیاری امر ہے۔ قوم نوایطا کے وہ افراد جنکی سکونت ممالک مغربی و شمالی ہند مین ہے عقد کے چوتھے دن دولہن کو دولہا کے گہر روانہ کرتے ہین اور اس عرصہ مین دولہا اپنی سسرال کا مہمان سمجھا جاتا ہے اسی قوم کے بعض افراد جو ممالک عرب مین سکونت پذیر ہین وہ انعقاد نکاح کے بعد اوسی وقت دولہن کو لئے ہوے اپنے گہر واپس ہو جاتے ہین۔ نایطیان جہرمی لقب جنکی سکونت ممالک محروسہ ایران سے متعلق ہے۔ اس رسم کی عجیب دلچسپ داستان بیان کرتے ہین۔ وہ فرماتے ہین کہ نکاح کے بعد دولہا کو زیادہ ٹہرنے کی اجازت نہین ہے وہ فوراً اپنے گہر واپس چلا جاتا ہے

اور اوسکے عزیز و اقارب بہی اوس کے ساتہہ چلے آتے ہین اور شام سے دولہن کی آمد کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ مکان کی آرایش مین اہتمام بلیغ اور پر تکلف روشنی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ شام کے کہانے سے فارغ ہونے پر نماز عشا کے بعد دولہن کے اقربار دولہن کے لے چلنے کا انتظام شروع کرتے ہین براتی لوگ اپنے ہاتون مین لمبی لمبی فانوسین لٹکاے دُہری قطار باندہکر آگے چلتے ہین اون کے بعد اقربا ر اُناث کے بیچ مین دولہن ملا یہ اوڑہے ہوئی اپنے گہر سے روانہ ہوتی ہے ایک عورت کے ہاتہہ مین کسی قدر بڑا آئینہ ہوتا ہے جسکا رخ دولہن کیطرف رہتا ہے۔ دولہن نہایت آہستہ آہستہ قدم اوٹہاتی ہین اور چند قدم چلکر رک جاتی ہین۔ ساتہہ کی عورتین للی للی للی کا شور مچاتی چلتی ہین۔ یہہ آواز بڑی خوشی کی آواز سمجہی جاتی ہے۔ اس آواز کو سنکر گہرون مین لوگ جان جاتے ہین کہ کوئی برات جا رہی ہے۔ مردون کی جماعت بلند آواز سے درود شریف پڑہتی ہوئی چلتی ہے۔ اور رہ رہ کر ٹہر جاتی ہے۔ اور عورتون کے گروہ کا انتظار کرتی ہے۔ ہر رکاوٹ پر قدم بڑہانے کا تقاضا ہوتا ہے اور بسم اللہ کی آواز مردون کے گروہ سے بلند ہوتی رہتی ہے۔ تب دولہن

بڑی مشکل سے چند قدم پر چلتی ہین اور پہر ٹہر جاتی ہین۔ اسی طرح یہہ برات بڑی دیر مین دولہا کے گہر تک پہونچتی ہے۔ فانوس بردارون کے سوا اور کوئی باجے گاجے ہمراہ نہین ہوتے۔ جب یہہ برات دولہا کے محلہ مین داخل ہوتی ہے تب دولہن کا قدم تقاضہ پر بہی نہین اوٹہتا براتی مرد درود شریف کا ورد اور عورتین قلی للی للی کا شور اس قدر مچاتی ہین کہ دولہا کو برات پہونچ جانے کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ پہر کیا دیکہتے ہین کہ سامنے سے چند آدمی دولہا کو کہسیٹے ڈہکیلتے لا رہے ہین وہ مارے شرم کے پیچہے ہی ہٹا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ براتیون کے قریب پہونچتا ہے تو براتی گروہ راستہ کے دونون جانب کسی قدر ہٹ کر ٹہر جاتا ہے۔ اور دولہا کے لئے درمیان مین راہ قایم کر دیتا ہے۔ جب دولہا اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ جہان سے دولہن نظر آسکے اوسے سلام کے لئے سر جہکا کر فورًا اوسی راستہ سے اپنے گہر بہاگ جاتا ہے جس کے بعد دولہن آگے بڑہتی ہے لیکن بڑی آہستگی سے قدم اوٹہاتی ہے۔ ہر ہر قدم پر ہمراہین اوسکی خوشامد کرتے ہین۔ جب براتی مرد دولہا کے گہر تک پہونچ جاتے ہین تو وہ راستہ کے دونون طرف

ہٹکر عورتون کے لئے راہ قایم کردیتے ہین۔ اس موقع پر دولہا کے والد استقبال کے لئے آگے بڑہتے ہین اور فرماتے ہین کہ بخشیدم تبو باغی و مکانی اس بخشش کی آواز اون کی زبان سے نکلتے ہی ہرایک براتی کو معلوم ہوجاتا ہے کہ دولہن کی رونمائی مین باغ و مکان ہبہ کیا گیا۔ قریب کی عورتین دولہن کو مبارکباد دیتی ہین اور آگے بڑہنے کی التجا کرتی ہین وہ دو قدم چلکر پہر ٹہر جاتی ہے۔ اور اوسیکے ساتہہ یہہ آواز آتی ہے کہ زیور و لباس بخشیدم۔ جس پر مبارکباد کی صدا پہر بلند ہوتی ہے۔ اور دو چار قدم چلکر پہر سواری رُک جاتی ہے۔ ہرایک وقفہ پر خسر صاحب کو کچہہ نہ کچہہ سلوک کرنا پڑتا ہے جسکے بغیر قدم آگے نہین بڑہتا۔ ہمراہین بالکل تہک جاتے ہین۔ اور خسر صاحب قریب آجاتے ہین اور فرماتے ہین بسم اللہ۔ دیگر چہ میخواہی۔ تب براتی عورتون سے ایک چلبلی عورت کہدیتی ہے کہ عروس کنیزک میخواہد۔ تب خسر صاحب ظاہر مین کسیقدر متفکر ہوکر نہایت زور کے ساتہہ۔ لا الہ الا اللہ پڑہکر فرماتے ہین کہ بلے بخشیدم تبو فرخندہ کنیزک۔ ہم یہہ سنتے ہی سب کے سب اصرار کرتے ہین کہ اب چلنا چاہئے۔ مردون کے گروہ سے یہہ آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ موذن صبح سر منارست

(نماز صبح کا وقت آپہونچا) پہر توکشان کشان دولہن کو آگے بڑہاتے ہین دروازۂ مکان مین دولہا کے جانب سے صدقات پیش ہوتے ہین نقدی کا نچہاور ہوتا ہے۔ شاباش کی صدا چارون طرف سے بلند ہوتی ہے۔ غرض بڑی مشکل سے خدا خدا کرکے دولہن مکان مین تشریف لیجاتی ہین اور براتی خدا حافظ اور فی امان اللہ کہکر واپس چلے آتے ہین۔ سامان جہیز سے کوئی چیز اوسوقت دولہن کے ساتہہ نہین بہیجی جاتی۔

چوتہی کی رسم چوتہی اسم مونث زبان ہندی مین ایک رسم کا نام ہے جو ساچق سے چوتہے روز ادا کیجاتی ہے۔ بعض خاندانون مین بازگشت کے چوتہے دن اس تقریب کا دن مقرر ہے۔ اسی کو قوم نوایط کنگن کی رسم کہتے ہین۔ کنگن ایک زیور کا نام ہے جو کلائی مین پہنا جاتا ہے۔ دولہا کی والدہ کی جانب سے بہو کی چوڑیون کی تکمیل کے لئے اوسوقت پہنایا جاتا ہے۔ جبکہ دولہن اپنی والدہ کے گہر جاتی ہین۔ بعض قانون گویان قوم کا بیان ہے کہ جب دولہن بازگشت یا ساچق کے چوتہے دن اپنے والدین کے گہر جاتی ہین تو یہہ زیور دولہا کے جانب سے اوسکو پہنایا جاتا ہے اسی لئے چوتہی کی رسم کو کنگن کی رسم کہنے لگے

بہرحال چوتہی کی رسم کے لئے دولہن کا چہوٹا بہائی اور بہن دولہا کے گہر آتے ہین اور دعوت پہونچا جاتے ہین جسکے بعد دولہا اپنی دولہن اور اہل خاندان کے ساتہہ سسرال مین جاتا ہے جہان تکلف کے ساتہہ مہمانی ہوتی ہے۔ اور دونون کی گلپوشی کی رسم ادا کیجاتی ہے۔ سلامی دیجاتی ہے اور اوسی شب مین واپسی ہو جاتی ہے۔ دولہن کے مکان پر جب چوتہی کی رسم کے لئے دولہا پہونچ جاتا ہے تو وہان ایک دل خوش کن لڑائی قایم کرتے ہین جس مین دولہن کے عزیز و اقارب دولہا کے عزیز و اقارب کے ساتہہ منقش کار۔ باریک چہڑیون اور پہولون سے لڑائی لڑتے ہین اور سمجہا جاتا ہے کہ یہہ درحقیقت دولہا والون کے لئے ایک مہذب سزا ہے۔ اوس مبارک قصور کی پاداش مین کہ وہ بازگشت کے دن دولہن کو اپنے ساتہہ لے گئے۔ پہر ہنسی خوشی کے ساتہہ صلح ہو جاتی ہے۔ بعض افراد خاندان نے اس رسم کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ یہہ رسم نہ ہندوون کی شاستر مین داخل اور نہ رواج مین مسلمانان ہند کی ایجاد پائی جاتی ہے۔

وسندانہ کی رسم دسندانہ کی رسم دولہا کی سسرال سے متعلق ہے یعنے

دولہا اپنی سُسرال کے گہر دولہن کے ساتہہ دس دن تک مہمان رہتا ہے اسکا وقت اختیاری ہے بعض افراد قوم چوتہی کے دوسرے دن سے اسکا آغاز کرتے ہین اور بعض کچہہ دن بعد۔ یہہ رواج ہند و شاستر مین نہین ہے اور نہ عرب و عجم مین اسکو مستحسن خیال کرتے ہین۔ بلکہ بعض ایرانی اقوام کے پاس داماد کی مہمانی سُسرے کے گہر مکروہ اور ناقابلِ برداشت مانی گئی ہے۔ نایطیان جہرمی لقب سے اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ اہل عجم داماد کا خسر کی خدمت مین حاضر ہو کر سلام کرنا بہی پسند نہین کرتے تہے

بہ مہمانی چہ رسد۔

ہات برتانہ کی رسم

ہات برتانہ کی رسم شادی کی آخری رسم اور نہایت پُرمعنے ہے۔ اسی کو سَمَدَھ مِلاوا کہتے ہین۔ یہہ تقریب دولہا کے گہر رچائی جاتی ہے۔ دسندانہ کے کچہہ دن بعد دولہن کے والدین مع اپنے خاندانی اقربا کے دولہا کے گہر مہمان ہوتے ہین اور دولہن کو کار و بار خانہ داری کی نصیحت کرتے ہین۔ اور سامان خانہ داری کا برتاؤ سکہلاتے ہین یہی اس رسم کی وجہ تسمیہ ہے۔ خاندان کے تمام معزز افراد اناث اوسدن اپنے ہاتون مہمانی کا سامان تیار کرتے ہین۔ پوریان کچوریان مختلف قسم کی

مٹہائیان نباتے ہین اپنے اپنے کمالات پخت وپز کا نمونہ دکہلاتے ہین کوئی خاص کام اسی قسم کا دولہن کے بہی تفویض ہوتا ہے۔ سمجہا جاتا ہے کہ اس تاریخ سے دولہن کی شرم اور گوشہ نشینی کو اوس کے والدین نے گہٹا دیا۔ سمدھ ملاوا کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ یہہ حقیقی سمدہیون اور سمدہنون کی ملاقات کی تقریب ہے یعنے دولہن کی والدہ دولہا کی والدہ سے ملتی ہین۔ علے ہذا دولہن کے والد دولہا کے باپ سے ملاقات کرتے ہین جسکے بعد پہر کوئی ضمیمہ رسوم شادی کا باقی نہین رہتا الا یہہ کہ ہر ایک جمعہ کو کبہی دولہا کے گہر اور کبہی اوسکے سُسرال مین صرف دولہا دولہن اور اون کے والدین کی مہمانی ہوتی رہتی ہے۔ اسکا سلسلہ عرصہ تک قایم رہتا ہے اسکا نام جمعگی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ محبت ہائے باہمی کے بڑہانے اور ایک دوسرے کے طرز معاشرت سے واقف ہونے کا یہہ ایک عمدہ ذریعہ ہے بدنیو جہ کہ سمدہیانہ کی قرابت قایم ہونے کے بعد بزرگان خاندان کی باہمی ملاقات تقریب خاص کے بغیر متعذر اور ایک دوسرے کے خلاف شان سمجہی جاتی ہے اسلئے جمعگی کے بہانہ سے باہم ملنے جلنے کا موقع دیا گیا ہے۔ ہندوشاستر سے اس رسم کا پتہ نہین چلتا

البتہ آہشہ نہان (ہفتہ کا غسل) کے نام سے دولہن کی آمد و رفت اپنے والدین
کے گہر قایم رہتی ہے۔ ان مواقع پر دولہا بہی اپنی سسرال کا مہمان ہوا کرتا ہے
یہہ طریقہ صرف رواجی ہے نہ شاستری۔

بیوہ کے عقد ثانی کا رواج | صاحب منتخب اللباب بضمن احوال قوم نایط فرماتے ہین

کہ اگرچہ بعد از فوت شوہر زنان جوان در مکہ متبرکہ و مدینہ منورہ و
تمام روم و ایران و توران و ہمہ قلمرو اسلام از زمان قدیم لغایتہ حال
شوہر دیگری نمایند بل وارثان آنہا نیز در بعقد کفو می آرند اما در
ہندوستان کہ میانِ شرفار اسلام کہ مراد از عرب اند این عمل را قبیح و عیب
دانستہ ترک رویۂ آبا و اجداد کہ موافق حکم خدا و رسول و مطابق شرع محمدی نسبت
نمودہ اند و ہمین است کہ بعد امتداد ایام کہ درین غربت میان کفرا
توالد و تناسل واقع شد و ملاحظہ نمودند کہ از جملہ اقسام ہنود کہ تعداد
آنہا انتہا ندارد۔ ہیچ قوم برہمن و کہتری۔ و راجپوت و بقال و کایت
باشند از نجابۂ کفرا اند اگر دختر شیرخوارہ را بہ عقد احدے در آرند
و شوہر او در ہمان شب بمیرد باز بہ نکاح دیگر در نمی آرند چون شرفاء
قوم را با شراف ہر دیار ہم چشمی بمیان می آید بہ تقاضائے غیرت کہ ما از جہلہ

کم تر ازین جماعہ باشیم طبیعت این رسم را سر مایہ آبرو و عزت و نشان شرافت و نجابت دانستہ ترک روئیہ بزرگان سلف نمودہ اند۔ این طریقہ عقلاً و شرعاً محمود نیست و درین ضمن مفسدہ بسیار حاصل می گردد کہ بتوضیح آن نپرداختن اولے الخ۔

قوم کے بعض خاندانون نے نہایت آہستگی کے ساتہہ اس طریقہ کو ترک کرنا شروع کر دیا ہے۔ اصل یہہ ہے کہ ہندوستان مین قوم ہنود کے بعض فرقون نے بہی بیوہ کے عقد ثانی پر توجہ کی ہے۔ آثار سے اسبات کی امید ہو چلی ہے کہ نہ صرف اس قوم مین بلکہ عموماً اہل اسلام اور ہنود کے تمام فرقون مین اسی صدی کے آخر تک بیوہ کے عقد ثانی کا رواج ایک حد تک قایم ہو جاویگا۔ مسلمانون کے متعدد علما اور ہنود کے اکثر سبہاؤن نے اس ترمیم کے متعلق متعدد تصانیف اور ارٹکلز شایع کئے ہین اور شب و روز اس رواج کے بڑہانے اور پچہلے خیالات کے مٹانے کی کوشش کر رہے ہین اور یہہ کوشش بہ نسبت موجودہ زمانہ کے آیندہ زمانہ مین زیادہ موثر ثابت ہوگی۔ اکبر کے زمانۂ شہنشاہی مین جسکو اکثر رسوم و رواجات کا ماخذ خیال کیا جاتا ہے

خود اس بات کی تاکید تہی کہ بیوہ کے عقد ثانی کو نہ روکا جاوے شہنشاہ ران
کو اس مسئلہ مین اسقدر اصرار رہا ہے کہ وہ مخالفین عقد ثانی اور طرفدا
ستی کو حکم دے رکہا تہا کہ اگر شوہر کی موت کے بعد بیوہ کی ستی پر اصرار
ہے تو عورت کے مرنے پر بہی اوسکے شوہر کو ستی ہونا چاہیئے۔ علی ہذا
مخالفین عقد بیوہ کو رنڈوے کے عقد ثانی سے بہی احتراز لازم ہوگا۔ یہہ تاکید درحقیقت ایک قسم
کی تہدید تہی۔ اسی اصول نے ستی کے رواج کو مٹایا اور اسی نے اکثر
افراد قوم ہنود کو باوجود اختلاف احکام شاستر۔ بیوہ کے عقد ثانی
پر آمادہ کیا واے بحال ما۔ کہ باوجود اسکے کہ ہماری شریعت بیوہ کے
عقد ثانی کی اجازت دیتی ہے اور ہمارے شہنشاہ دین و دنیا او اسکا
حکم موکد فرما چکے ہین۔ اور موجودہ زمانہ کے دنیوی شہنشاہ اوسکی ممانعت
نہین کرتے بلکہ اون کی قوم اپنے مذہب کے حکم سے اوسی پر عمل پیرا ہے
لیکن ہم اپنی ایک ناقابل تعریف عادت پر جمے ہوے ہین۔ ہم تسلیم
کرتے ہین کہ ہمارے لئے ایک زمانہ وہ تہا جس مین ہمکو اپنے مذہب
اور احکام مذہب کا اخفا مجبوری کی وجہ سے ناگزیر تہا اور ہم اپنے
معاصرین قوم ہنود کے رسم و رواج کی پیروی مین عقد بیوہ کو نامناسب

خیال کرتے تھے اور کچھہ عرصہ کے بعد اگرچہ ہماری مجبوریان باقی نہین رہین لیکن اس مسئلہ مین ہندو شاستر کی پیروی کو ہم نے شرفاء اہل ہنود کے نگاہون مین اپنی شرافت کی ایک نشانی قرار دے رکہی تھی لیکن جبکہ وہ زمانہ بہی باقی نہین رہا اور بعض اقوام ہنود اس رواج کی اصلاح مین عملی طور پر کامیاب ہو رہے ہین اور ہماری شرافت کا انحصار کسی دوسری قوم کے رسم و رواج کی پیروی پر باقی نہین رہا تو پہر کیسی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار نہین ہوتے اور اپنی بہلائی اور برائی کا اندازہ نہین کر سکتے اور اپنے ہادی برحق علیہ الصلواۃ والسلام کے مبارک احکام کی خلاف ورزی کرتے ہین۔ قوم کے جن افراد نے اس مسئلہ خاص مین سبقت کا اعزاز حاصل کیا ہے اون کو ہم اپنی نگاہون مین ذلیل سمجھتے ہین اون کے ساتہہ اپنی اولاد کا لین دین ہمکو ناگوار رہے۔ آفرین ہے اون مستقل مزاج معدودے چند خاندانون پر جنہون نے مطلق ہماری پرواہ نہین کی اور اپنے آپکو تباہی اور خطرہ سے بچایا مولف کی رائے مین اگر قوم کا بڑا حصہ اس مسئلہ پر توجہ کامل مبذول کرے گا تو بہت تہوڑے عرصہ مین کفو کی رہی سہی پابندی بہی خصوصیت

ہوجاویگی۔ جس سے اندیشہ ہے کہ قوم کو نقصان پہونچے پس علماء قوم
اور سربرآوردہ افراد کو خصوصیت کے ساتھہ اسطرف متوجہ ہونا
چاہیئے جنکی بزرگی اور وجاہت کے اثر سے ہر طرح پر کامیابی کی توقع ہے

ب۔ متفرق رواجات قوم کے متعلق

عیادت اور تعزیت کا رواج | اس قوم مین ابتک یہہ رواج جاری ہے کہ
عیادت اور تعزیت مین افراد قوم نہایت ہمدردی کرتے ہین عموماً
یہہ دستور رہے کہ جب کبھی بیمار کی خبرگیری کے لئے اہل قوم کی زنانہ
سواریان کرایہ کی گاڑیون مین آتی ہین تو آمد کا کرایہ اخلاقاً صاحب
مکان کے جانب سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن یہہ طریقہ تعزیت مین مروج نہین ہے
قوم اور خاندان کے اکثر افراد بیمار کی خدمت یا غم رسیدے کی دلجوئی
اور تسکین کے لئے دوچار دن تک اوسکے پاس رہ جاتے ہین اور یہہ
رواج خصوصیت اور قرب قرابت کے ساتھہ مخصوص ہے جس مکان
مین رحلت کا سانحہ گذرا ہے اوسکے لئے اہل خاندان باری باری سے
کئی روز تک سادہ طریقہ پر روٹی بہیجا کرتے ہین اور سب سے زیادہ
قابل تعریف دستور یہہ ہے کہ سامان تجہیز و تکفین مین ساری قوم عملی

امداد پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اہل قوم۔ میت کے غسل۔ جنازہ کے لے چلنے۔ اور دفن کی امداد مین غیر اشخاص یا غسالان اجیر کی شرکت کو پسند نہین کرتے بلکہ خود اپنے ہاتون نہایت سلیقہ کے ساتہہ ہر ایک کام کو انجام دیتے ہین فاتحہ اور درود خوانی۔ ختم کلام مجید مین افراد قوم کی شرکت سے نہایت مدد ملتی ہے۔ امیر و غریب علی قدر مراتب ان ضروریات مین مستعد نظر آتے ہین۔

متفرق تقاریب تہنیت کا رواج | متفرق تقاریب تہنیت مین جنکی تفصیل ذیل مین بیان ہوئی ہے قوم کے اکثر افراد مدعو ہوتے ہین۔ بعض افراد خاندان کے تقاریب مین جن کی دعوت کا دسترخوان وسیع نہین ہوتا مبارکباد کے حیلے سے افراد قوم کا گزر وقت بوقت ہوتا رہتا ہے۔ ہر ایک تقریب مین صاحب تقریب کی گلپوشی کی رسم لازمی ہے جس مین افراد قوم اپنے اپنے رتبہ اور قرب قرابت اور خصوصیات کے مطابق ایک رقم معینہ۔ صاحب تقریب کے ہاتہہ مین رکھدیتے ہین جس کا نام قومی اصطلاح مین بے سودی قرضہ ہے۔ قوم کا عام خیال یہہ ہے کہ اس قرضہ کے ادای کا وقت اوسوقت آتا ہے جبکہ دینے والے کے گہر

کوئی ایسی ہی تقریب قایم ہو۔ اکثر افراد قوم نے اس لین دین کے طریقہ کو
مکروہ سمجھکر مٹا دیا ہے۔ مولف کی رائے مین یہہ طریقہ بُرا نہین ہے قوم
کے کم تیسیرا فراد کے ساتھہ متمول افراد کو مدد دینے کا عمدہ حیلہ ہے اور
یہہ رواج قابل تعریف ہے کہ حاضرین جلسہ سے اکثر مہمانان قوم جن کو
اوس خاندان سے کم خصوصیت ہے جس مین تقریب قایم ہے اس طریقہ
کی پابندی نہین کرتے اور بعض اہل خاندان اور قرابت قریبہ رکہنے والے
غریب افراد بہی اس طریقہ مین شریک نہ ہونے کی وجہ سے ذلیل نہین سمجہے
جاتے۔ بعض غیر متمول افراد صرف پنجہا ور پر قناعت کرتے ہین جسکا نام
رفتنی ہے۔ یہہ لفظ پنجہا ور کے معنون مین مستعمل ہے۔ ممکن ہے کہ رخت افگندن
سے بنایا گیا ہو۔ جسکے اصطلاحی معنے زبان فارسی مین عاجز آمدن کے ہین
اگر فی الحقیقت یہہ لفظ اسی مصدر سے بنایا گیا ہو تو خود پنجہا ور کرنے والون
نے اپنی مجبوری اور انکسار کے لحاظ سے اسکو بنایا ہوگا۔ لیکن اگر یہہ لفظ
رخت سے بنایا گیا ہو تو کسی قدر معنے ٹہیک ہوتے ہین۔ رخت زبان فارسی
کا لفظ ہے اردو مین لوازمہ کے معنون مین بہی اوسکا استعمال ہے بدنیجہ
کہ پنجہا ور کا طریقہ تقریب تہنیت کا لوازمہ ہے اوسکو رفتنی سے موسوم

کر سکتے ہین ۔

(الف) چوماسا ۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنے برشکال کے ہین اصطلاحا اوس تقریب کا نام ہے جو چار مہینہ کے حمل کے بعد رچائی جاتی ہے ۔ عورتون کا مقولہ ہے کہ ابتدائی چار مہینہ تہنڈے تہنڈے گذر جاتے ہین جسکے اختتام پر خوشی منائی جاتی ہے ۔ ممکن ہے کہ اسی وجہ سے اس تقریب کا نام چوماسا رکہا گیا ہو ۔ اس کا رواج ہندؤن مین نہین ہے قوم نایط کے اہل خاندان اس تقریب مین جمع ہوتے ہین اور حاملہ کی گلپوشی کی رسم ادا کرتے ہین ۔ تکلف کے ساتہہ مہمانی ہوتی ہے ۔

(ب) ستوانسا ۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے حمل کی ایک رسم کا نام ہے جو اکثر پہلی زچگی مین برتی جاتی ہے ۔ جس مین حاملہ کے میکے سے حاملہ کے لئے جوڑا ۔ مسی ۔ عطر ۔ پہلیل ۔ کنگی ۔ جوتی ۔ پہولون کا گہنا ۔ مہندی ۔ چاندی کی نہرنی اور کٹوری بہیجی جاتی ہے ۔ تقریب کے دن قوم کی مہمانی اور حاملہ کی گلپوشی لازمی ہے ۔ اس تقریب مین حاملہ کا گود ۔ میوے سے بہرا جاتا ہے اور پہر وہ میوہ اہل خاندان پر تقسیم ہوتا ہے اسیکو گود بہرائی کی رسم بہی کہتے ہین ۔ حاملہ کو دولہن بناکر اوسکی گود مین سات قسم کا میوہ ۔

سات قسم کی ترکاریان۔ سات پان اور سات روپے ایک کپڑے مین باندہکر رکہتے ہین۔ بزرگان خاندان دعا دیتے ہین کہ اس حاملہ کی گود ہمیشہ اولاد سے بہر پور رہے۔ میوہ مین ناریل کا وجود ضروری سمجہا جاتا ہے۔ اگر ناریل کے اندر سے گلا ہوا کہوپرا انکلا تو بیٹے کی فال ہے۔ اگر اچہا کہوپرا انکلا تو بیٹی ہونے کی علامت کسی اہل زبان نے کہا ہے۔ ؎

آج دروازہ پہ نوبت جو دہری جاتی ہے ٭ میری کوکا کی اجی گود بہری جاتی ہے

مذہب ہنود مین ستواسے کی رسم شاستر کے احکام مین داخل ہے۔ رسمی پوجا کے وقت پجاری حاملہ سے پوچہتا ہے کہ وہ کیا چاہتی ہین۔ وہ جواب دیتی ہین کہ پُم ساونم یعنے لڑکے کی پیدایش۔ شاستر مین اس رسم کا نام پُم ساونم ہے۔ اور یہی اوسکی وجہ تسمیہ ہے۔ یہہ زبان سنسکرت کے الفاظ ہین۔ بعض خاندان قوم نوایط نے اس رسم کو قطعاً ترک کردیا ہے۔

(ج) **نوماسا**۔ یہہ زبان ہندی کا عام محاورہ ہے قوم نایطا نے بہی حمل کے نوین مہینہ کی تقریب کو اس نام سے موسوم کرلیا ہے۔ یہہ تقریب آغاز ماہ نہم مین سرانجام پاتی ہے۔ اسکی بنیاد بہی ہندو شاستر سے ہے جس کا نام سنسکرت مین سیمونتونیم ہے جس کے معنے حاملہ کی

مانگ مین اوسکے شوہر کے ہاتہہ سے گہانس لگانے کے ہین یعنے حمل کے نوین مہینہ مین حاملہ کا شوہر خود پوجا کرتا ہے اور اپنے ہات سے حاملہ کی مانگ مین گہانس کے تنکے جما تا ہے اور یہہ سرسبزی کا شگون سمجہا جاتا ہے۔ قوم نوایط مین نو ماسے کی رسم مین صرف اہل خاندان کی مہمانی اور حاملہ کی گلپوشی ہوا کرتی ہے۔

(د) **بانگ کا گڑ** ۔ یہہ روز ولادت کی رسم ہے۔ بہ مجردِ ولادت اذان دیجاتی ہے اور موذن کا منہہ گڑ سے میٹہا کرتے ہین اور اوسیکے ساتہہ تمام افراد قوم پر گڑ کے حصّے تقسیم ہوتے ہین۔ جس سے اعلان ولادت مقصود ہے۔ بانگ زبان فارسی کا لفظ ہے بمعنے آواز۔ صدا۔ اذان۔ گڑ زبان ہندی مین قند سیاہ کو کہتے ہین۔ متمول خاندانون نے بہی گڑ ہی کی تقسیم کا طریقہ جاری رکہا ہے مصری یا بتاسون کی تقسیم اس موقع پر نہین کیجاتی۔ قوم کے ایک بزرگ نے اسکی نسبت اپنا یہہ خیال ظاہر کیا تہہ کہ گڑ کی تخصیص یا تو اسلئے ہے کہ بہت ارزان چیز ہے جو غربا ر قوم بہی اسکی تقسیم کر سکتے ہین یا اسوجہ سے کہ پرانے لوگ اور متقی افراد قند یا شکر کو اسلئے کراہت کی نظر سے دیکہتے ہین کہ اوسکی تیاری مین ہڈی سے

کام لیا جاتا ہے۔ یا یہہ کہ دیہاتی مقامات پر گذشتہ زمانہ مین قند و نبات کا میسر آنا خالی از دشواری نہ تہا۔ آج کل بہی راجایان قوم ہنود و امرائے صاحب تقویٰ عمدہ قسم کے گڑ کو قند و نبات پر ترجیح دیتے ہین۔ بعض خاندانی دفاتر سے پتہ چلتا ہے کہ اس رسم کی ابتدا ۸۰۰ھ ہجری مین ہوئی۔ فی زماننا قوم نوایط کے اکثر خاندان اس رسم کی پابندی نہین کرتے۔

(۵) چھٹی۔ یہہ تقریب ولادت سے چھٹے دن کی جاتی ہے۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے۔ یعنی چھہ سے نسبت رکہنے والی تقریب۔ جس مین مہمان جمع ہوتے ہین۔ زچا کے میکے سے اس تقریب مین۔ جوڑا۔ کھپری طشت چوکی اور کہلونے زچا کے گہر بہیجی جاتی ہین۔

(۶) مُنڈن۔ یعنی سر مونڈی کی تقریب جس سے عقیقہ مراد ہے مُنڈن ہندی محاورہ مین بولا جاتا ہے۔ عقیقہ عربی زبان کا لفظ ہے جسکے لغوی معنے موی شکم کے ہین یعنے وہ بال جو بچے کے سر پر وضع حمل سے پہلے ماں کے پیٹ مین پیدا ہو جاتے ہین۔ وضع حمل سے ۷ دن بعد اس تقریب کا وقت ہے جس مین مولود کے سر کے بالون کی ہم وزن چاندی۔ حجام کو دیجاتی ہے۔ اور بکرے ذبح کئے جاتے ہین بیٹے کے لئے دو۔ اور

بیٹی کے لئے ایک بصفات معینہ ذبح کرنے کا حکم ہے۔ یہہ مسلمانونکی
مذہبی رسم ہے۔ اس ذبیحہ سے یہہ مقصود ہوتا ہے کہ بچہ کے بالون
کے عوض بال۔ گوشت کے عوض گوشت۔ پوست کے عوض پوست
علی ہذا تمام جسم کی چیزون کے بدلے تمام چیزون کا صدقہ دیا جاوے
تاکہ بچہ آفات دنیوی سے محفوظ رہے اس تقریب مین اہل خاندان کی
دعوت ہوتی ہے۔ حصے تقسیم کئے جاتے ہین۔

(ز) نام رکہائی۔ جس کو تسمیہ کی تقریب بہی کہتے ہین۔ بعض افراد
قوم عقیقہ ہی مین اس تقریب کو سر انجام دیتے ہین اور بعض افراد
روز ولادت سے گیارہوین دن کسی ایک بزرگ قوم کے ذریعہ سے
وہ نام بچہ کے کان مین کہدیا جاتا ہے جس سے اوسکو موسوم کرنا مقصود
ہو اس تقریب مین مہمانی کا طریقہ نہین ہے۔ بلکہ نام کے تباسے یا نام
کی مصری اہل خاندان کے گہر بہیجدی جاتی ہے تباشا یا تباسے کے لغوی
معنے حباب کے ہین ہندی بول چال مین تباشا یا تباسا اوس مٹہائی
کا نام ہے جو بشکل حباب۔ ہوا بہر کر بنائی جاتی ہے۔

(ح) چہلہ۔ یہہ زبان فارسی کے لفظ چہل سے بنا یا گیا ہے

ہندی بول چال مین چلّہ یا چہلّہ زچہ کے اوس غسل کو کہتے ہین جو زچگی سے چالیسوین دن دیا جاتا ہے یہی اوس کی وجہ تسمیہ ہے۔ جس مین مہمانی ہو۔ زچہ اور اوسکے شوہر کو پہول پہناتے ہین۔ رسم کے وقت بچہ اوسکی مان کی گودی مین ہوتا ہے۔ دادی اور نانی کے جانب سے بچہ کو جوڑا گہوارہ عنایت ہوتا ہے۔ بچہ کے دادا اپنی بہو کو اور نانا اپنے داماد کو جوڑا عطا فرماتے ہین۔ فقرا کو خیرات تقسیم کیجاتی ہے۔

(ط) جہولے کی تقریب۔ چہلہ کے بعد جہولے کی رسم منائی جاتی ہے یعنے بچہ کو جہولے مین سُلاتے ہین اور لوریان گاتے ہین۔ اہلِ خاندان کی مہمانی ہوتی ہے۔ لوری زبان ہندی کا لفظ ہے۔ لار یعنے لاڑ سے بنا یا گیا ہے۔ اون سریلے اور پیارے الفاظ کا نام لوری ہے جو بچے کے بہلانے کے لئے گیت کے طور پر دہیمے سرون مین گائے جاتے ہین۔ ایک اہل زبان نے لکہا ہے۔ ؎

آجا ری نندیا تو آ کیون نہ جا ٭ میرے بالے کی آنکہون مین گہل ملجا
آتی ہون بیوی آتی ہون ٭ دو چار بالے کہلاتی ہون

(ی) چٹانا۔ یہہ اسی قوم کا محاورہ ہے۔ چٹانا اوس تقریب

کا نام ہے جو بچے کے چار مہینہ کی عمر مین سرانجام دیجاتی ہے۔ جس مین فیرنی یا چاول یا اور کسی قسم کے اناج کو جو دودہ مین پکا ہوا ہو بچہ کو چٹواتے ہین اہل خاندان اور قوم کی اوسدن ضیافت ہوتی ہے جسمین کہیر لوپریون کا دسترخوان پر ہونا لازمی ہے۔ بعض اقربا، قوم بلحاظ خصوصیات اپنے جانب سے بچہ کو کُرتہ۔ ٹوپی عنایت کرتے ہین اور بعض کہیر اور پوریونکا تحفہ اپنے ساتہہ لاتے ہین۔

(ک) سالگرہ۔ یہہ زبان فارسی کا لفظ ہے۔ سالگرہ سے وہ کلاوہ مراد ہے جسمین بچے کی عمر یاد رہنے کے لئے سال بسال اوسکی ولادت کی تاریخ مین گرہ لگاتے جاتے ہین۔ اسی کا نام جنم دن۔ رشتۂ عمر۔ برس گانٹہ ہے۔ یہہ اہل عجم کی رسم ہے جسکو قوم نایطہ نے اختیار کیا ہے۔ غنی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

معنی سالگرہ فہمیدم		گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ

فارسیون نے سالگرہ کو تسبیح سال سے بہی موسوم کیا ہے۔ صاحب شیرازی نے کہا ہے۔ ؎

چہ حاجت است بہ تسبیح سالِ عمر مرا ٭ کہ میشود بہ یک انگشت این حساب تمام

قوم نوایطا کے پاس یہہ رسم نہایت مبارک رسم ہے جس مین غربا کو خیرات تقسیم کیجاتی ہے کہانا کہلایا جاتا ہے بزرگان خاندان نہایت خضوع وخشوع کے ساتہہ سجدۂ شکرانہ ادا کرتے ہین اور صاحب تقریب کے لئے بارگاہ ایزدی مین دعا فرماتے ہین۔

(ل) دودھ بڑھائی۔ جسکو دودھ چھڑائی بہی کہتے ہین یہہ رسم بچہ کے ایک یا ڈیڑھ سال کی عمر مین ادا کیجاتی ہے۔ جس مین اہل قوم کی ضیافت اور اہل خاندان کی مہمانی ہوتی ہے ابہی مین مختلف قسم کی مٹھائیان کمسن بچون کو تقسیم کرتے ہین فقرا کو شیر برنج کہلواتے ہین۔ بچہ کی اناکو نیا لباس اور انعام دیا جاتا ہے۔ انا۔ زبان ترکی کا لفظ ہے۔ انا کے معنی ترکی بول چال مین مادر کے ہین دودہ پلانے والی عورت کو انا بولتے ہین۔ یہہ لفظ آنا سے بنایا گیا ہے۔ انا کے اوس بچہ کو جس کی رضاعت بچہ کے ساتہہ قایم ہے۔ بچے کا کوئی ایک قیمتی لباس دیا جاتا ہے۔ اور وہ بچے کا کوکہ کہلاتا ہے۔ کوکہ بہی زبان ترکی کا لفظ ہے

(م) مکتب۔ عربی زبان کا لفظ ہے بمعنے پڑہنے کی جگہہ۔ مدرسہ اسی کو بعض اہل قوم نے بسم اللہ خوانی کہا ہے ۔ بدینوجہ کہ اس تقریب

کے بعد بچہ کی تعلیم اور مکتب نشینی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس رسم کو رسم مکتب کہنا نادرست نہین ہے۔ یہہ ایک مذہبی رسم ہے۔ جب بچے کا سن چار سال چار مہینہ۔ چار دن کا ہوتا ہے تو اوسوقت اس تقریب کا وقت آتا ہے۔ یہہ تقریب اور تقاریب کے مقابلہ مین بڑی بہاری تقریب ہے بعض افراد قوم چار دن تک اسکی خوشی مناتے ہین۔ گلپوشی کے دن افراد خاندان و قوم کی مہمانی ہوتی ہے بچہ کو پُرتکلف لباس پہناتے ہین۔ امیر قوم یا قوم کا عالم یا خاندان کے بزرگ۔ بچے کی زبان سے بسم اللہ اور اقراء کا لفظ یا اقراء کا کامل سورہ پڑہاتے ہین۔ اس رسم کے ادا کرتے وقت بچے کے دونون ہات دو لڈو پر رکھتے ہین لڈو زبان ہندی کا لفظ ایک قسم کی مٹھائی کا نام ہے جو بیسن یا گیہون کے آٹے وغیرہ سے مدور شکل پر بنائی جاتی ہے۔ مولف کو اچھی طرح یاد ہے کہ وہ اپنے مکتب کی رسم مین اپنے نانا جان کے حکم کی تعمیل اچھی طرح نہ کر سکا سورۃ اقراء کے پڑہنے کے وقت اونہین لڈون کی خوشی مین کی تہی اور مجھہ سے وعدہ کیا گیا تہا کہ حکم کی تعمیل اچھی طرح پر کیجاویگی تو ایک سالم لڈو مجھکو دیدیا جاویگا۔ الحاصل ادائے رسم کے بعد وہ مٹھائی

اہل خاندان پر تقسیم کردیجاتی ہے۔

دن) کان۔ ناک چہدائی۔ لڑکیون کے لئے پانچ سال کی عمر کے بعد اس تقریب کا رواج ہے جس مین میوے کی تقسیم اہل خاندان اور اہل قوم پر کی جاتی ہے یہہ رواج زیورات کے استعمال کے لئے قایم ہوا ہے اردو محاورہ مین اسکو کان بیدنا کہتے ہین۔ بلاد عرب وعجم مین اسکا رواج بہت کم ہے۔ ہندوستان اور خصوصًا مدراس اور ملیبار مین غالبًا ہندون سے اس کا سبق ملا ہے۔ قوم نوایط کے لڑکیون کے لئے نتہنے کا سوراخ بضرورت استعمال زیور (نتہہ) لازمی ہے۔ نتہہ زبان ہندی مین اوس نقروی یا طلائی حلقہ کا نام ہے جو سُہاگنین پہناکرتی ہین۔ اِس زیور کا استعمال قوم نوایط مین جلوہ کے دن دولہن کے لئے نہایت ضروریات سے ہے۔ اور یہہ بات ضروری سمجہی گئی ہے کہ نتہہ کا زیور دولہا کے طرف سے بہیجا جاوے۔ عورتین اِسکو سہاگ کی علامتہ خیال کرتی ہین۔ بیواؤن کو اسکے استعمال کی اجازت نہین ہے۔ اسی طرح بناگوش کا سوراخ اودراج یا چاند بالیان۔ یا کرن پہول کے لئے مخصوص ہے۔ یہہ تینون نام مرصع زیورات کے ہین علی ہذا کان کے سرے کا

سوراخ بجہنے یا گہنگروون کے لئے وضع ہوا ہے۔ یہہ دونون موتیون کے زیور ہین کان کے کنارون پر جو سوراخ کئے جاتے ہین وہ پہول بالیونکے لئے کام مین لائے جاتے ہین یہہ ایک ہلکا سا زیور ہے جو غربا مین اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳) ختنہ۔ یہہ عربی زبان کا لفظ ہے جسکو اردو مین سنت کہتے ہین اسکی تقریب دو وقتون مین رایج ہے۔ (۱) ختنہ کے دن جس مین صرف اہل قرابت قریبہ جمع ہوتے ہین جن پر تباشون اور پان کی تقسیم ہوتی ہے۔ (۲) گلپوشی کے دن بہت بہاری مہمانی ہوتی ہے جس مین افراد قوم مدعو ہوتے ہین یہہ مسلمانون کی مذہبی رسم ہے۔ تقاریب متذکرۂ بالا مین جو حصے تقسیم ہوتے ہین اون مین چینی کی رکابیون کا استعمال ہوا ہو تو خاص کر اون رکابیون مین جس مین مٹہائیان یا مصری یا گڑ کی تقسیم ہوئی ہے اہل خاندان حصہ کو لے لینے کے بعد نقد رقم رکہہ دیتے ہین جسکی تعداد کم سے کم ایک روپیہ مقرر ہے اور زیادہ سے زیادہ پانچ روپیہ۔ لیکن اگر چینی کی رکابیون کے عوض مٹی کی صحنکون کا استعمال کیا گیا یا چینی ہی کی رکابیون کی نسبت کہدیا گیا کہ وہ رکابیان بہی حصہ مین داخل اور ناقابل واپسی ہین تو پہر کوئی تعدی

سلوک نہین کیا جاتا۔ لیکن یہہ طریقہ لازمی نہین ہے تخصیصات قرابت
کے لحاظ سے مرعی ہے بعض متمول افراد خاندان کو غربار خاندان کی
تقاریب مین اون کے ساتہہ سلوک کرنے کا عمدہ بہانہ ہے فی زماننا
اکثر خاندانون نے اس طریقہ کو ترک کیا ہے مولف کی رائے مین یہہ
طریقہ برُا نہین ہے۔ مولف اس مین کسی ترمیم کی ضرورت نہین خیال کرتا۔

نہاوا یا الایچی کی رسم ہر ایک تقریب مین قوم کی بی بیون کو مدعو
کرنے کے دو طریقے ہین اکثر افراد قوم اپنے عزیزون سے کسی ایک
بی بی کو پیام دعوت کے ساتہہ روانہ کرتے ہین۔ اسی طریقہ کا نام
نہاوا ہے۔ یہہ طریقہ مدراس پرسیڈنسی مین عموماً جاری ہے اور ملکون
مین کم۔ ملیباری زبان مین نہوے کی معنی انکار کے ہین۔ نہاوا لفظ
انکار کے معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ یعنے جب داعی کے جانب سے اسکا
ایک عزیز دعوت پہونچانے کے لئے خود حاضر ہوتا ہے تو اخلاقاً
قبول دعوت سے انکار نہین کیا جاتا اور قوم کی اون بی بیون کو جنکو
داعی کے مکان پر کسی تقریب مین شریک ہونے کا اتفاق نہین ہوا ہے
یہہ عذر بہی باقی نہین رہتا کہ جدید طریقہ آمد و رفت کا کیونکر جاری ہو،

اسلئے کہ جب داعی یا اوس کے قایم مقام قرابت دار نے مدعو کے
گھر آنے کی تکلیف گوارا کی ہے تو مدعو نہایت خوشی کے ساتھہ داعی کے
گھر جانے کے لئے امادہ ہو جاتا ہے کم مقدرت افراد قوم کے دل سے
یہہ خیال بالکل مٹ جاتا ہے کہ متمول داعی کو غریب مدعو کے گھر کسی غریبانہ
تقریب مین شریک ہونے مین تامل ہو۔ بعض خاندانون مین اسی کا نام
بلاوا ہے اور اسکے معنے ظاہر ہین۔ قوم کے بعض افراد صرف الایچی بھیجکر
بلاوے کا مقصد پورا کرتے ہین۔ اس طرح پر کہ خوبصورت کاغذی ڈبیاؤن
مین مصری اور الایچی کے چند دانے رکھے جاتے ہین اور اون پر مدعو کا
نام لکھکر ایک خوبصورت خوان کے ذریعہ سے وہ ڈبیائین گھر گھر روانہ
ہوتی ہین۔ ہمراہی خدمتی یعنی ماما اون ڈبیاؤنکی تقسیم کرتی ہے اور دعوت
کی تاریخ اور وقت سے مطلع کر جاتی ہے۔ معذرت یا اقبال کا زبانی جواب
اوسی کو دیا جاتا ہے اس طریقہ کا رواج حیدرآباد مین زیادہ ہے جہانکی
عورتین اور ملکون کے مقابلہ مین سادگی کو زیادہ پسند کرتی ہین اور
اقربا، قوم کے ساتھہ زیادہ ملنسار ہین۔ بعض خاندانون نے آجکل یہہ
طریقہ جاری کیا ہے کہ وہ بی بیون کے جانب سے مدعو بی بیون کے نام

دعوتی رقعے جاری کرتے ہین۔ مولف کی رائے مین اس طریقہ کو الایچی کے طریقہ پر ترجیح ہے اسلئے کہ تاریخ و وقت دعوت سے ہر ایک مدعو کو تحریراً اطلاع ہو جاتی ہے۔ جسکے جواب مین وہ معذرت یا قبول دعوت کی اطلاع دیتا ہے۔ اس مفید ترمیم کو لڑکیون کی تعلیم سے بہت بڑا تعلق ہے۔ الایچی کا دستور اور ماما کے ذریعہ سے تاریخ اور وقت کی زبانی اطلاع غالباً اسلئے پسند کی گئی تہی کہ داعیون اور مدعوون مین بہت کم افراد لکھنے پڑہنے کے عادی تہے بدینوجہ کہ زمانہ حال مین تعلیم اناث کے جانب قوم نایط زیادہ متوجہ ہے غالباً یہہ ترمیم اوسی کا لازمی نتیجہ ہے۔

نیوتہ کا رواج نیوتہ زبان ہندی کے محاورہ کا لفظ نہین ہے بلکہ بگڑی ہوی ہندی کا لفظ ہے جسکے معنے تحفہ کے ہین۔ مرہٹی زبان مین بہی یہہ لفظ بولا جاتا ہے۔ ترکون نے اس کا نام سوغات رکہا ہے۔ حیدرآباد مین اسکو منجا کہتے ہین۔ منجے کی اصلی معنے کے لحاظ سے جسکو مولف نے اسی باب کے فصل اول مین بیان کیا ہے منجے کا لفظ نیوتہ کے ہم معنے نہین ہے غلط العوام مین داخل ہے۔ نیوتہ سے وہ رواج مقصود ہے جو شادی یا

اور کسی تقریب تہنیت مین اہلِ خاندان یا افراد قوم کے جانب سے
مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے یعنے اہلِ قوم اپنے خصوصیات قرابت
اور تعلقات محبت کے لحاظ سے صاحب تقریب کے سلئے جوڑا یا شیرخوران
کے تقاریب مین جہولا۔ نہایت تکلف کے ساتہہ لے جاتے ہین متمول
افراد اپنے حوصلہ اور مقدرت کے مطابق زیورات۔ میوہ۔ عطر
پہول پان وغیرہ بہی نیوتہ مین شامل رکہتے ہین۔ بعض تصانیف سے
اسکا پتہ چلتا ہے کہ یہہ طریقہ ترکون مین جاری ہے یعنے صاحب تقریب
کے احباب اور اقربا خاص اپنے مکانون مین ضیافت کرتے ہین
اور وہ ضیافت کسی محب یا عزیز کی شادی یا اور کسی تقریب کی خوشی
کے ساتہہ موسوم ہوتی ہے۔ قوم نوایط کے اکثر خاندانون نے اس کو
ترک کیا ہے بعض متمول افراد قوم نے یہہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ
ایسے مواقع پر اپنے عزیز یا قومی محب کی خاطر ایک رقم معینہ کسی اسلامی
کالج یا بیت المعذورین کے پاس بہیجدیتے ہین اور ظاہر کردیتے ہین
کہ فلان دوست یا عزیز کی کامیابی کی مسرت مین ہم نے یہہ رقم بہیجدی
ہے۔ ماشاءاللہ کیا اچہا نیوتہ ہے جسکی نسبت کامیاب دوست اور

عزیز بہی شکر گذار رہتا ہے اور مستحقین قوم و مذہب بہی اوس سے متمتع ہوتے ہین۔ مولف اپنے مقلب القلوب سے التجا کرتا ہے کہ قوم کے تمام افراد کو ایسے عمدہ اور شایستہ ترمیمات کی توفیق عطا کرے۔

باجون اور قوالی کا رواج جملہ اقسام تقاریب مین نوبت۔ نقارہ۔ روشن چوکی۔ طاسا مرفہ۔ انگریزی بینڈ اور قوالی کا رواج ہے۔ زنانہ مکان مین میراثینین طبلہ کے ساتہہ گاتی ہین۔ ہر ایک رسم کے لئے مخصوص اشعار دوہرے اور ٹہمریان گائی جاتی ہین۔ قوم کا بڑا حصہ تقاریب تہنیت مین ان چیزون کا پابند ہے۔ وہ تقریب تقریب نہین سمجھی جاتی جس مین انکی شرکت نہو۔ نوبت اور روشن چوکی کے لئے ایک بلند مقام دروازہ مکان پر بنایا جاتا ہے۔ اور پنج وقتہ یعنے صبح مین پہر دن چڑہے۔ دوپہر سہ پہر اور شام۔ دو پہر رات مین نوبت اور روشن چوکی بجا کرتی ہے بدینوجہ کہ پادشاہون کے دولت خانہ پر پنج وقتہ نوبت اور روشن چوکی بجنے کا دستور ہے۔ نوشاہ کے شادی خانہ پر بہی اوسکی نقل اوتاری گئی ہے۔ اور اسی کے ساتہہ تقریب کی شہرت کے لئے یہہ ایک عمدہ ذریعہ سمجہا گیا ہے۔ طاسا مرفہ براتون کی ہمراہی کے لئے تیار رہتا ہے

متمول افراد قوم براتون کے ساتہہ روشن چوکی اور انگریزی بینڈ بہی رکہتے ہین ہاتہیون یا گاڑیون پر نوبت بہی ساتہہ رہتی ہے۔ بعض خاندانون نے ان لغویات کو ممنوعات مذہب اسلام سے قرار دیکر ترک کردیا ہے اور مصارف بے نتیجہ سے سبکدوشی حاصل کی ہے۔ وہ ضیافت کے دن مکان مین پر تکلف روشنی کرتے ہین۔ قوم کے علاوہ احباب دیگر اقوام کو بہی بلاتے ہین جن کے ساتہہ پہول۔ پان۔ عطر۔ مصری۔ بادام کی مدارات ہوتی ہے۔ سچ یہہ ہے کہ شہرت تقریب کا مقصد جس شائستگی کے ساتہہ اس طریقہ سے حاصل ہوتا ہے اوسکو طریقہ اول الذکر پر ترجیح ہے۔ یہہ طریقہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے اور اوسکو نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ خیال کرنا چاہیئے۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ ہمو لف کے ایک عنایت فرما کسی مرض مہلک مین مبتلا ہوے جن کا علاج نہایت احتیاط کے ساتہہ کیا جا رہا تہا اتفاقاً اوسی علالت کے زمانہ مین ہمسایہ مین شادی رچائی گئی نتیجتہً نوبت نقارہ روشن چوکی۔ بینڈ کی دہوم دہام ہونے لگی۔ صاحب تقریب اپنے قواعد شادی کے لحاظ سے ان تکلفات پر مجبور رہتے تہے جس سے ہمارے بیمار کی جان سخت عذاب مین مبتلا

ہوئی تہتوم دواؤن کے ذریعہ سے بیمار کے نیند کے لئے بہت کچھہ فکرین کی گئین مگر ہمسایہ کی دہوم دہڑکے کیوجہ سے تمام تدبیرین بیکار ثابت ہوئین نوبت بدینجار سید کہ بیمار کا حال روز بروز ابتر ہونے لگا۔ حکیمون نے اس علاج کو مقدم قرار دیا کہ بیمار کو اوسکے مکان سے لے بہاگین اوراسی ایک تدبیر سے اوسکو آرام ملا اس عرض مدت مین بارہا صاحب تقریب سے التجا کی گئی کہ وہ رحم کرین اور نوبت نقارہ کو روکین مگر وہ بیچارے مجبور رہتے ۔شادی کا ملتوی ہونا ناممکن تہا۔ اور شادیخانہ کا سکوت امر محال۔ اگرچہ صاحب تقریب قوم نایط سے نہ تہے لیکن اگر ہوتے بہی تو اون کی مجبوری کا اندازہ خود ہم کر سکتے تہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ بیمار کے لئے اوسکے ذاتی مکان اور اوسکے آسایش کا چہوڑنا اور دوسرے مقام پر منتقل کیا جانا کچہہ آسان کام نہ تہا۔ ایسے وقت مین ہماری قوم کے ایک ہمدرد بزرگ نے فرمایا کہ ناحق پریشان ہوتے ہو تقدیر الہی پر شاکر ہوکر اسی مکان مین ٹہرے رہنا چاہئیے۔ یہہ دوسرا صدمہ تہا جس نے مولف کے دل کو ہلا دیا۔ ہمارے شارع علیہ السلام نے ہمیشہ یہہ تاکید فرمائی ہے کہ تقدیر کے بہروسہ پہ تدبیر کو ہات سے ندینا چاہئیے

نہ دینا چاہئے جس بات کی احتیاط ہمارے امکان مین ہے اوس سے غفلت کر کے تقدیر پر شاکر رہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ بر توکل زانوے اشتر بہ بند۔ کے معنے پر غور کرنا چاہئے۔ قوم کے اکثر افراد اس مسئلہ مین غلطی کرتے ہین۔ علماء قوم کو اسطرف توجہ خاص فرمانا چاہئے۔ آمدم بر سر مطلب۔ اون افراد قوم کی ترمیم بلاشک قابل تعریف ہے جنہون نے دہوم دہام کی لغویت کو ترک کیا ہے اور سادگی سے کام لیا ہے قوم کے تمام افراد کو کوشش کرنا چاہئے کہ اس ترمیم کو قبولیت کی نگاہ سے دیکہین اور اوس پر عمل کرین۔

رنگ کہیلنے کا رواج مختلف رسوم تہنیت مین عموماً اور شادی کی تقریب مین خصوصاً افراد خاندان رنگ کہیلنے کے عادی ہین روز مقررہ پر تبدیل لباس کے ساتہہ شہاب کی پچکاریون سے رنگ کہیلا جاتا ہے بزرگان خاندان البتہ اس رواج مین شریک نہین ہوتے۔ مولف خیال کرتا ہے کہ غالباً ہندؤن کی ہولی سے ہم نے یہہ طریقہ سیکہا ہے تاریخ سے البتہ اسکا پتہ چلتا ہے کہ اکبر کے زمانہ مین عید نوروز اور ہندؤن کے تہوارون مین اہل اسلام برابر اون کا ساتہہ دیتے تہے

تعزیت کے مواقع پر شہنشاہ اکبر نے اپنی داڑہی مونچہہ کا صفایا فرمایا تہا جن کے ساتہہ سارے درباری داڑہی مونچہہ سے ہات دہو بیٹہے تہے۔ ایک مسلمان شہنشاہ کا طرز عمل اوسکے عہد حکومت مین اوسکے پولیٹکل مقاصد سے جیسا کچہہ رہا ہو مگر آج ہمکو کوئی ایسی مجبوری نہین ہے جو کسی ایسے رواج کی پیروی کرین جو ہمارا مذہبی یا قومی رواج نہین ہے۔ آفرین ہے اون افراد قوم پر جنکے پاس رنگ کہیلنے کا طریقہ مسدود ہو چکا ہے وہ اپنی ترمیم پر اسقدر استقلال کے ساتہہ عمل کرتے ہین کہ جن خاندانون مین رنگ کہیلا جاتا ہے وہ اونکی دعوت مین شریک نہین ہوتے۔

سہاگ کا رواج قوم نایط مین شوہردار عورت سہاگن کہلاتی ہے سہاگن زبان ہندی کا لفظ ہے۔ سو ہاگ سے بنایا گیا ہے۔ سو کی معنی خوش اور ہاگ بمعنی طالع۔ جس عورت کا خاوند زندہ ہے اوسکو سہاگن کہتے ہین۔ کسی اہل زبان نے کہا ہے ؎

سرخ جوڑا جو پہنکر مرا قاتل آیا ۔۔ موت تو آئی مگر خوب سہاگن آئی

سہاگ کی تین علامتین رکہی گئی ہین (۱) گلے مین سیاہ پوت سے پرویا ہوا بچہہ (۲) ہات مین چوڑیان (۳) لباس مین رنگینی۔ جس عورت کا

خاوند مرجاتا ہے وہ اپنے گلے سے لچھہ۔ ہاتون سے چوڑیان اوتار دیتی ہی
اور سپید لباس پہن لیتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اس طریقہ کے پابند ہین
بعض غربار قوم نے بحالت بیوگی سیاہ لباس کو بہی اختیار کیا ہے اکثر مالدار
بیوائین زیور کا استعمال ہات پاؤن مین بہی مکروہ خیال کرتی ہین۔
کاجل۔مسی کو بہی معیوب سمجہتی ہین۔ قومی تقاریب مین اگرچہ وہ شریک
ہوتی ہین لیکن رسمی کاروبار سے الگ تہلگ رہتی ہین۔ اسلئے کہ بیوہ
کے ہاتہہ کسی رسم ہتنیت کے ادا ہونے کو بدشگونی مین داخل کیا جاتا ہے
سخت نگرانی کے ساتہہ رسم ورواجی کام سُہاگنون سے کرائے جاتے ہین
بیواؤن کے ساتہہ کا یہہ برتاؤ ہم نے ہندؤن سے سیکہا ہے۔ ہندو
بیوہ بعض خاص پوجاؤن مین بروئے احکام شاستر شریک نہین ہوسکتی
اور اونکی ہر ایک رسم پوجا کے ساتہہ ادا ہوتی ہے۔ پس ہندو بیوہ کا
کاروبار شادی سے کنارہ کش رہنا من وجہہ درست ٹہرا برخلاف اسکے
ہمارے مذہب نے بیوہ کا رتبہ کسی طرح سہاگن سے کم نہین قرار دیا پہر
کیا جہہ ہے کہ ہم صرف دیکہا دیکہی مقصد و معنے سے بے خبر بیواؤن کی ذلت
کو گوارا کرین۔ خوشی کی بات ہے کہ بعض روشن خیال افراد قوم نے اسکو بہی

نہین چہوڑا وہ ایسے کامون مین بیواؤن کو ترجیح دیتے ہین اور ہر قدم پر اون سے دعا لیتے ہین اور سمجہا جاتا ہے کہ بیواؤن کی دعا بہ نسبت سہاگنون کے زیادہ موثر ہے۔ اس مین کچہہ شک نہین کہ اس ترمیم کی وجہ سے بعض سن رسیدہ افراد خاندان سے سخت مقابلہ رہتا ہے تقاریب مین وہ اپنی شرکت سے معافی چاہتے اور علانیہ بول اوٹہتے ہین کہ ہماری آنکہین ان نئی باتون کو دیکہہ نہین سکتین اور ہمارا دل ایسے ترمیم سے دکہتا ہے۔ بعض وقت بزرگون کی کنارہ کشی سے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور بزرگون کا شریک نہونا صاحب تقریب کے ذلت کا باعث قرار پاتا ہے لیکن بہائیو یہہ ذلت بہ نسبت اوس ذلت کے ہزار درجہ کم ہے جو بیواؤن کو نصیب ہوتی تہی۔ یہہ مشکلات صرف موجودہ طبقہ کے حصہ مین ہین جن کو استقلال کے ساتہہ برداشت کرنا چاہئے اور یقین ماننا چاہئے کہ تمہاری بدولت آئندہ نسلون کو ان مشکلات سے ہر طرح پر نجات حاصل رہے گی۔

زیور کا رواج۔ زیور زبان فارسی کا لفظ ہے بمعنی۔ چیز۔ رقم۔ گہنا آرائش۔ قوم نایط مین صرف گہنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ خواہ وہ مرصع ہو

یا طلائی یا نقروی۔ قوم نوایط مین زیور کا رواج غالبًا ورود ہندوستان
کے بعد قایم ہوا ممالک عرب مین بہت کم رواج ہے۔ بعض زیورات
کے استعمال کا طریقہ ہندؤون سے سیکہا گیا ہے جیسا کہ بعض نامون سے
معلوم ہوتا ہے۔ افراد قوم زیورات کو مکان یا دیگر سامان ضروری
پر ترجیح دیتے ہین اور یہہ سمجہا جاتا ہے کہ زیورات کا استعمال اعزاز
کی نشانی ہے۔ بی بیون کے زیور کی تکمیل سے پہلے اپنے سرمایہ کو کسی
دوسرے کام مین صرف کرنا یا جمع رکہنا عمومًا ناپسند ہے۔ استعمال زیور
مین بعض خاص قواعد اس قوم نے مقرر کر لئے ہین مثلًا مدراس پریسیڈنسی
مین غربا، قوم کی بی بیان خالی پاؤن رہنا پسند کرتی ہین مگر نقروی زیور
کا استعمال اونکو نہین بہاتا۔ دیگر ممالک مین پاؤن کے لئے نقروی زیور
کا رواج بہی ہوچکا ہے علیٰ ہذا کان اور گلے کے لئے مرصع زیور مخصوص ہے
جہوٹے نگینون کے استعمال پر ترکِ زیور کو ترجیح دیجاتی ہے۔
لڑکیون کی شادی مین بعض زیورات کو قوم نے دولہا سے مخصوص
کر دیا ہے۔ یعنے دولہا ہی کے جانب ہی سے وہ دولہن کو عطا ہوتے ہین
غریب سے غریب افراد بہی اپنی لڑکی کو نگلے کا لچہّہ دینا ضروری خیال

کرتے ہین مالدار تو مالدار ہی ہین لیکن متوسط افراد قوم کے پاس بہی یہہ بات ضروریات مین داخل ہے کہ اپنی لڑکی کو اوسکے سامان جہیز مین کم سے کم کان۔ گلا۔ ہات۔ پاؤن کا ایک ایک زیور دیا جاوے جن بی بیون کے متعدد لڑکیان ہین اور وہ زیور کی اقل تعداد یعنے ہر ایک عضو کے لئے صرف ایک ایک زیور رکہتی ہین تو اونکی یہہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنا موجودہ زیور اوس لڑکی کو عطا کر دین جسکی شادی ہو رہی ہے اور اون کے لئے خدا پر بہروسہ کرتی ہین۔ افراد قوم کا خیال ہے کہ لڑکی کو زیور دئے بغیر شادی کر دینا والدین کے لئے نہایت سبکی اور لڑکی کے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔ دوسرے جانب یعنے دولہا والون کو لڑکی کے زیور کا خیال اوسکے دیگر خوبیون پر غالب رہتا ہے لڑکی کی قابلیت اور اخلاق کی دریافت سے پہلے اون کا سوال یہہ ہوا کرتا ہے کہ کسقدر زیور والدین کے جانب سے لڑکی کو عطا ہوگا۔ اس غلطی کی اصلاح بعض افراد قوم نے نہایت استحکام کے ساتہہ کی ہے یعنے وہ ہمیشہ یہی جواب دیا کرتے ہین کہ زیور کچہہ نہ دیا جائگا بعض روشن خیال افراد نے لڑکی کے والدین کی غربت کا لحاظ کرکے

یہہ شرط لگا دی ہے کہ ہم اس شادی سے اوسی حالت مین خوش ہونگے
جب کہ دولہن کے والدین اونکی عہدہ برائی مین قرض دار نہ بنین ۔
سچ یہہ ہے کہ ایک جانب کے عمدہ خیالات کا اثر دونون جانب کو
نفع پہونچاتا ہے اور جہان دونون جانب کے خیالات روشن ہون
اوسکا کیا کہنا ۔ بہت کم افراد ایسے بھی ہین جو مالدار رہنے پر بھی زیورات
کا تکلف زیادہ پسند نہین کرتے بلکہ اپنی اولاد کے ساتھہ زیور کے بدلے
نقدی کی امداد یا کسی ایسی جائداد کا سلوک کرتے ہین جس سے آمدنی
کے ذرائع قایم ہو سکین ۔ اون کے اس طرز عمل سے اونکی اولاد کو
اور خوبیون کے سوا یہہ ایک فائدہ ضرور نصیب ہوا ہے کہ زیور کے استعمال
کا رواج اور اوسکی پابندیان غالباً آیندہ نسلون مین باقی نرہین گے جس کی وجہ
سے اصلی خوبیون کی منزلت پر توجہ بڑہتی جاویگی ایک شایستہ خاندان
اپنی لڑکی کے لئے زیور کی تکمیل سے زیادہ زیور علم و ہنر کے جانب متوجہ
ہوگا ۔ مغربی خیالات کی ترقی نے بہی کسی قدر زیور کی اصلاح کی ہے یعنی
تعلیم یافتہ افراد اپنی بی بیون یا لڑکیون کے لئے زیورات کی کثرت
نہین پسند کرتے بلکہ کم تعداد مین خوشنما زیور کو کافی خیال کرتے ہین ۔

امراء کے طبقہ مین جب ایسے خیالات ترقی پذیر ہون گے تو غربا کے لئے اونکی کم مائیگی مشکلات کا مقابلہ کر سکے گی۔ ابہی ابہی زمانہ حال مین جب ایک غریب خاندان سے دولہا کے والدنے یہہ سوال کیا کہ لڑکی کو کیا کیا زیور دئے جاوینگے تو دولہن کے والدنے یہہ جواب دیا کہ اوسی قدر جسقدر نواب عزیز جنگ بہادر نے اپنی لڑکی کو دے اسپر بڑی ہنسی ہوئی نتیجہ یہہ نکلا کہ تعداد زیور کی شرط منسوخ کی گئی۔ اور خوشی خرمی کے ساتہہ عقد کی تقریب قرار پا گئی۔ الحاصل مولف نے ذیل مین اون زیورات کی تفصیل بیان کی ہے جو قوم نایطہ مین مروج ہین۔ ہر ایک زیور کی وجہ تسمیہ کے ساتہہ یہہ بہی دکہلایا ہے کہ کس قوم سے ہم نے اسکا رواج سیکہا۔ اس تفصیل سے اسقدر فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ مصلحان قوم کو ترمیم زیورات کے وقت اپنے پرائے مال کا خیال پیش نظر رہیگا۔

سر کے زیور

(۱) جہومر۔ زبان ہندی مین اوس زیور کا نام ہے جو موتیونکی لڑیون اور مرصع آویزون سے بنایا جاتا ہے۔ بالون سے متصل لب ابرو اوسکو لٹکاتے ہین یہہ کسیقدر فرق کے ساتہہ مرزا بے پرواسے مشابہ ہوتا ہے

کسی اہل زبان نے فرمایا ہے ؎

سوی ہر کونہ سواد شب یلدا پہونچے		اور نہ جہومر کو ترے عقد ثریا پہونچے

قوم نوایط کی بی بیان اسکا استعمال مرزا بے پرواکے ساتہہ، بہت کم کرتی ہین۔

(۲) چاند چپ پہول۔ جسکو بعضون نے چاندشش پہول اور بعض نے چاند سورج پہول کہا ہے۔ اردو بول چال مین اسکا صحیح نام چاند سورج ہے۔ یہہ ایک مرصع زیور ہے جو دو حصون پر شامل ہوتا ہے۔ ایک حصہ ہلال سے مشابہ ہوتا ہے اور دوسرا حصہ بالکل مدور جیسے آفتاب۔ حصہ آخرین کی شکل سورج مکہی کی سی ہوا کرتی ہے جسکے اطراف چہہ کنگورہ ہوتے ہین۔ سونے سے بنایا جاتا ہے اور اوس پر موقع موقع سے نگینے جڑے جاتے ہین۔ قوم نایط کی بی بیان اسکو ماتہے سے اوپر سید ہے جانب بالون مین جما یا کرتی ہین۔ اسطرح پر کہ نیچے کے حصہ مین ہلال ہوتا ہے اور اوسکے اوپر سورج۔ یا سورج مکہی اسقدر تفصیل کے ساتہہ مختلف نامون کی وجہ تسمیہ آسانیکے ساتہہ سمجہہ مین آسکتی ہے۔ ہندوستانی بی بیان اسکو اپنی چوٹی کیجانب

لٹکاتی ہین۔ حضرت آتش نے فرمایا ہے ؎

بنینگے کس کا زیور چاند سورج	گھڑا کرتے ہین زرگر چاند سورج

بعض اہل تصنیف نے اس زیور کو لکھنو کی ایجاد قرار دی ہے لیکن مؤلف اوس سے اتفاق نہین کر سکتا۔ چوٹی مین اس زیور کا استعمال لکھنو کی ایجاد مانی جا سکتی ہے۔ اس زیور کو ہندؤن سے تعلق نہین ہے۔ نہ اون کے یہان اسکا رواج ہے۔

(۴۳) لاکڑی۔ جس کا صحیح املا راکڑی ہے یہہ مرہٹی زبان کا لفظ ہے اوس زیور کو راکڑی کہتے ہین جو سونے سے گھڑا جاتا ہے جسکی شکل خوبصورت مدور سرپوش سے مشابہ ہوتی ہے اوسپر مینت نقش ونگار کے علاوہ نگینے جڑے جاتے ہین۔ ہندو عورتین اسکو بطریق زیور اپنی تالو پر لگاتی ہین۔ قوم نایط کی بی بیان اس زیور کو نہایت رغبت کے ساتھہ پہنتی ہین۔

(۴۴) مرزا بے پروا۔ اردو محاورہ مین بے فکرا ور لاپروا شخص کو مرزا بے پروا کہتے ہین۔ قوم نایط مین یہہ ایک خاص زیور کا نام ہے جو تین چہوٹے چہوٹے مرصع پہولون کو تین طلائی زنجیرون مین لٹکا کر

پیشانی سے اوپر بائین جانب سر کے بالون مین جاتی ہین بعض پرانے
افراد قوم کا بیان ہے کہ ہم نے اسکے استعمال کو نایطیان جھرمی لقب
سے سیکھا ہے یہہ عجمی زیور ہے اسکے استعمال سے ایک گونہ متانت
اورلاپروائی چہرہ سے ٹپکتی ہے۔ کہتے ہین کہ اس زیور کو پہنے کے بعد
کسی اور زیور کی پروا نہین رہتی یہہ نہایت رودار اور رموز کا زیور
ہے صاحبان مصطلحات زبان فارسی نے اس سے سکوت
فرمایا ہے۔ بہر حال اس کے نام سے اسبات کا پتہ ملتا ہے کہ ہندونکی
ایجاد نہین ہے اور نہ ہندوعوتون مین اسکا استعمال ہے بعض نے
اسکا نام لاپروا رکھا ہے۔ بعض کہتے ہین کہ زیور لاپروا اور
مرزا بے پروا مین خفیف سا فرق ہے۔ مولف کی رائے مین
دونون ایک ہین اور دونون کا استعمال یکسان ہے۔

چوٹی کے زیور

(۵) چوٹی کا تعویذ۔ تعویذ عربی زبان کا لفظ ہے جسکے لغوی معنے
امان۔ بچاؤ۔ حرز۔ نقش۔ آیت یا اسمار الہی کو گلے مین ڈالنے کے
ہین جس کی حفاظت کیلئے مختصر سی ایک مستطیل یا مربع طلائی یا نقرئی

ڈبیہ بنائی جاتی ہے جس پر بنبت نقش ونگار رہوا کرتا ہے۔یہہ ڈبیہ
جس کا وجود ہمیشہ جسم پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔زیورات مین
داخل کرلی گئی ہے۔بیک کرشمہ دو کار کا مصداق ہے۔جسکو نہایت
خوبصورتی کے ساتھہ بناتے ہین اور طلائی نازک زنجیر مین لٹکاتے ہین۔
تعویذ خواہ گلے مین لٹکا یا جاوے یا چوٹی مین یا بازو پر باندہا جاوے
اوسکا شمار زیورات مین ہے۔طلائی زنجیر مین تین چہوٹے چہوٹے
تعویذون کے آویزے مجموعًا چوٹے کے تعویذ کہلاتے ہین جنکا مقام
یا تو چوٹی کے آخر پر ہوتا ہے یا سر سے متصل یہہ زیور بڑا متبرک زیور
مانا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ بزرگی اوس نقش یا آیت کی
بدولت ہے جو اوس مین ملفوف ہے۔

(۶) چوٹی کے قبّے۔ چوٹی کے آخر پر چار قبون کا ایک جہومر
لٹکایا جاتا ہے۔ ہر ایک قبہ نصف گیند کی صورت مین سونے سے
بنایا جاتا ہے جسمین ریشمین پہند نا لگا رہتا ہے۔ اس زیور کا
رواج ہندؤن مین نہین ہے۔ دیگر اقوام اہل اسلام بہی
اسکو نہین پہنتے۔ غالبًا اسی قوم کی ایجاد ہے۔

(۷) چوٹی کی لاکڑیان - لاکڑی کی تعریف نمبر تین پر بیان ہو چکی ہے۔ لاکڑی یا راکڑی سے متصل ایک سلسلہ طلائی راکڑیون کا چوٹی پر قایم ہوتا ہے اور اوسکے اختتام تک مسلسل چلا جاتا ہے۔ اسطرح پر کہ پہلے نمبر سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتہا الے آخرہ۔ باعتبار قد گہٹا ہوا ہوتا ہے۔ اسی کا نام چوٹی کی لاکڑیان رکہا گیا ہے۔ اس زیور کا رواج قوم نایط کی بی بیون نے ہندو عورتون سے سیکہا ہے۔

ماتہے کا زیور

(۸) ٹیکہ - جس کا صحیح املا نون کے ساتہہ ٹینکا ہے زبان ہندی کا لفظ ہے مرہٹی زبان مین اسکو ٹِکّا کہتے ہین۔ اسکے لغوی معنے قشقہ اور تِلک کے ہین جسکو اقوام ہنود پوجا کے بعد اپنے ماتہے پر لگاتے ہین۔ مجازاً اوس زیور کا نام ہے جو مانگ کے مقابل ماتہے پر لگایا جاتا ہے بیضاوی شکل کی ایک ٹکیا ہوتی ہے جس مین قیمتی نگینے جڑے ہوے ہوتے ہین اور اوسکے اطراف موتیون کی جہالر۔ یہہ بہت خوبصورت زیور ہے۔ قوم نایط کی بی بیان دولہن کے لئے اس زیور کے سخت

پابند ہین صرف دولہن ہی کے لئے یہہ زیور مخصوص ہے۔ کتخدائی بیان
جب صاحب اولاد ہو جاتی ہین یا شادی ہو کر عرصہ گذر جاتا ہے
تو ٹیکہ کا استعمال پسند نہین کرتین۔ ہندؤن مین اسکا رواج ہے
ایک پنڈت جی کی رائے ہے کہ زیور ٹیکہ درحقیقت ایک طلائی
قشقہ ہے جو عمدہ لباس اور زیورات کے استعمال کے وقت لگایا
جاتا ہے۔ یہہ پوجا کے خاص علامت ہے عجیب بات یہہ ہے کہ
خاتونان فارس بہی اس زیور کو پہنتی ہین جسکو تیتہ یا طیطہ کہتی ہین

کان کے زیور

(۹) اَنتی۔ زبان سنسکرت مین اَنت کے معنے آخر کے ہین۔ اَنتی
سے وہ زیور مراد ہے جو کان کے آخر حصہ مین پہنا جاتا ہے۔ یہہ صرف
ایک حلقہ طلا کا نام ہے جس مین دو موتی اور دونون کے بیچ مین
ایک رنگین نگینہ پروتے ہین۔ ہندو عورتین اسکو بنا گوش مین
پہنتی ہین اور قوم نایط کی بی بیان کسی قدر اوپر۔ ہندوستان کے
سوا دیگر ممالک مین اس کا استعمال نہین ہے۔

(۱) اُدبراج۔ اس کا صحیح اِملا او دیراج ہے۔ زبان سنسکرت مین

او دیراج آفتاب کو کہتے ہین۔ یہہ ایک مرصع زیور ہے جو کان کے حصہ زیرین مین پہنا جاتا ہے۔ حلقہ طلائین یا قوت یا نیلم یا زمرد کا ایک بڑا سا منکا موتیون کی جہالر کے ساتہہ لٹکا یا جاتا ہے جسکی چمک دمک مثل افتاب کے روشن رہتی ہے اسی وجہ سے اس کا نام اودیراج رکہا گیا یہہ زیور ہندؤن کا ہے قوم نایط کی بی بیان اسکے استعمال کو بہت پسند کرتی ہین۔

(۱۱) بہتے بہنا۔ زبان ہندی مین مکئی کی لگڑی۔ خوشہ زرت کو کہتے ہین۔ قوم نایط نے اوس زیور کو بہٹے سے موسوم کیا ہے جسکی ساخت اگرچہ مثل بگڑون کے ہوتی ہے لیکن اوسکے اطراف موتی کی سلک بالاتصال لپٹی جاتی ہے۔ اور موتیون کی جہالر اوسکے نیچے لٹکاتے ہین بہ ہیئت مجموعی اوسکی شکل جوار کے بہٹون سے مشابہ ہو جاتی ہے یہہ بہ نسبت بگڑون کے بہت قیمتی زیور ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ متمول افراد قوم نے بگڑے کے زیور مین کسی قدر ترمیم کرکے اوسکا نام بدل دیا ہے۔ ہندو عورتین اسکا استعمال کم کرتی ہین۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ۔ نواب محمد غوث خان مغفور والی ریاست مدراس کی

ایجاد ہے۔ کان کے حصۂ بالائی مین پہنا جاتا ہے۔

(۱۲) بگڑے۔ اس کا صحیح املا یائے معروف کے ساتھہ بگڑی ہے مرہٹی زبان مین بگڑی اوس مرصع زیور کا نام ہے جو کان کے حصۂ بالائی مین پہنا جاتا ہے۔ اس کی شکل کلس کی سی ہوتی ہے جسکے اطراف موتیون کی جہالر اور اسکے سر پر ایک بڑا موتی لگایا جاتا ہے۔ ہنود مین عموماً اس کا رواج ہے۔ ہم نے ہنود ہی سے اسکا استعمال سیکہا ہے یہہ نہایت قیمتی زیور ہے۔

(۱۳) پنکہے۔ یہہ ایک مرصع اور نہایت قیمتی زیور ہے جو انگریزی عاجی پنکہے کی شکل مین بیضاوی شکل پر بنایا جاتا ہے جسمین یک رنگی نگینے جڑے جاتے ہین اور اطراف عمدہ قسم کے موتی کی جہالر۔ کنارہ گوش کے وسطی حصہ مین پہنا جاتا ہے جسکی جہلک بہت بہلی معلوم ہوتی ہے بدینوجہ کہ یہہ زیور پہیلاؤ مین کان کے کل زیورات پر فایق ہوتا ہے اوسکا دکہلاوا بہی بہت بہلا معلوم ہوتا ہے۔ ہندؤن سے اسکو کچہہ تعلق نہین ہے۔ مدراس پریسیڈنسی کے بعض برہمنیون نے بہی اسکے استعمال کو اختیار کیا ہے۔ حیدرآباد مین اسکا رواج کم ہے۔ اسکے جگہہ مین

چاند بالیون کا استعمال ہے۔

(۱۴) پہول بالیان۔ بالیان جمع ہے بالی کی۔ بالی زبان ہندی مین اوس چہوٹے سے طلائی یا نقرئی حلقہ کو کہتے ہین جو کان مین پہنا جاتا ہے۔ قوم نایطہ نے اس زیور مین مرصع پہولون کے آویزے بڑہا کر اوس کا نام پہول بالیان رکہا ہے۔ کنارۂ گوش کے درمیانی حصہ مین دو دو چار چار پہول بالیان پہنے جاتے ہین۔ اس زیور کے موجد افراد قوم ہین۔ یہہ زیادہ قیمتی زیور نہین ہے غربا ء قوم اسکا استعمال اکثر کرتے ہین کم خرچ بالانشین کا مصداق ہے۔

(۱۵) جہلملی۔ یہہ زبان ہندی کا لفظ ہے بمعنی چلمن۔ دہیمی چمک ہلکی چاندنی۔ کان کے ایک زیور کا نام ہے جسکو دہلی اور لکہنو کی بی بیان اکثر استعمال کرتی ہین۔ چمک دار زیورات مین اسکا شمار نہین ہے۔ قوم نایطہ کی بی بیان اسکو صرف اپنے گہرون مین پہنا کرتی ہین تاکہ کان خالی نہ رہین۔ باریک باریک مرصع پہول چکریون سے مشابہ بنائے جاتے ہین جن مین قیمتی اور چمک دار نگینے نہین جڑے جاتے بدینوجہ کہ اکثر اسکی تیاری مین خام الماس سے کام لیا جاتا ہے۔

اسکی چمک وہیمی ہوتی ہے اور یہی اسکی وجہ تسمیہ ہے۔

(۱۶) جُھمکہ۔ زبان ہندی مین اوس زیور کا نام ہے جو موتیون کی متعدد لڑیون پر شامل ہوتا ہے یا طلائی لٹکنون سے بنایا جاتا ہے۔ بنا گوش مین اسکا استعمال اور بہت خوبصورت زیور ہے۔ یہہ مسلمانون کا خاص زیور ہے جسکو فارسیون نے زیور ہندی نام کہا ہے یہ زیور ایران مین مستعمل ہے اور آویزے کے نام سے مشہور۔ مُلّا عبداللہ ہاتفی فرماتے ہین۔ ؎

چہ گوش خدیو از لآلی پسند ✤ شد از روی اخلاص آویزہ بند

(۱۷) چاند بالیان۔ بالیان کیا چیز ہین نمبر ۱۴ پر معلوم ہو چکا ہے۔ چاند بالیان ایک مرصّع زیور کا نام ہے جو ہلال کی شکل پر بنایا جاتا ہے جسکے نیچے موتیون کی جہالر نہایت خوشنما نظر آتی ہے۔ اسکو قوم کی بی بیان خصوصًا حیدرآباد مین بہت رغبت کے ساتہہ استعمال کرتی ہین۔ پنکہون کے عوض یہہ زیور پہنا جاتا ہے۔

(۱۸) چکریان۔ بدینوجہ کہ یہہ زیور ایک مدوّر حلقہ مین بنایا جاتا ہے اوسکا نام چکری رکہا گیا۔ چکریان اوسکی جمع ہے۔ یہہ بہی کان کا

زیور ہے جسکو بنا گوش مین پہنتے ہین اسکی ساخت طلا یا نقرہ سے اور اورا وس مین موقع موقع سے قیمتی نگینی جڑے ہوتے ہین اور اطراف مین موتیون کا حلقہ ہوتا ہے تقاریب مین پہنا جاتا ہے اسلامی زیور ہے ہنود کو اس سے کچھہ تعلق نہین۔ بعض اقوام ہنود کی عورتین اسکو پہنتی ہین۔

(۱۹) چولا پہول۔ یہہ زبان تلنگی کے الفاظ ہین۔ چو کی معنی کان کے ہین اور چولا پہول سے وہ پہول مراد ہے جو کان مین پہنا جاتا ہے یہہ ہندؤن کا ایک خاص زیور ہے جو چکریون سے کسیقدر مشابہ ہوتا ہے فرق اسقدر کہ چولا پہول کنگورہ دار ہوتا ہے اور چکریان بغیر کنگورون کے قوم نایطہ کی بی بیان بہی اسکو پہنتی ہین یہہ زیور کان کے اوسی حصہ مین مستعمل ہے جہان چکریون کا زیور۔

(۲۰) کرن پہول۔ یہہ سنسکرت کے الفاظ ہین۔ کرن کے معنی کان کے ہین۔ یعنے وہ مرصع پہول جسکو کان مین پہنتے ہین۔ اگرچہ چولا پہول۔ اور کرن پہول کے لفظی معنے ایک ہین۔ لیکن کرن پہول کی شکل چولا پہول سے سوا ہوتی ہے۔ ہندی بول چال مین بہی یہہ نام بولا جاتا ہے

یہہ ہے تو ہندؤن کا زیور مگر نہایت خوبصورت اور خوشنما۔ اس زیور کے نیچے کنگورہ دار جھکے بہی لگائے جاتے ہین۔ پہر یہہ کرن پہول جھمکے کہلاتا ہے۔ اسکے ساتہہ ایک موتیون کی لڑی اور اوسکے آخر پر ایک طلائی کانٹہ لگا ہوتا ہے جسکو پس گوش بالون مین لگا دیتے ہین اسی لڑی کو قومی بی بیان لرزک کہتی ہین حضرت آتش فرماتے ہین۔

کانون مین ترے دیکہہ کے سونیکے کرن پہول
اے سرو روان بہول گئے مرغ چمن پہول

بعض اہل قوم نے اسی کا نام گل گوشے رکہا ہے۔ اور وضع مین بہی کسیقدر تبدیل کی ہے لیکن اس ترمیم کو خوشنمائی مین اوسکی اصلی شکل پر کبہی ترجیح نہین ہو سکتی۔

(۲۱) **لونگ کے پہول**۔ یہہ بہت ہلکا طلائی زیور ہے جسکی شکل لونگ سے مشابہ ہوتی ہے۔ اسکو قوم نوایط کی بی بیان اپنے مکان مین صرف اس غرض سے استعمال کرتے ہین کہ کان کے روزن محفوظ رہین۔ ہر ایک روزن مین ایک ایک لونگ کا پہول پڑا رہتا ہے اور بہ ہیئت مجموعی کان زیور سے بہرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ناک کا زیور

(۲۲) **بُلاق**۔ ترکی زبان مین ایک خاص زیور کا نام ہے جو دیوار بینی مین پہنا جاتا ہے۔ ایک طلائی حلقہ مین موتی کا آویزہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ ترکون مین اس زیور کا رواج ہے۔ آرکاٹ اور ملیبار کے ہنود نے بہی اپنی بی بیون اور لڑکیون کے لئے اسکو پسند کیا ہے قوم نایط مین بلاق کا رواج صرف نا کتخدا لڑکیون کے لئے باقی رہ گیا ہے۔ شادی کے بعد بہت کم خاندان اس زیور کے استعمال کو پسند کرتے ہین۔ عجمی بی بیون مین بہی اسکا رواج ہے۔

(۲۳) **بیسر**۔ یہہ زبان ہندی مین ایک حلقہ طلا یا نقرہ کا نام ہے جو بلاق کے عوض پہنا جاتا ہے۔ جس طرح بلاق مین موتی کا لٹکن ہوتا ہے۔ اوس طرح بیسر مین نہین ہوتا۔ گویا اس زیور کو سر نہین ہے ہندنیان اسکو پہنا کرتی ہین۔ قوم نوایط کے بعض خاندان اپنی کم سن لڑکیون کو صرف اس غرض سے پہناتی ہین کہ بلاق کا وزن اوسکی وجہ سے محفوظ رہے۔

(۲۴) **ڈال**۔ زبان ہندی کا لفظ ہے بمعنی دلے ہوے چنے۔

اور دوغیرہ اہلِ قوم نوایط اوس زیور کو دال کہتے ہین۔ جو معمولی وقتون مین رات دن نتھنے مین پڑا رہتا ہے۔ یہہ زیور نہایت مختصر درحقیقت دال کے برابر ہوتا ہے جس مین ایک قیمتی نگینہ جڑا رہتا ہے پشت پر ایک مختصر سا پیچ ہوتا ہے جسکو پردہ بینی کے سوراخ مین جما دیتے ہین اسی زیور کو اہلِ قوم ناک کی پُھتّلی کہتے ہین۔ اس کا رواج ملیباری برہمن عورتون مین زیادہ ہے۔ ہماری قوم نے غالبًا اونہین سے اس کا رواج سیکہا ہے۔ اسی زیور کو اہل ہند کیل سے موسوم کرلیے ہین اور یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے کسی اہل زبان نے کہا ہے۔ ؎

آبلے پہوٹین اُتارو کان سے موتی کہین ؎
دل مین چہبتی ہے نکالو کیل اپنی ناک سے

(۲۵) نتھہ۔ زبان ہندی کا لفظ ہے۔ اُس حلقہ طلاء یا نقرہ کو نتھہ کہتے ہین جو بطریق زیور استعمال کیا جاتا ہے۔ جس مین دو موتی اور دونون کے درمیان ایک زمردی یا یاقوتی منکہ کا ہونا لازمی ہے۔ نتھہ ایک خاص قسم کا زیور ہے جو دولہا کے جانب سے دولہن کو عطا ہوتا ہے۔ اور سہاگ کی نشانیون مین اس کا شمار رہتا ہے۔

سید ہے نتھنے مین پہنا جاتا ہے۔ عورتین اس زیور کی بڑی تعظیم کرتی ہین۔ بیوہ عورتون کے لئے اسکا استعمال قطعاً ممنوع ہے۔ قوم نوایط کی سہاگنین اولاد کے ہو جانے کے بعد اسکو نتھنے مین کم استعمال کرتی ہین بلکہ تیمناً اوسکو سید ہے کان پر لگا لیتی ہین۔ یہہ زیور عرب و عجم دونون مین مروج اور مسلمانون کا خاص زیور سمجھا جاتا ہے۔ اہل عجم اسکو حلقہ بینی سے موسوم کرتے ہین۔ اور محاورہ عرب مین اس کا نام زمام ہے۔ اشرف ایرانی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

باز اعرابی بتے از جلوہ ام مدہوش کرد ؎ حلقہ در بینی نگارے حلقہ ام در گوش کرد

ہندوؤن مین بہی اسکا رواج ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوؤن نے اسکا سبق مسلمانون سے سیکہا ہے۔

گلے کے زیور

(۲۶) **تلسی** ۔ ہندی زبان مین ایک پودہ کا نام ہے جسے ہندو لوگ پوجتے ہین اور متبرک جانتے ہین۔ اور بعض نے لکہا ہے کہ تلسی ایک عورت کا نام تہا جس پر کرشن جی عاشق تہے جسکو اُنہون نے تبدیل ہیئت کرکے ایک پودے کی شکل مین بنا دیا اور اوسکی پرستش کا حکم دیا

ہندوؤن نے اسی پودے کی بیج کے مشابہ طلائی دانے بنوا کراون کو
ایک تاگے مین پرویا اور بشکل زیور استعمال کرنے لگے یہہ زیور نہایت
متبرک مانا جاتا ہے اردو کے اہل زبان اسکو تلسی دانہ کہتے ہین قوم
نوایط کی بی بیون مین اس زیور کا رواج عموماً جاری ہے پانچ سے
گیارہ تک اسکی لڑیان بناتی ہین ایک لڑی سے دوسری لڑی
کسی قدر لمبی ہوتی ہے جس سے زیور بہیئت مجموعی عریض نظر آتا ہے۔

(۲۷) **جُگنی** - جُگنے کی تانیث بمعنی کرم شب تاب۔ ہندی مین
اوس زیور کو جگنی کہتے ہین۔ جو گلے مین پہنا جاتا ہے۔ بادامی شکل
مین ٹیکہ سے مشابہ بنایا جاتا ہے جس مین چمکیلے نگینے جڑے جاتے ہین۔
ہر ایک نگینہ مثل جگنو کے چمکتا ہے۔ اس زیور کو قوم نوایط کی بی بیان
سادہ طریقہ پر بہی گلے مین باندہتی ہین اور لچہ مین بہی لگاتی ہین -
ہندون مین بہی اوسکا رواج ہے۔

(۲۸) **چمپا کلی** - ہندی زبان مین اوس مرصع زیور کا نام ہے
جسکے دانے چمپا کے کلیون سے مشابہ ہوتے ہین یہہ زیور مسلمانان
ہند کا زیور ہے جس کو قوم نوایط کی بی بیان عموماً استعمال کرتی ہین

بعض کلیان صرف طلائی ہوتی ہین اور بعض مرصع۔ ہر ایک کلی کے
سرے پر ایک موتی لگایا جاتا ہے۔ اور تمام کلیان ایک ہار کی
شکل مین پروئے جاتے ہین۔ برند فرماتے ہین۔ ؎

تم جاتے جاتے کس لئے پھر آئے خیر ہے ۔؎
چمپا کلی کہ موتیون کا ہار رہ گیا ؏

(۲۹) چنتاک۔ زبان تلنگی مین ایک خاص زیور کا نام ہے
جو مثل لچہ کے گلے مین پہنا جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی خوبصورت مرصع
تعویذون کو ڈوریون مین پرو کر بنایا جاتا ہے۔ تلنگانہ کی عورتین
عموماً اسکو پہنتی ہین قوم نایط کی بی بیون نے اس کے استعمال کو
اونہین سے سیکھا ہے۔

(۳۰) چندن ہار۔ اسکا صحیح اِملا چندر ہار ہے۔ سنسکرت
مین چندر کے معنے چاند کے ہین۔ زبان ہندی مین اوس زیور کا
نام ہے جو سونے کی ٹکیاؤن سے بنایا جاتا ہے۔ ہر ایک ٹکیا
مُدوّر ہوتی ہے جسکو چاند سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ہندوؤن مین
عموماً اسکا استعمال ہے۔ یہہ درحقیقت اونہین کا زیور ہے قوم نایط

کی بی بیان اسکے استعمال کے عادی ہین اور بہت پسند کرتی ہین۔
اسکے متعدد ہار ہوتے ہین مثلاً ایک ہار دوسرے سے بڑہا ہوا ہوتا ہے
بہ ہیئت مجموعی یہہ زیور نہایت خوبصورت زیور ہے۔ بعض افراد
قوم نے اسکے ٹکیاؤن کو ہلالی شکل پر بہی بنا یا ہے یہہ اونکی ایجاد
ہے۔ بہر حال ہلالی شکل ہو یا مدوّر دونون پر چندر کا اطلاق ہو سکتا ہے
اور دونون کا نام چندر ہار ہے۔

(۱۴۴) سَتْلَڑا۔ زبان ہندی مین ستلڑ سات لڑی رکہنے والے
زیور کا نام ہے۔ یہہ لفظ مرہٹی زبان مین بولا جاتا ہے۔ مرہٹے
اوس زیور کو ستلڑا کہتے ہین جس مین موتیون کے سات لڑیان
ہوتی ہین ہر ایک لڑی کو مثلاً دوسری لڑی سے کسی قدر لانبی
رکہتے ہین اور بالآخر دونون جانب اون کے سرون کو ایک
ڈوری مین گہوا کر اوسیطرح گلے مین باندہتے ہین جیسا کہ تلسی یا
چندر ہار۔ اسکا استعمال قوم نایط کے متمول بی بیان صرف پچہہ
اور مرصع ہار کے ساتہہ کرتی ہین۔ جن افراد قوم نے زیور کی تعداد
گوگہٹانے کی کوشش کی ہے اونہون نے صرف ستلڑے یا مرصع ہار کو

گلے کے لئے کافی خیال کیا ہے۔ واقعی صرف اس زیور سے گلا بھرا ہوا نظر آتا ہے البتہ فوق البھڑک خیالات اس زیور کو کافی نہین سمجھتے ہین۔

(۳۲) گنٹلہ۔ اس کا صحیح املا گاٹھلہ ہے۔ مرہٹی زبان مین گاٹھلہ اوس زیور کا نام ہے جو طلائی دانون کو سیاہ پوت کے ساتھہ جالدار کیسہ کی شکل مین پروتے ہین جس کے بیچ مین ایک طلائی بڑا منکا رکھا جاتا ہے نیکا زبان ہندی مین اوس مُہر کو کہتے ہین جو فقیر اپنے گلے مین ڈالتے ہین کسی اہل زبان نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

کہو کچھہ اے تجر حال اپنا فقیر کس نے تمہین بنایا

جبین پہ قشقہ کمر مین تسمہ بغل مین مینا گلے مین منکا

یہہ زیور غربا ء قوم اکثر استعمال کرتے ہین اسلئے کہ یہہ سستے دامون تیار ہو جاتا ہے۔ بعض متمول افراد طلائی دانون کے عوض موتیون سے گنٹلہ پروتے ہین اور منکہ کے عوض ایک بڑا موتی لگاتے ہین بہر حال اس زیور کے موجد ہندو ہین۔ قوم نایط کی بی بیون نے غالباً کوکنی برہمنیون سے اسکو سیکھا ہے۔

(۳۳) نگلسر۔ یا گلسری۔ اسکا صحیح املا گرسوڑی ہے۔ یہہ

زبان مرہٹی کے الفاظ ہین۔ گرڈ سے گلا مراد ہے اور سوٹری کے معنے گہیرا ہوا۔ یہہ ایک قسم کا ہندی زیور ہے۔ جسکے موجد ہندو ہین۔ مرہٹواڑی مین اسکا زیادہ رواج ہے۔ کوکنی برہمنیان اسکو بہت پسند کرتی ہین۔ ہماری قوم نے اس کے رواج کو غالبًا انہین سے لیا ہے۔ گلسیر یا گاسری کا زیور طلائی دانون اور پوت کی شرکت سے صرف لڑیون مین پرویا جاتا ہے جس مین متعدد مقامات پر منکے شریک کئے جاتے ہین یہہ کوئی خوبصورت زیور نہین ہے۔ غربا ء قوم مین اکثر اسکا رواج ہے۔

(۳۴) لچھا۔ یہہ لفظ ہندی زبان کا ہے بمعنی ریشم یا سوت اور بہت سے تاگون کا بنا ہوا حلقہ۔ اور زیور خاص کا نام ہے جو گلے مین باندہا جاتا ہے۔ مختلف شکل اور مختلف قسم کی کاری گری سے اسکو بناتے ہین۔ یہہ بڑا ہی خوبصورت زیور ہے گلے سے چسپیدہ باندہا جاتا ہے ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونون مین اس کا رواج ہے۔ قوم نوایط کی بی بیون نے اسکی شکل مین مختلف طریقہ پر تراش و خراش کیا ہے۔ نئی نئی ایجادین ہوئی ہین۔ لچہہ کے سیکڑون نمونے بن چکے ہین اور بنتے جاتے ہین۔ ہر ایک نمونے کے جدا جدا نام ہین جیسے چوکڑونکا

لچہا۔ تعویذ ونکا لچہا۔ سمو سونکا لچہا۔ لہر یلا لچہا۔ سادہ کا لچہا۔ آویزونکا لچہا۔ جہالردار لچہا۔ چوگوشی لچہا وغیرہ وغیرہ۔ لچہہ کا رتبہ گلے کے تمام زیورات مین معزز مانا گیا ہے اسلئے کہ یہہ سہاگ کا زیور ہے۔

(۳۵) **مالا**۔ ہندی زبان کا لفظ ہے بمعنی پہولون کا ہار۔ سونے یا موتی کا ہار۔ حمایل۔ مصحفی فرماتے ہین ؎

سینے پہ تو بنانا اک موتیونکا مالا ⁂ نقاش کہینچا یون تصویر اشک جانان

عرب مین اس زیور کے استعمال کا رواج ہے جس کو سبحہ کہتے ہین۔ اور صرف موتیون یا زمرّدی۔ یا فیروزئی۔ یا عقیقی منکون سے پرو یا جاتا ہے۔ جسکو مرد عورت دونون گلے مین پہنتے ہین۔ اور ضرورت کے وقت اوس سے تسبیح کا کام بہی لیتے ہین۔ فارسیون نے اس کا استعمال تسبیح کے نام سے کیا ہے۔ بادشاہان سلف و والیان ریاست نے بہی موتیون کا مالا اپنے گلے مین رکہا ہے۔ ہندؤن مین مالے کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے۔ رُدّراکش ایک خاص قسم کا نباتی نازک تخم ہے جس پر قدرت نے ایسی لکیرین پیدا کی ہین جو انسانی شکل سے کسی قدر مشابہ ہوتی ہین۔ برہمن۔ جوسی۔ اس تخم کو نہایت

متبرک مانتے ہین اور اسی کی تسبیح بناتے ہین اسی کا مالا ہند و عورتین اپنے گلے مین پہنتی ہین اور طلائی مالے کے منکون پر بہی اوسی قسم کا نقش بنا کر بطریق زیور پہنا جاتا ہے۔ ہر ایک طلائی منکہ کے ساتھہ سبز پوت کا ایک منکہ یا زمردی دانہ پروتے ہین۔ زبان سنسکرت مین اس زیور کا نام جپ مال ہے جس سے تسبیح مراد ہے بدینوجہ کہ تسبیح کا رواج ہند و مسلمان دونون مین ہے یہہ زیور دونون اقوام کا زیور سمجہا جاتا ہے۔ قوم نایط کی بی بیان مالہ کو متعدد لڑیون مین پروتی ہین ایک لڑی دوسری سے مساوی ہوتی ہے۔

(۳۶) **ہنسلی**۔ زبان ہندی مین اوس ہڈی کا نام ہے جو گلے کے اطراف ہوتی ہے۔ مجازاً اوس زیور کا نام بہی ہنسلی رکہا گیا ہے جو گلے مین پہنا جاتا ہے جس کو سونے سے بطریق ایک طوق کے بناتے ہین فارسیون نے اسکو طوق زرین کہا ہے۔ عجم مین اسکا استعمال صرف گہوڑون کے لئے ہے۔ حافظ شیراز فرماتے ہین۔ ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالان ؎
طوق زرین ہمہ در گردنِ خر می بینم

ہنسلی کا زیور کرخت ہوتا ہے یعنے مختلف اجزا پر شامل نہین ہوتا بلکہ
ایک طلائی یا نقرئی موٹے تار کا حلقہ ہوتا ہے جس مین نقش ونگار کے
سوا نازک گہنگرو بطریق جہالر لٹکائے جاتے ہین۔ اس کا استعمال اکثر کمسن
بچون کے لئے ہے قوم نوایط کے بعض ناکتخدا لڑکیان بہی اسکو پہنتی ہین۔
(۴۷) ہار۔ زبان ہندی مین پہولون یا موتیون کے مالے کو ہار کہتے
ہین۔ عام معنون مین ہر ایک حمایل کے لئے بولا جاتا ہے۔ زیورات مین
ہار ایک مرصع اور قیمتی زیور کا نام ہے۔ جو طلائی پہولون یا تعویذن
سے پرویا جاتا ہے جس مین الماس جڑے جاتے ہین۔ اور ہر ایک پہول
یا تعویذ کے آخر پر ایک موتی لٹکایا جاتا ہے۔ شہنشاہ اکبر پہول کے ہار
کو ہار کہنا پسند نہین کرتے تہے بلکہ اوسکو پہول مال کہتے تہے یہہ لفظ حکومت
اکبر کے بعد پسندیدہ نہ ٹہرا اور رواج نہ پایا۔ شہنشاہ اکبر کے پاس پہول
کا ہار رکہنا شگون بد مین داخل تہا اسلئے کہ وہ بہت تہوڑے عرصہ مین
کملایا جاتا ہے اور ہار کے لئے پژمردگی عیب ہے۔ نہ معلوم اونکا یہہ
خیال کس بنیاد پر تہا۔ مگر فی زماننا۔ زبان اردو کے متقدمین اور متاخرین
دونون نے پہول کے لئے ہار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور یہی بول چال

ین مروج ہے حضرت آصف فرماتے ہین۔

وہ مری قبر پہ اک پہولون سے چادر ہوتی ؎

ہار باسی نہ وہان تم نے اُتارے پیارے

مصنف بہار عجم و منتخب النفایس نے لفظ ہار کو خواہ وہ موتیون کی سلک کے لئے کہا جاوے یا پہولون کے ہار کے لئے زبان فارسی کا لفظ قرار دیا ہے ملا منیر کے کلام سے اوسکا استعمال دکہلایا ہے ع

گسستہ ہار مروارید در بر (ولہ)

بذکر خلق شاہنشاہ دوران ؎ زہار گل ملایک سبحہ گردان

ہار کو زبان عرب مین عِقد کہتے ہین جس کا تلفظ عین کے کسرہ اور قاف اور دال کے سکون کے ساتہہ ہے۔

بازو کے زیور

(۳۸) **بازو بند** - یہہ زبان فارسی کے الفاظ ہین۔ بازو سے کہنی اور مونڈہے کا درمیانی مقام مراد ہے۔ بند کے معنے بندش بازو بند اوس زیور کا نام ہے جو کہنی اور مونڈہے کے درمیان باندہا جاتا ہے۔ یہہ زیور چہوٹی چہوٹی طلائی یا مرصع تعویذون یا پہولون پر

شامل ہوتا ہے جو بالاتصال گتھوائی جاتی ہین اور بہیئت مجموعی وہ
ایک مستطیل شکل کا زیور ہو جاتا ہے جسکو ڈوریون کے ذریعہ سے
بازو پر باندہ دیتے ہین عجم مین اسکا استعمال صرف سیدہے بازو پر
ہے۔ اور قوم نایط کی بی بیان دونون بازو پر اوسکو باندہتی ہین
شفائی نے مجید شوستری کی ہجو مین کہا ہے۔ ؎
بستہ بر خود بجائے بازو بند ۔۔۔۔۔۔ مجید شوستری
اسی زیور کا رواج عرب مین بہی پایا جاتا ہے جسکو زبان عرب مین
مِعضَد۔ اور دُملوج کہتے ہین۔ ہند کے عام لوگون نے اسی زیور کا
نام بجبند رکہا ہے۔ اس زیور کو ہندوُون سے کسی قسم کا تعلق نہین ہے
(۳۹) بازو کے تعویذ۔ یہہ ایک مربع طلائی یا مرصع تعویذ
کا نام ہے جس کے بازوُن مین دو سمو سے لگائے جاتے ہین جن مین
ریشمی ڈوریان لٹکی ہوتی ہین۔ قوم نایط مین اسکو صرف سیدہے
بازو پر باندہنے کا رواج ہے۔ بعض دیگر اقوام اسلام نے اسکا
استعمال دونون بازوُن پر پسند کیا ہے۔ یہہ مسلمانون کا زیور ہے۔
(۴۰) بازو کے کڑے۔ کڑا اوس حلقۂ طلا یا نقرہ کا نام ہے

جو بازو یا کلائی یا پاؤن مین پہننے کی غرض سے بنا یا جاتا ہے۔ بازو کے
کڑے سے وہ مخصوص دو حلقے مراد ہین جو مُنبّت نقش و نگار کے ساتھ
صرف ایک بازو کے لئے بنائے جاوین۔ بازو کے کڑے مرصع بہی
ہوتے ہین اور سادہ بہی اسکی ساخت اندر سے خالی ہوتی ہے جس مین
لاکہہ بہری جاتی ہے۔ کفایت شعاری کے علاوہ نقش و نگار کی ضرورت
سے بہی خلاضروری سمجہا گیا۔ قوم نوایط کی بی بیون نے اس طریقہ کو دکہنیون
سے سیکہا ہے۔ دکہنی اقوام مین بازو کے کڑون کا عام رواج ہے۔ اس
زیور کو دکہنی اور پٹہان عورتین سپاہیانہ زیور سے موسوم کرتی ہین
اور بعض دکہنی مرد بہی اسکو اپنے بازو پر چڑہاتے ہین۔ مولف خیال
کرتا ہے کہ اس زیور کی کرختی اور سختی جو لفظاً اور معناً ثابت ہے غالبًا
اس وجہ تسمیہ کا جوہر ہے۔ اسکے استعمال مین کوئی تکلف یا نزاکت درکار
نہین ہوتی۔

(۱۴) کنگنی پٹری۔ یہہ زیور جواب ہے بازو کے کڑون کا
یعنی ایک بازو پر کڑے پہنتے ہین اور دوسرے بازو پر کنگنی پٹری یہہ
زیور دو لفظون سے بنا یا گیا ہے۔ ایک لفظ کنگنی۔ یہہ زبان ہندی مین

ایک چہوٹے سے اناج کا نام ہے جسکو دکن مین رالہ کہتے ہین۔ طلائی یا نقرئی دو حلقون پر باریک باریک نگینے اس طرح پر جڑتے ہین جیسا کہ کسی نے کنگنی جما دیا ہے۔ جن افراد کو مرصع زیور مقصود نہین ہے وہ صرف طلائی یا نقرئی حلقون پر نقش کے ذریعہ سے نگینون کی نقل اوتارتے ہین۔ یہہ نقش نگینون سے زیادہ بہلا معلوم ہوتا ہے دوسرا لفظ پٹری ہے۔ زبان ہندی مین پٹری چوڑی چوڑی کا نام ہے جس سے پٹہا مراد ہے بدینوجہ کہ بازو کی طلائی یا نقرئی پٹری اوسی چوڑی چوڑی سے مشابہ ہوتی ہے اس کا نام بہی پٹری رکہا گیا۔ ایک پٹری کے دونون جانب دو کنگنیان چڑہانے کا رواج ہے۔ یہہ زیور بہی مثل کڑون کے دکہنیون کا زیور سمجہا جاتا ہے

(۴۲) **نورتن**۔ ہندی زبان مین رتن کے معنی قیمتی پتہر اور جواہرات کے ہین۔ نورتن سے بازو کا وہ زیور مراد ہے جسمین نون قسم کے جواہرات جڑے جاوین۔ بعض صاحبان تصنیف نے لکہا ہے کہ نورتن کے نون اقسام سے (۱) یاقوت (۲) موتی (۳) پکہراج (۴) زمرد (۵) مونگا (۶) لاجورد (۷) نیلم

(۸) الماس (۹) فیروزہ۔ مراد ہے۔ الحاصل نورتن اوس زیور کا نام ہے جس مین نون قسم کے جواہر جڑے ہوے ہون جسکو بازوپر کرتے اور کنگنی پٹری سے اوپر باندہا جاتا ہے اوسی طرح جسطرح بازوبند۔ یہہ زیور درحقیقت ہندو راجاؤن کے آرایش لباس کا ایک جزو ہے۔ جسکو بی بیون نے اپنے زیور مین شامل کرلیا ہے۔

کلائی کے زیور

(۴۳) بجر بٹو۔ بجر زبان ہندی مین جواہر کو کہتے ہین۔ بجر بٹوبہی زبان ہندی کا لفظ ہے۔ اوس جنگلی پہل کا نام جس کا مالا ہندوون مین مروج ہے۔ بجر بٹو کے نام سے ایک زیور کلائی مین پہنا جاتا ہے جس مین ایک سیاہ رنگ کا قیمتی منکہ طلاکاری کے ساتہہ ریشم مین گہتا ہوا ہوتا ہے۔ یہہ زیور ہندؤون کا ہے۔ لیکن قوم نایط کی بی بیون نے اس کا استعمال نظر بد کے دفع کے لئے تجویز کیا ہے۔ یہہ بہونڈی شکل کا زیور ہے اور مقصود کے لئے موضوع خیال کیا گیا ہے۔

(۴۴) پہنچی۔ ایک طلائی یا مرصع زیور کا نام ہے جو پہنچے مین پہنا جاتا ہے۔ جسکو زبان فارسی مین دستبند اور دستینہ کہتے ہین۔

صاحبان مصطلحات ولغت نے اسکو لکھا ہے اور اوسکا استعمال دکھلایا ہے۔ طالب آملی۔ گھوڑے کی تعریف مین فرماتے ہین۔ ؎

درشکیلش پاپسان ساق خلخال آشنا ؎
درچدارش دست ہمچون ساعد دستینہ دار

اوستاد فرخی

ارغوان بینی چو دست نیکوان پر دستبند ؎
شاخ گل بینی چو گوش نیکوان پر گوشوار

بلاد عرب مین بہی اس زیور کا رواج ہے جسکو شوالی کہتے ہین یہہ زیور انار کے دانون کی شکل مین بنایا جاتا ہے جسکے ہر ایک دانہ مین ایک ایک قیمتی نگینہ جڑا جاتا ہے یا سادگی کے ساتہہ صرف طلائی یا نقرئی دانے بنائے جاتے ہین ہر ایک دانہ کے نیچے ایک باریک سا حلقہ ہوتا ہے جس مین ریشم پرو کر ایک دانہ کو دوسرے دانہ کے ساتہہ جماتے ہین۔ یہہ نہایت خوبصورت اور مرغوب زیور ہے۔

(۴۵) **سُمَرن** ۔ سُمَرنی کے معنے زبان سنسکرت مین تسبیح کے ہین سُمرن زبان ہندی مین یاد خدا کے معنون مین مستعمل ہے اردو بول چال

مین سُمرن اوس زیور کا نام ہے جو بلور یا کانچ یا مونگے یا موتیون کے
چند دانون کو پرو کر بناتے ہین۔ قوم نایط کی بی بیان اس کے متعدد
لڑیون کو اپنی کلائی مین پہنچی کے زیور کے ساتہہ پہنتی ہین۔ معلوم ایسا
ہوتا ہے کہ ہندوستان کے دیگرا قوم اہل اسلام مین بہی اسکا رواج
ہے۔ میر حسن فرماتے ہین۔ ؎

زمرد کے سُمرن کو ہاتون مین ڈال اور اک بین کا ندہے پہ اپنے سبنہال

متمول راجپوت عورتین بہی اسکا استعمال کرتی ہین اونکا خیال ہے
اور ایک حد تک اوس کے نام سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہہ زیور
راجایان قوم ہنود کے لئے بنایا گیا جسکو ہندنیون نے بہی اختیار کیا
(۶۴) کنگن۔ زبان سنسکرت کا لفظ ہے۔ یہہ لفظ کرا اور گہن
سے مرکب ہے۔ کر کی معنی کلائی اور گہن سے گہنا مراد ہے۔ اس زیور
کو ہندوستان مین چوہے دتیان بہی کہتے ہین اسکی ساخت دو طرح
پر ہوتی ہے ایک سادہ جو صرف چاندی یا سونے سے بنایا جاتا ہے
دوسری مرصع جس مین رنگ برنگ نگینے جڑے جاتے ہین۔ یہہ ایک
کرخت حلقہ اور ایک جسم ہوتا ہے جسکا استعمال چوڑیون کے عقب

مین ہوتا ہے۔ عورتون کا مقولہ ہے کہ دولہن کی ناقص چوڑیون کی بہرتی کنگن سے۔ اسی کو مولف نے چوتہی یا کنگن کی رسم مین بہی بیان کیا ہے۔ قوم نایط کا خیال ہے کہ اس زیور کا استعمال ہم نے ہندؤن سے سیکہا۔ اس کے نام سے بہی اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ غالبًا یہہ اونہین کا زیور ہے۔ لیکن حیرت اسپر ہوتی ہے کہ ایران مین بہی اس کا رواج ہے جسکو وہ دست برنجن کہتے ہین۔ اور مرصع کنگن کا نام فارسی زبان مین گوہرکش ہے۔ رفیع الدین لسانی فرماتے ہین

ز بہر ساعد+ شاخ ابر ساخت گوہرکش

کہ قطرہ دُرِ خوش آبست و سبزہ شبہ در آن

عربستان مین بہی یہہ زیور پہنا جاتا ہے جسکو محاورہ عرب مین سِوار و قُلب کہتے ہین۔ معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ قریب قریب ایک ہی قسم کا زیور ہے جس کا نام عربون نے اپنی زبان مین رکہدیا اور

+ ساعد کی معنی زبان فارسی مین بازو کے ہین لیکن فارسیون کے استعمال مین ساعد سے وہ مقام مراد ہے جو ہتیلی اور کہنی کے درمیان ہے۔ (دیکھو غیاث اللغات)

ایرانیون اور ہندیون نے اپنے اپنے محاورہ کے مطابق اسکو موسوم لیا۔
(۷۴) گوٗٹ۔ زبان ہندی کا لفظ ہے۔ بمعنی۔ سنجاف۔ مغزی۔ حاشیہ۔ لیس۔ مجازاً اوس طلائی زیور کو قوم نوایط نے گوٹ سے موسوم کیا ہے جو کلائی کے لئے چوڑیون کے شکل مین بنایا جاتا ہے۔ ہر ایک کلائی مین کم سے کم دو گوٹ چوڑیون کے دونون طرف پہنے جاتے ہین گویا یہہ زیور چوڑیون کا طلائی سنجاف اور حاشیہ ہے۔ قوم نوایط کی متمول بی بیان چوڑیون کے عوض طلائی گوٹ کا زیور پسند کرتی ہین جو متعدد حلقون پر شامل ہوتا ہے جن کے بیچ مین بعض بی بیان صرف دو چار بلورین چوڑیان رکھتی ہین۔ اس زیور کا رواج صوبہ مدراس مین بہ نسبت اور مقامات کے زیادہ ہے۔ ہندوٗن سے اس کو کچھہ تعلق نہین ہے۔ بلکہ ہندوٗن مین طلائی چوڑیون سے شگون بد لیا جاتا ہے بلور یا کانچ پر اوسکو ترجیح نہین دی جاتی۔ ایک ذی علم بی بی کا خیال ہے کہ بلوری چوڑیون کے عوض طلائی گوٹ کا ایجاد درحقیقت پر معنے ہے۔ یہہ بات ظاہر ہے کہ چوڑیان سُہاگ کی علامت سمجھی گئی ہین بیوہ چوڑیون کا استعمال نہین کر سکتی۔ پس بلوری یا لاکھی چوڑیون کے

استعمال میں ہمیشہ یہہ بدشگونی ہوا کرتی ہے کہ جب کبھی وہ کسی اتفاق سے ضائع ہو جاتی ہیں تو نئی چوڑیاں پہنا ناگزیر ہوتا ہے۔ جس چیز کو ہم نے سہاگ کی علامت قرار دی اوسکو بار بار بدلنا سخت ناگوار گزرتا ہے۔ لہذا طلائی چوڑیاں اختیار کی گئیں تاکہ بقائے سہاگ تک اپنے آب و تاب کے ساتہہ قایم رہیں اونکی شکل بعینہ ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ لاکہی اور بلوری چوڑی کی شکل ہے۔ چمکیاں کٹوریاں جسطرح چوڑیون مین چمکتی رہتی ہیں اوسیطرح طلائی چوڑیون مین بہی۔ اون تمام مصنوعات کی چمک دمک بالاستقلال قایم رہتی ہی۔ قوم نوایط کی بی بیان اس زیور کو بہت عزیز رکہتی ہین اور رات دن پہنتی ہین۔ مولف نے دیکہا ہے کہ ایک شریف بی بی نے اپنے ہات کی ایک گوٹ کو جسکا جوڑ کسی قدر ضائع ہوگیا تہا ترمیم کی غرض سے اوتار کر سنار کو دینا پسند نہ کیا بلکہ اوس کے عوض ایک دوسری گوٹ بنوائی گئی جب وہ تیار ہو چکی اور پہن لی گئی تب ترمیم طلب گوٹ کو ہات سے اُتارا۔

پنجہ کے زیور

(۸۴) آرسی۔ زبان ہندی مین منہہ دیکہنے کے شیشہ اور آئینہ کو

آرسی کہتے ہین۔ آرسی ایک قسم کی انگوٹھی کا نام ہے جس پر بجائے نگینہ کے
ایک چھوٹا سا گول آئینہ جڑا ہوتا ہے تاکہ ہر وقت بنا و سنگار کی درستی
اوس سے ہو سکے اس کا نام زبان فارسی مین انگشتر آئینہ دار ہے
میرزا داراب جو یا فرماتے ہین ؎

می نماید عارضش از حلقۂ زلفِ سیاہ
یا نشانید ست بر انگشتری آئینہ را

صائب

این قوم خود آرا کہ کنون بر سر دست اند
وقت است نگینِ خود از آئینہ بسازند

اس زیور کو قوم نوایط کی بی بیان انگوٹھے مین پہنا کرتی ہین
یہہ مسلمانون کا زیور ہے۔ جسکو ہندؤن نے بھی اختیار کیا ہے
(۴۹) انگوٹھی۔ اوس مرصع یا طلائی یا نقروی زیور کا نام
ہے جو ہات کے اونگلیون مین پہنا جاتا ہے۔ جسکو فارسی زبان مین
انگشتری کہتے ہین۔ انگوٹھی کی شکل مثل ایک حلقہ کے ہوتی ہے
جس پر ایک یا کئی نگینے جڑے جاتے ہین قوم نایط کی بی بیون مین

انگوٹھی صرف چھنگلیا مین پہنی جاتی ہے۔ بعض افراد اوس کے بازو کی اونگلی مین بھی پہنتے ہین۔ لیکن بیچ کی اونگلی بالکل خالی رکھی جاتی ہے اور یہہ کہا جاتا ہے کہ اوسکے لئے یہہ تفوق اور زیور کافی ہے کہ وہ اورون سے بڑی ہے۔ کلمہ کی اونگلی مین بھی انگوٹھی پہنتی ہین۔

(۵۰) چھلا۔ ہندی زبان کا لفظ ہے بن نگینہ کی انگوٹھی کو چھلا کہتے ہین۔ چھلون کا استعمال انگوٹھے اور بیچ کی اونگلی کے سوا باقی تینون اونگلیون مین ہوتا ہے۔ قوم نوایط کی بی بیان ہر ایک انگوٹھی کے دونون بازو دو چھلے پہنا کرتی ہین۔ بعض چھلے انگلیون کے جوڑون مین بھی پہنے جاتے ہین جنکا نام پہیری رکھا گیا ہے۔ پہیری اردو کے محاورہ مین اس زیور کے لئے نہین بولا جاتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہہ قوم کی بگڑی ہوئی زبان کا محاورہ ہے۔

کمر کا زیور

(۵۱) زر کمر۔ زر کمر فارسی زبان کا لفظ ہے جس سے کمر بند مراد ہے۔ جو کمر بند طلائی یا نقروی تار سے تیار ہوتا ہے جسکو عورتین اپنے لباس کے اوپر کمر مین باندھتی ہین اوسکا نام زر کمر ہے۔ ہندو عورتین

اسکو اپنی ساڑہی پر استعمال کرتی ہین جسکا نام کردہنی ہے۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے بمعنی پٹکا۔ ہندوئنین کردہنی طلائی تارون سے ہنین بنائی جاتی بلکہ طلائی تعویذون کا سلسلہ مُثبت نقش ونگار کے ساتہہ قایم کرکے ساڑہی پر باندہا جاتا ہے۔ ہر ایک تعویذ پر ایک نگینہ بہی جڑا جاتا ہے۔ عجم مین زرکمر کا استعمال مرد اور عورت دونون کے لباس پر ہوا کرتا ہے۔ جس سے لباس ہوا سے ہٹنے نہین پاتا کسی اہل زبان نے کہا ہے۔ ؎

بر بود دلم عشوہ گرے آفت جانی
زرین کمرے سیمبرے موئے میانی

پاؤن کے زیور

(۵۲) بیڑی۔ ہندی زبان مین بیڑی زنجیر پا کو کہتے ہین جس کا فارسی ترجمہ جولان ہے۔ لیکن پاؤن کے زیورات مین طلائی یا نقروی بیڑی اوس زنجیر کا نام ہے جو بوضع خاص بنا کر ہر ایک پا ؤنمین جدا جدا پہنی جاتی ہے۔ کم سن بچون کے پاؤنمین عموماً بعض بی بیون نے اپنے زیور مین خصوصاً اسکا استعمال پسند کیا ہے یہہ کوئی

خوبصورت زیور نہین ہے۔ اس کا استعمال صرف منت کے طریقہ پر کیا جاتا ہے۔ بدینوجہ کہ اشقیانے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کو حلقہ حفاظت اور حراست کا پابند کیا تھا اوسکی یادگار، مین بعض محبان اہل بیت نے اپنے بی بیون اور بچون کے لئے یہہ زیور تجویز کیا۔ اس زیور سے ہندؤن کو کوئی تعلق نہین ہے۔

(۳۵) **پازیب**۔ زبان فارسی کا لفظ ہے یعنی وہ زیور جس سے پاؤن کو زیب وزینت ہے۔ اسی کو فارسیون کے محاورہ مین پائے برنجن کہتے ہین۔ اور عربی مین خلخال۔ اسیر ہندی نے خوب کہا ہے۔ ؎

اسقدر رویا مین آنکھین ملکے اوسکے پاؤن پر
یار کی خلخال پاگرداب دریا ہوگئی

زبان فارسی مین خواجہ نظامی فرماتے ہین۔ ؎

ہمہ عنبرین خال وخلخال پوش ٭ سر زلف پیچیدہ بالائے گوش

پازیب نہایت خوبصورت زیور ہے جس کو متعدد سادہ کڑیون سے

بناکر اوس کے نیچے گہونگرو لٹکاتے ہین۔ اس زیور کو پہن کر چلنے سے گہونگرو کی دہیمی آواز آتی ہے۔ بعض مرصع پازیب مین نگینے بہی جڑے جاتے ہین۔

(۵۴) پایل۔ زبان ہندی مین ایک طلائی زیور کا نام ہے جسکو پاؤن مین پہنتے ہین۔ پازیب سے مشابہ ہوتا ہے۔ فرق اسقدر ہے کہ یہہ کڑیون سے نہین بنایا جاتا بلکہ اوس کی ساخت تعویذی ہوتی۔ اوس کے اطراف گہونگرو کی جہالر ویسی ہی ہوتی ہے جیسے پازیب مین۔ ہندوستان مین عموماً اس کا رواج ہے فارسیون نے بہی اس کو پسند کیا ہے۔ اور اس کا نام پا اورنجن رکہا ہے۔

(۵۵) توڑا۔ زبان ہندی مین اوس طلائی یا نقروی زنجیر کا نام ہے جو پاؤن مین پہنی جاتی ہے۔ اگرچہ بعض اہل زبان نے اسکو زنجیر لکہا ہے مگر مولف کی رائے مین وہ زنجیر نہین ہے بلکہ طلائی یا نقروی تار کو پیچ دیا ہوا ایک خاص شکل کا زیور ہے۔ توڑا دو قسم پر بنایا جاتا ہے۔ ایک زُلفی جس مین طلائی یا نقروی تارون کو بشکل زلف پیچ دیکے بناتے ہین۔ دوسرے لہسنی۔ یہہ طلائی یا نقرئی

لہسن کی ایک سلک ہوتی ہے۔ قوم نوایط مین زلفی توڑون کا زیادہ
رواج ہے۔ حیدرآبادیون کو لہسنی توڑے پسند ہین۔ مرہٹی قوم کی عورتین
لہسنی توڑونکو زیادہ پہنتی ہین۔ اون کا خیال ہے کہ یہہ اون کا
قومی زیور ہے۔ ہندوستان کی بی بیان زلفی توڑے کو نزاکت
کے ساتہہ مطول بنا کر اپنے گلے مین پہنا کرتے ہین جسکو گلے کا توڑا کہتے
ہین۔ بعض لوگ اسی توڑے کو اپنی گہڑی کے ساتہہ لگاتے ہین۔ جو گہڑی
کا توڑا کہلاتا ہے کسی اہل زبان نے کہا ہے۔ ؎

گلے کا مین تمہارے آج اس مین سر اگر جاوے
نکالے بن نہ چہوڑون آپکی سر کی قسم توڑا

(۵۶) رم جہول۔ اس کا صحیح تلفظ رن جوڑوے ہے۔ یہہ مرہٹی
زبان کا لفظ ہے۔ رن کے معنی ہندی بول چال مین آبلہ کے ہین
جیسے ماتا کا رن۔ بدینوجہ کہ اس زیور مین طلائی موتی کو باہم جوڑ کر
یا ٹہسے کے ذریعہ سے اوسپر موتیون کی شکل بنائی جاتی ہے۔ اسکا
نام مرہٹون نے رن جوڑوے رکہا۔ یہہ زیور پاؤن مین پہنا جاتا ہے
اور اوسکے نیچے گہونگروکی قطار لگائی جاتی ہے۔ قوم نایط نے

اس کا استعمال غالبًا کوکن کے مرہٹون سے سیکہا ہے۔

(۵۷) گجرے۔ ایک طلائی یا نقرئی زیور کا نام ہے جو مثل توڑون کے پاؤن مین پہنا جاتا ہے۔ گجرا زبان ہندی کا لفظ ہے اوس ہار کو گجرا کہتے ہین جو پاس پاس گتہا ہوا ہو۔ بدینوجہ کہ اسکی ساخت طلائی یا نقروی تار سے پاس پاس گتہی ہوئی ہوتی ہے جیسے گوپ۔ مجازًا اسکو گجرا کہا گیا اہل ہند اس زیور کا استعمال گلے سے مخصوص کرتے ہین۔ جس کو وہ نزاکت کے ساتہہ ایک زنجیر کی شکل مین بناتے ہون لیکن قوم نوایط کی بی بیون نے اوس کو پاؤن کا زیور قرار دیا ہے۔ ہندون مین اسکا استعمال نہین ہے۔

(۵۸) لُول۔ بروزن پہول۔ لولو کا مخفف ہے۔ مگر زبان اردو مین نہین بولا جاتا۔ یہہ ایک خاص زیور ہے جو طلائی باریک منکون سے بنایا جاتا ہے اور قوم نوایط کی بی بیان اوسکو اپنے پاؤن مین پہنتی ہین۔ یہہ زیور بہت ہلکا اور کم وزن ہوتا ہے۔ سونے کا ورق مثل کاغذ کے گہڑ کر اوس سے لول بناتے ہین جس کے اندر لاکہہ بہر دی جاتی ہے۔ کم مقدرت بی بیان اپنے پاؤن مین نقروی زیور

کے مقابلہ مین صرف اس زیور کا استعمال پسند کرتی ہین۔

(۵۹) منکے۔ منکہ کی جمع۔ اوس زیور کا نام ہے جو پاؤنین پہنا جاتا ہے جسکو ہندی مین کٹہر کہتے ہین۔ کٹہر ایک قسم کے کسیلے پہل کا نام ہے طلائی منکے بڑے بڑے بشکل کٹہر بناتے ہین اور اون کو ایک ڈوری مین پروکر اوس کا حلقہ پاؤنین پہنا جاتا ہے۔ قوم کی بی بیون کا مقولہ ہے کہ نقروی پازیب سے طلائی منکے بہلے۔ اس کا یہہ مطلب ہے کہ ایک نقروی پازیب کی جوڑی جس قیمت مین تیار ہوتی ہے طلائی منکون کی لڑی اوسی قیمت مین بن سکتی ہے پہر کیا وجہ کہ پیر مین سونا نہ پہن کر چاندی پہنین۔ منکے بالکل کاغذی ہوتے ہین اندر سے لاکہہ بہری ہوئی ہوتی ہے جو کاریگری کم خرچ بالانشینی کے لئے لول مین کیجاتی ہے۔ وہی کاریگری منکون کے تیاری مین ہوتی ہے۔ اس زیور کو ہندؤن سے کچہہ تعلق نہین ہے

پاؤن کے انگلیونکا زیور

(۶۰) گہول۔ اسکو غلط العام کہنا چاہئے پاؤن کے انگلیون مین جو چہلے پہنے جاتے ہین اوسکو عام و خاص گہول کہتے ہین۔ یہہ لفظ اردو

بول چال مین مستعمل نہین ہے مدراس اور حیدرآباد مین بولا جاتا ہی
بعض ممیز اور ذی علم عورتین اس کو گول کہتی ہین۔ یہہ نام بلحاظ
اس زیور کی گولائی کے کسی قدر بامعنی ہے۔ گہول کا لفظ توکسیطرح
معنے دار نہین ہے

چوتہا باب قوم نایط کے القاب اور مشاہیر قوم کے متعلق

پہلی فصل القاب قوم کے متعلق

قوم نوایط مین ہر ایک خاندان کے لئے جدا جدا لقب مشہور ہین
لقب زبان عربی کا لفظ ہے۔ لقب سے وہ نام مراد ہے جس سے موسوم
کی مدح یا ذم پائی جاوے۔ یا وہ لفظ مدح یا ذم پر دلالت کرے
یا وہ نام جو کسی خاص صفت یا خاص عزت کے باعث پڑ گیا ہو۔
ناسخ فرماتے ہین۔ ؎

یہہ اوس کے ہے ساعدون کا عالم کہ جس نے دیکھے ہوا وہ بیدم
نیام تیغ قضا سے مبرم لقب ہے قاتل کی آستین کا

اونستاد فرخی نے زبان فارسی مین کہا ہے ؎

ما را سخن فروش نہادی لقب چہ سود
خواجہ ز ما بزر نخریدی ہمی سخن

لقب کے جو معنے اہل لغت نے لکھے ہین اور اس لفظ کا استعمال جس طرح استادون نے کیا ہے اوسکے لحاظ سے قوم نوایطہ کے بعض القاب پر البتہ لقب کی تعریف صادق آسکتی ہے لیکن اون کے بہت سے ایسے القاب مشہور ہین جنکو مولف کی رائے مین القاب سے موسوم نہ کرنا چاہئے۔ عموماً اہل تاریخ نے ایسے کل الفاظ کو القاب قوم ہی کے نام سے لکھے ہین جیسے صمصام الدولہ شہنواز خان اپنی کتاب ماثر الامرا مین فرماتے ہین کہ برائے شناسائی ہر فرقہ را باندک ملا با چیزے نسبت بآن چیز ملقب ساختہ اند و غریب لقب ہا درین گروہ شائع است۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اہل تصانیف اور خود قوم کے افراد کو اون الفاظ کی وجہ تسمیہ اور تعریفات کی اطلاع بہت کم ملی ہے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اون الفاظ کا نام القاب قوم رکھا گیا ہے بعض اہل تصنیف نے القاب کے چند الفاظ بہی لکھے ہین اور اونکے وجہ تسمیہ پر بہی طبع آزمائی کرنا چاہا ہے۔ جیسے اکرم خان شاہجہان آبادی

نے اپنے مختصر رسالہ مین القاب کی تعریف مین بہت کچہہ زور مارا ہی لیکن اون کے طرز بیان سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اون کو اون الفاظ کی حقیقت پر بہت کم آگاہی ہوئی ہی وجہ ہے کہ نہ صرف اون الفاظ کو القاب سے موسوم کرنے مین غلطی کی ہے بلکہ اصل الفاظ کی تعریفات مین بہی کامل توجہ نہین فرمائی گئی۔ کسی لفظ کو لقب سے موسوم کر دینا اور اوسکی تعریف مین کسی لغوی یا اصطلاحی معنے یا وجہ تسمیہ کی حقیقت کے ساتہہ مطابق کرکے نہ دکہلانا اور اپنی محض رائے سے کسی لفظ کو شرافت کی علامت قرار دینا یا کسی لفظ کے متعلق یہ کہدینا کہ اسکو اپنے نام کے ساتہہ استعمال کرنے والون کا درجہ شرافت مین گہٹا ہوا ہے ایک مصنف کی شان سے بعید ہے۔ مولف کو جسقدر مدد اس کتاب کی تالیف مین اور مصنفین سے ملی ہے جنکی فہرست دیباچہ مین لکہہ چکا ہون اون سب مین اکرم خان شاہجہان آبادی ہی کا ایک رسالہ ہے جس نے القاب قوم کی تحقیق کی نسبت مجہکو زیادہ توجہ دلائی۔ مین نے اسکو مناسب نہ جانا کہ ایک مصنف کی رائے مجرد سے عام لوگون اور ایسی بہاری ذمہ داری کے کام مین جیسا کہ یہہ کام ہے

اپنی تحقیق سے بحث نکرون۔اگرچہ مین اوپر لکھہ چکا ہون کہ اکثر الفاظ کو بلحاظ اون کے معنون کے القاب قوم سے موسوم کرنا میری رائے مین درست نہین ہے لیکن بدینوجہ کہ یہہ لفظی غلطی کئی صدیونسے چلی آئی ہے اور اسوقت الفاظ کی تفریق کے ساتہہ اون کے لئے کسی نئے نام کا تجویز کرنا اور ایک مشہور و معروف نام سے قطع نظر کرنا اس موقع پر ٹہیک نہین ہے مین نے اپنے آئندہ بیان مین ناگزیران الفاظ کو القاب قوم ہی سے تعبیر کیا ہے۔مولف خیال کرتا ہے کہ قوم نایطہ نے ہر ایک خاندان کے لئے القاب کی ضرورت کو پابندی کفو کے اغراض سے تسلیم کیا تہا اور مندرجہ ذیل چہہ اصول پر القاب وضع ہوئے ہہتے

(۱) عام معنون مین جنکو ہر فرد قوم اپنے نام کے ساتہہ استعمال کرسکتا ہے جیسے قریشی یا مہاجر کا لقب۔

(۲) پیشہ کے لحاظ سے جنکو وہی خاندان اپنے نامونکے ساتہہ لکہہ سکتے ہین جنکے مورثین اعلے کو اوس پیشہ کے ساتہہ تعلق تہا یا اہنون نے بہی اوسی پیشہ کو اپنی وجہ معیشت کر رکہا ہے۔جیسے پالکر یا پی لے کا لقب

(۳) مقام سکونت کے لحاظ سے۔جس سے فوراً یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے

کہ اس خاندان کے مورثین اعلےٰ نے مدینہ طیبہ سے ہجرت کرنیکے بعد
فلان مقام پر سکونت اختیار کی تہی۔ جیسے۔ مکی۔ جہرمی۔ لوکہری کا لقب
(۴) اعزازات حاصلہ کے علامت کے طور پر۔ یعنے جن خاندانون کے
مورث اعلےٰ نے کوئی خاص اعزاز پایا ہے اوس کا اشارہ
جیسے چیدہ یا برادر کا لقب
(۵) بطریق علامت خاص یعنے جن خاندانون کے مورث اعلےٰ کسی
خاص نام یا خاص صفت سے مشہور رہے ہون اونکی آل اولاد نے
اوسی صفت یا نام کو اپنے نام کے ساتہہ محض اس غرض سے قایم رکہا
کہ موجودہ نسل اور آیندہ نسلون مین اوس نام یا صفت کی وجہ سے
مورث اعلےٰ کا پتہ ملجاوے۔ جیسے دلوائی اور سعید کا لقب۔
(۶) جن خاندانون نے کفو کی پابندی نہین کی اون کی شناخت
کے لئے جیسے۔ ڈوگلے اور ماکے اور پاپا کا لقب۔
اس مین کچھہ شک نہین ہے کہ بعض القاب کے الفاظ رکیک ہین
اور اپنے معنا ومقصود پر حاوی نہین نظر آتے جن کی صراحت آیندہ
کی جاویگی۔ لیکن اس مین واضعان القاب کا کچھہ قصور نہین ہے اسلئے

کہ جن قوموں کے ساتھہ اون کو بسر کرنا پڑا ہوا اور جن زبانون مین وہ اپنے کاروبار کے لئے مجبور رہے ہون اور جن مقامات پر اونکی سکونت رہی ہو اونہین کے لحاظ اور مناسبت اور ضرورت پر اُنہون نے لقب تجویز کرلیا ہوگا۔ صاحب ماثرالامرا کا خیال بالکل درست ہے کہ اونکا مقصد القاب سے صرف اسی قدر رہا ہے کہ کسی ایک علامت کے ذریعہ سے اپنی قوم کی شناسائی اور ہر فرقہ کا پتہ معلوم ہوجائے۔ اکثر لقب ایسے ہین جن کے ساتھہ ایک واقعہ کا تعلق ہے یعنے قصہ طلب واقعات پر اونکی بنیاد قایم ہوئی ہے بعض لقب ایسے بھی ہین جو بغیر کسی پیچ پاچ کے بالکل صاف معنون مین وضع کئے گئے ہین۔ اسی ایک قوم پر کیا منحصر ہے مسلمانون کے بہت سے ایسے اقوام پائے جاتے ہین جنکا ہر ایک خاندان ایک مخصوص لقب سے مشہور ہے۔ ہندؤن مین الک کی حقیقت ایسی ہی ہے جیسے کہ اہل نوایط کے القاب۔ عربون کے بہت سے قبیلے خاص نامون سے پکارے جاتے ہین اور اونکی وجہ تسمیہ کسی نہ کسی تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتی ہے الغرض خاندان ہائے قوم نوایط کے القاب تعجب خیز نہین ہین اسلئے کہ

ہندوستان کے مختلف مقامات مختلف زبانین اور مختلف اقوام کے لحاظ سے القاب کے بعض الفاظ کا رکیک یا محاورہ اردو کے برخلاف ہونا اوسی اختلاف کا لازمی نتیجہ ہے۔ القاب کا انحصار قریب قریب ناممکن کے ہے اسوجہ سے کہ اول الذکر تین اصول من وجہ اصول عامہ مین داخل ہین۔ مولف نے صرف چند القاب معروفہ کی تعریف اور اونکی وجہ تسمیہ کو ذیل مین بیان کی ہے جسکو اصول متذکرہ بالا کی تمثیل خیال کرنا چاہئے۔

ردیف الیف

آگ لاوے۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا ہے جنہون نے آہنی کارخانے قایم کر رکھے تھے۔ بدینوجہ کہ شبانہ روز انکے کارخانون مین آگ روشن رہتی تھی اونکو عام لوگ آگ لاوے کہنے لگے۔ افراد قوم کے ایک کہن سال بزرگ نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے بزرگون سے اس لقب کا تلفظ آگ لاوے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ آگ الاؤ سے یہہ لقب تجویز کیا گیا۔ الاؤ فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی تودۂ آتش۔ اس قوم کے بعض افراد نے نواح کوکن مین کاشتکاری کیلئے

دیہات حاصل کئے تہے جب اپنی مقبوضہ اراضی مین مکان بنا کر رہنے لگے تو بہیریون نے انکو بہت ستایا ان کے بچے بہیریون کے نذر ہونے لگے اوسوقت مکان دارون نے حفاظت کے لئے ہر ایک مکان کے پاس ایک الاؤ تیار کیا جس مین ہمیشہ آگ جلا کرتی تہی اور اوسی سے آہنی آلات کشاورزی کی تیاری اور ترمیم کا کام ہوا کرتا تہا۔ ہندؤنکی حکومت تک انکا نام اگنی ہوتری رہا۔ اگنی ہوتر ہندؤن مین ایک خاص قسم کی پوجا کا نام ہے۔ جو میان بی بی دونون آتش سلگا کر کرتے ہین۔ اگنی ہوتر۔ اگنی دوہوتر کا مخفف ہے۔ زبان سنسکرت مین اگنی سے آگ اور دوہوتر سے زن وشوہر مراد ہین۔ اس پوجا کے لئے یہہ شرط ہے کہ پوجا کی آگ ہمیشہ روشن رکہی جاوے۔ میان بی بی سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اوس کی لاش اسی آگ سے جلائی جاتی ہے۔ الغرض الاؤکی آگ کی وجہہ جو ہر ایک مکانکے پاس دہکتی رہتی تہی سارا قریہ اگنی ہوتریون سے معروف ہوا ہندؤنکا خیال اون کے نسبت یہی تہا کہ یہہ چہپے ہوے اگنی ہوتری ہین

جب مسلمانون کی قوت بڑہنے لگی تو اگنی ہوتری کی شہرت گہٹنے لگی ہر
آگ نسے الاؤ کے نام سے شہرت ہوئی آخر پر آگ الاوے مشہور ہوے اور
کثرت استعمال سے آگ لاوے کہے گئے اہل تصانیف نے اس لقب کا
کوئی تذکرہ نہین کیا ہے اس لقب کے افراد ابتک موجود ہین اور مولف سے
اونکی ملاقات ہے بعض افراد قوم نے اسی لقب کو آتش خانیکے الفاظ سے بدلدیا۔

ردیف ب

با جتری۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ بعض رسایل مین یون بیان
ہوئی ہے کہ ان افراد قوم کا نسبی سلسلہ شاہان بیجاپور کے ناقوس
نوازون تک پہونچتا ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ شاہان سلف کے پاس
یہہ دستور تہا کہ اپنے خاصہ کے ہاتی کا مہاوت اور اپنے ناقوس
نواز یعنے بیوگلچی کو قوم سادات اور شرفا سے مقرر کرتے تہے بدیں وجہ
کہ مہاوت کی پشت ہمیشہ عماری نشین کے طرف ہوتی ہے اور
وہ بادشاہ کی جان کا محافظ سمجہا جاتا ہے اور حکم رسان ناقوس نواز
عادتاً بادشاہ کے بازو حاضر رہا کرتا تہا جس کے ذریعہ سے فوج
کو حکم سنایا جاتا تہا لہذا اونکوان دونون خدمات پر معمولی درجہ کے لوگون

مقرر کرنا پسند نہ تہا۔ پادشاہی سواری کا مہاوت زمانہ حال تک سادات ہی سے مقرر ہونے کا دستور ہے شاہی بیوگلر یا ناقوس نواز کی ضرورت موجودہ زمانہ مین باقی ہنین رہی۔ تاہم فوجی سردار اپنے ایک بہروسہ کے شخص کو بیوگلری کی خدمت عطا کرتے ہین بعض مورخین نے لکہا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے ساتہہ ہمیشہ اوسکا ناقوس نواز لگا رہتا تہا جب فتح نصیب ہوتی تہی تو شہنشاہ اپنے ناقوس نواز کو یہ حکم دیا کرتا تہا کہ ناقوس سے یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالے جس آواز پر سارا لشکر جان جاتا تہا کہ اکبر کی فتح ہوئی اور لڑائی اوسی کے ہاتہہ رہی۔ متعدد لڑائیون مین خاص کر ایسے وقت پر جبکہ دونو لشکر باہم مل چکتے تہے اور تلوار سے کام لیا جاتا تہا۔ اپنے اور پرائے کی خبر نہوتی تہی اور معلوم نہ ہوتا تہا کہ پادشاہ کس حالت مین ہین ناقوس ہی کے ذریعہ سے احکام شاہی اور نتایج جنگ کی اطلاع دیجاتی تہی اور مخصوص الفاظ کا استعمال جنکا قرار داد جنگ سے پہلے ہولیتا تہا موقع موقع سے بذریعہ ناقوس کیا جاتا تہا پس اسبات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ ناقوس نواز شاہی کا کیا درجہ تہا

اور وہ اصول کس حد تک صحیح تھے۔ جو شخصی انتخاب کے متعلق بلحاظ تھے۔ اس لقب کے ایک فرد قوم سے مولف نے بمبئی مین ملاقات کی ہے۔

برادر۔ اس لقب کے افراد قوم سے مولف کو ملاقات کا اتفاق نہین ہوا۔ اکرم خان شاہ جہان آبادی نے اپنی مختصر سی تصنیف مین اس کی وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ راجایان وقت بعض اپنے مصاحبین اور ملازمین کو جو قوم نایط سے تھے برادر کے نام سے بلایا کرتے تھے۔ اور اس برتاؤ کی وجہ سے دربار مین اون کی بڑی عزت ہوا کرتی تھی اون کی آل اولاد نے اپنے نامون کے ساتھ اوسی لفظ کو بطریق لقب قایم کرلیا۔ مولف کہتا ہے کہ اس مین لفظی تغیر ضرور ہوا ہے۔ مولف کو حیدرآباد مین بعض ایسے امرا سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو قوم نوایط ہی سے ہین اور اونکا خاندانی لقب ماموں تھا جب مین نے اوسکی حقیقت دریافت کی تو اونھون نے اسناد سلطنت پیشوا مین اپنے مورثین اعلے کا نام مامون کے لقب کے ساتھ دکھلا دیا اور کہا کہ بزرگان خاندان فرمایا کرتے تھے

کہ سرکار پیشوا سے یہہ اونکا خطاب تہا۔ اس خطاب کی منزلت یہہ تہی
کہ وہ راجہ کے دربار مین بلحاظ مراتب و اعتبار راجہ کے ماموں کے
مساوی سمجہے جاتے تہے اور ماموں ہی کے نام سے راجہ اون کو
بلایا کرتا تہا اوس زمانہ مین بعض کا خطاب بہاؤ تہا جسکی معنی برادر
کے ہین کوئی امیر موگلے سے مخاطب تہا جسکا ترجمہ بیٹا ہے یہہ سب
مرہٹی زبان کے الفاظ ہین۔ یہہ خطاب ویسے ہی تہے جیسے کہ زمانہ
حال مین بعض والیان ریاست کو برٹش انڈیا نے فرزند ارجمند کا
خطاب عنایت فرمایا ہے۔ الحاصل مولف کا خیال یہہ ہے کہ ان
افراد قوم کے مورث اعلے غالبا بہاؤ کے خطاب سے سرفراز ہوے ہون
جسکو اون کی اولاد نے فارسی زبان کے لفظ سے بدل دیا۔
ترکون کی حکومت مین برادر یا فرزند کا خطاب کسی ملازم کو دیا جانا
تاریخ سے نہین پایا جاتا۔ مولف نے اپنے والد ماجد سے بارہا سنا ہے
کہ افراد قوم سے ایک صاحب علاءالدین نام تہے جن کا عُرف
اپنی تمام برادری مین بہاؤ صاحب تہا۔ علی ہذا خود مولف نے
ایک بزرگ قوم کو دیکہا ہے جن کو تمام اہل برادری چچا صاحب

بلا یا کرتے تہے۔ میری کم عمری کا زمانہ تہا بار بار خیال اوسطرف رجوع ہوتا تہا کہ یہہ چہوٹے اور بڑے سب کے چچا کیون کر ہوسکتے ہین خود اون بزرگوار سے مولف نے اسکے متعلق کوئی گفتگو نہین کی۔

بدری ۔ یہہ مشہور لقب ہے۔ اکرم خان شاہ جہان آبادی نے بہی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اس کا صحیح اِملا بیدری ہے۔ یعنی محمد آباد بیدر کے رہنے والے جن افراد قوم کے مورث شاہان سلف کے زمانہ مین بیدر مین نام آور اور بیدری کہلاتے تہے اونکے نسلون نے اپنے نامون کے ساتہہ اوسی لفظ کا استعمال کیا حقیقت سے ناواقف افراد نے صحت لفظ کا خیال نہ رکہا۔ بدری کہنے لگے مولف نے اس قوم کے اکثر افراد سے ملاقات کی اور لقب کی وجہ تسمیہ کو دریافت کیا لیکن اونہون نے اپنی لاعلمی ظاہر کی جب اونکے بزرگون کے حالات دریافت ہوے تو معلوم ہوا کہ وہ عالمگیر کے زمانہ مین محمد آباد بیدر مین مراتب عالیہ سے سرفراز رہے ہین۔ جیسے امام المدرسین مولانا مولوی محمد حسین الشہید البیدری قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

بہانڈے بہونڈے۔ اس لقب کا صحیح املا پانڈاپونڈا ہے صاحب تذکرۂ اعظم نے لکہا ہے کہ پانڈا پونڈا ایک خاص مقام کا نام ہے جن افراد قوم نے اوس مقام پر نام آوری کے ساتہہ اپنا زمانہ بسر کیا اونکی آل اولاد نے اپنے نامون کے ساتہہ اوہین الفاظ کو بطور لقب قایم کرلیا۔ اس لقب کے اکثر افراد حیدرآباد اور مدراس مین موجود ہین۔

ردیف پ

پالکر۔ اکرم خان شاہ جہان آبادی نے لکہا ہے کہ پالکر لقب کرنے والے افراد زراعت پیشہ تہے۔ آبپاشی کا کام اون کے تفویض تہا۔ مولف کو اس وجہہ تسمیہ سے اتفاق ہے۔ نشان حیدری (تاریخ ٹیپو سلطان) مین متعدد مقامات پر پالکرون کا تذکرہ ہے کرناٹک مین زمیندار ونکا نام پالکر تہا متعدد اہل تصانیف نے لکہا ہے کہ اس قوم کے اکثر افراد زمیندار اور زراعت پیشہ تہے پالکر لقب کرنے والی قوم سے مولف کو ملاقات کا اتفاق نہین ہوا لیکن بعض افراد قوم نے کہا کہ رائے ویلور۔ بنگلور اور ریاست میسور مین یہہ لوگ

موجود ہین اور بعض اون مین سے کافی کی کاشت کرتے ہین اور بڑے مالدار ہین۔

پتّو۔ اس لفظ کا صحیح املا پتّر ہے۔ بکسر اول وتشدید تا وفتح وسکون آخر۔ یہہ زبان سنسکرت کا لفظ ہے بمعنی بزرگ مغفور رو دیوتا و مربی یہہ اون بزرگون کا لقب ہے جو کوکن مین زہد و تقوے سے مشہور تہے۔ سلوک و طریقت مین کامل سمجہے جاتے تہے۔ اُنہون نے اپنی زندگی تک قریشی لقب کیا بعض کا لقب گنّی اور جدّی تہا اُنکی رحلت کے بعد اہلِ کوکن اون کے نامون کو پتّر کے ساتہہ منسوب کرنے لگے اون کی نسلون نے اپنے نامون کے ساتہہ بہی اسی لفظ کو بطور لقب استعمال کیا۔ محمد سعید اور محمد محی الدین پتّر کی اولاد حیدرآباد مین موجود ہے وہ اپنے مورثین اعلے کو مشایخین سے کہتے ہین کثرت استعمال اور ناواقفیت حقیقت کی وجہ سے بعض افراد اپنا لقب پتّو بیان کرتے ہین اور بعض پتّور۔ اکرم خان شاہجہان آبادی نے اس لفظ کی املا مین ہائے ہوز کو شریک کیا ہے اور پتہو لکہا ہے مگر لفظی تحقیق اور اوسکے معنے پر مطلق غور نہین فرمایا۔

پہانٹو۔ اس لفظ کی تحقیق اور اوسکے معنی مین مولف کو کامیابی ہین ہوئی۔ بعض مصنفین نے لکہا ہے کہ نایطیان چودہری لقب کو پہاٹو بہی کہتے ہین۔ مارواڑ مین تاجران پہاٹکہ۔ پہانٹو سے مشہور ہین پہاٹکے کی تجارت وہ ہے جو صرف بولی پر ہوتی ہے۔ یعنے اجناس کی عرض بازار ہونے سے پہلے باہمی معاہدات کے ذریعہ سے اونکا نرخ فرضی مقرر کرلیا جاتا ہے اور یہی طریقہ بعض وقت سکہ کے بٹاون مین بہی مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً ربیع کی فصل تیار ہے ہنوز اوسکی کٹائی کی نوبت نہین آئی ہے زید نے عمرو سے یہہ معاہدہ کرلیا کہ یکم ماہ آیندہ کو وہ ۵ء فی کہنڈی کے حساب سے بانجہرا ر کہنڈی جوار عمرو کے ہاتہہ فروخت کریگا اور عمرو نے اسکو قبول کرلیا تو یہہ معاملہ پہاٹکہ کہلایا۔ علی ہذا بکر نے خالد سے کہا کہ ماہ آیندہ کی ۲۰ تاریخ کو دس ہزار کلدار سکہ فیصد ۱۰ حالی کے بٹاون سے خالد کے ہاتہہ فروخت کریگا اور خالد نے اوسکو قبول کرلیا تو کہا جاویگا کہ ان دونون مین باہم پہاٹکہ ہوچکا ہے۔ کچہہ عجب نہین ہے کہ افراد تجارت پیشہ جنکی سکونت مارواڑ مین رہی ہو اس تجارت کی وجہ سے پہانٹو کے لقب سے

مشہور ہوے ہون یا اس نام سے پکارے گئے ہون۔ اسی قوم کے
ایک بزرگ امام صاحب جوہری کے نام سے مشہور تھے جن کے
بعض کاغذات مین اون کے بزرگون کے ساتھہ پھانٹو کا لقب لکھا ہوا
تھا لیکن وہ اوس کے ظاہر کرنے مین شرماتے تھے۔ مولف نے اونسے
گفتگو کی اونہون نے کہا کہ مجھکو اپنے بزرگون سے معلوم ہوا کہ پشتین سے
وہ جواہر کی تجارت کرتے تھے مدراس پریسیڈنسی اور گوہ مین طرح
کی تجارت مین اونکو بڑی کامیابی ہوئی ہتی۔ بلور کی تجارت بہی
اونہون نے کی ہے نہ معلوم اون کے نام پر جوہری کے عوض پھانٹو
لقب کیونکر لکھا گیا جو ایک رکیک اور بے معنے لفظ ہے۔ مدراس
اور ملیبار مین طرب الماس خام کو کہتے ہین۔ مولف نے اون کو
صلاح دی کہ وہ بزرگون کے لقب کو اپنے نام کے ساتھہ لکھا کرین
اگرچہ ہندی زبان مین پھٹک کے معنے بلور اور کچے ہیرے کے ہین
مگر کچھہ سمجھہ مین نہین آیا کہ پھٹک یا پھاٹکے سے پھانٹو کا لقب کیونکر
قرار پایا۔ دنیا مین ہزارہا مثالین ایسی ہین جو واضع کے وضع کئے
ہوے نامون مین کثرت استعمال و عدم واقفیت وجہہ تسمیہ کی وجہ

سے بہت بڑا اختلاف ہوگیا ہے۔ پس کوئی تعجب نہین کہ پہاٹکو یا پہٹکپہا کو پہانٹو کہنے لگے ہون۔

پہٹپہا سنے۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا تہا جنکے پاس نخود کی تجارت جاری تہی کرناٹک کے لوگ دلے ہوے چنون کو پہٹپہا سنے کہتے ہین۔ صاحب توزک والاجاہی نے بہی اسکو لکہا ہے۔ اکرم خان شاہجہان ابادی نے بہی اس سے اتفاق کیا ہے۔

پی لے۔ بیای اول معروف و یائے ثانی مجہول۔ اون افراد قوم کا لقب تہا جو توت کے باغات مین ریشم کی تجارت کیا کرتے تہے۔ زبان فارسی مین پیلا۔ کو یہ ابریشم اور ریشم کے کیڑے کو کہتے ہین اسی تجارت کی وجہ سے غالبًا اونکا لقب پی لے ہوا ہو۔ انہین کو بعض نے جہرمی سے موسوم کیا ہے۔ جہرم ایک شہر کا نام ہے جو سلطنت ایران مین واقع ہے۔ اسی لقب کے بعض افراد زمانہ گزشتہ میں چومکرو سے مشہور رہتے۔ چومکرو کا لقب بعض شاخ شجرون مین پایا جاتا ہے۔ یہہ زبان سنسکرت کا بگڑا ہوا لفظ ہے۔ سنسکرت مین اکچموکرہ۔ ریشم باف کو کہتے ہین۔ ممکن ہے کہ جب تک یہہ لوگ جہرم مین

سکونت پذیر رہے ہون۔ فارسی بول چال مین بلحاظ اپنے پیشہ کے پی لے سے مشہور ہون جب ہندوستان مین آئے تو ہندیون نے اون کا نام اکہو کرہ رکہا ہو جس کا مخفف چو مکر و رہ گیا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال
حیدرآباد مین پی لے لقب افراد موجود ہین اور مولف کو اون سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن وہ خود اپنے لقب کی وجہ تسمیہ سے ناواقف ہین۔

ردیف ت

تانتلی۔ بیائے معروف اون افراد قوم کا لقب ہے جو بندر کوکن کے قصبہ تانتلا مین سکونت پذیر تہے بعض مصنفین نے لکہا ہے کہ یہہ اعلےٰ درجہ کی تیر و کمان بنانے مین مشہور رہتے۔ تانت زبان ہندی کا لفظ ہے جسکے معنے رودہ کے ہین۔ رودہ سے نخ کمان مراد ہے پچہلے زمانہ کے سامان حرب مین بندوق کے عوض تیر و کمان کی زیادہ قدر رہتی۔ لڑائیون مین اسی سے زیادہ کام لیا جاتا تہا۔ ممکن ہے کہ اسی پیشہ کی وجہ سے انکا لقب تانتلی ہوا ہو لیکن موضع تانتلا کا وجود وجہ تسمیۂ لقب کو زیادہ تر اپنے جانب متوجہ کرتا ہے۔
اس لقب کے افراد حیدرآباد مین موجود ہین خود مولف تاریخ کا

قومی لقب تانتلی ہے مصنف انساب النایط نے اس لقب کو قصبۂ تانتلہ سے منسوب فرمایا ہے۔

ردیف ٹ

ٹینڈاسی۔ بیای آخرہ معروف ٹینڈاسی یا ٹینڈا ایک خاص قسم کی ترکاری کا نام ہے۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہی ممکن ہے کہ نایطیان پالکر لقب سے کسی نے اسکی کاشت کو رونق دی ہوا وراسی لقب سے پکارے گئے ہون مولف کو اس لقب کی حقیقت اس سے زیادہ معلوم نہوسکی اور نہ اس لقب کے کسی فرد سے ملنے کا اتفاق ہوا۔

ردیف ج

جَدّی۔ بیاے معروف۔ اون افراد قوم کا لقب ہی جو جَدّہ کے رہنے والے تھے۔ اس لقب کے افراد حیدرآباد اور مدراس مین پایے گیے ہین مولف تاریخ کو اون سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔

جَہُرمی۔ جَہرُم کی رہنے والی قوم۔ جَہرمی سے موسوم ہوئی۔ ممالک فارس مین جَہرُم ایک خاص مقام کا نام ہے۔

ردیف چ

چلنے - بکسر اول و یائے مجہول۔ اوس مالدار گروہ کا لقب تہا جسکا سرمایہ ترقی کر چکا تہا۔ اس لقب کے اکثر افراد نے اپنے آپکو رئیس سے ملقب کیا ہے چکنے کے معنے ہندی زبان مین تیلیا۔ مرغن۔ چربی دار کے ہین دکہنی لوگ مالدار کو چکنا آسامی کہتے ہین۔ اور مرہٹی مین بہی اس لفظ کا استعمال انہین معنون مین ہے بعض اہل تصنیف نے اس لقب کا ذکر کیا ہے مگر اوسکی حقیقت نہین بیان کی مولف کو اس لقب کے افراد سے ملات کا اتفاق نہین ہوا۔

چندی - بکسر اول و یائے معروف۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا تہا جو کشمیر مین رہتے تہے۔ شالبافی اور رفوگری کرتے تہے راجایان سلف نے اپنی قیمتی پوشاکون کے لئے ان کاریگرون کی بہت قدر کی جسکا داخلہ بعض تصانیف سے ملتا ہے۔ لیکن بعض بزرگان قوم کو جو زندہ تاریخ کا حکم رکہتے ہین اس وجہ تسمیہ سے اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ شالگر کے لقب سے بعض خاندان گزرے ہین اور وہ چندی لقب سے جدا تہے۔ چندی لقب سے وہ خاندان مشہور تہے جو دیسی پارچہ بناتے تہے۔ اور اون کا عروج اپنے اسی پیشہ کی وجہ سے رہا۔ انکا اصلی لقب ملگہے تہا غالباً جلاہونکے ماگہہ سے یہہ لقب مشہور ہوا ہو مرہٹی

مین جلائی جاتا ک اوس آلہ کا نام ہی جس سے پارچہ بافی کا کام لیا جاتا ہے۔
چَو دْہَری۔ یہہ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سرگروہ ہم پیشگان
کے ہین۔ گاؤن کا سردار۔ میر محلہ۔ میر بازار بہی چودہری سے موسوم
ہوتا ہے۔ بنگالی زمینداروں مین یہہ لفظ بطریق خطاب اعزازی
مستعمل ہے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ قوم نایط کے جن افراد نے بنگالہ مین
کاشتکاری اختیار کی تہی یہہ اونکا لقب ہے۔ بعض نے لکہا ہے کہ
تجارت مین جو افراد سربرآوردہ ہوے وہ چودہری کہلائے بعض
واقعات سے اس لقب کا پتہ اسطرح چلتا ہے کہ کوکن مین قوم نایط
کے افراد نے اپنے مناقشات کے تصفیہ کے لئے ایک پنچایت مقرر
کر رکہی تہی جسکے ارکان کل افراد قوم کے مقبولہ اور منحصر علیہم تہے
اہل قوم اونکو چودہری کے نام سے پکارا کرتے تہے۔ مصنف
انساب النایط نے لکہا ہے کہ جودہری مخفف ہے چوتہہ دہری کا
نواب فیروز جنگ نایطی اس نام سے مشہور تہے اسلئے کہ لطایف الحیل
کے ساتہہ چوتہہ کی رقم زمینداران سرکش سے دہروا لیتے تہے۔
چو مکرو۔ اس لقب کا صحیح املا اُکہمو کرہ ہے۔ جس کی تعریف مولف

سے نپی لے کے بیان مین لکھی ہے۔ ان کی وجہ معیشت ریشم کے کار خانون سے تہی۔ مشاہیر قوم مین اس لقب کے ایک بزرگ پائے گئے ہین

چیدہ۔ یہہ زبان فارسی کا لفظ ہے بمعنی مُنتخَب۔ بعض بزرگان قوم نے اس کی وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ زمانہ سلف مین مہاراجہ کشمیر کو اپنے دربار کے لئے چند ایسے افراد کی تلاش ہوئی جو فن نبوٹ مین لاثانی ہون۔ اس مین مختلف القاب کے لوگ منتخب ہوے جن مین بعض افراد جَہُرمی لقب نے اپنے آپ کو چیدہ سے موسوم کیا۔ اکرم خان شاہ جہان آبادی نے اسکی وجہ تسمیہ قریب ایسکے لکہی ہے۔ اسی گروہ کے بعض افراد نے اپنا لقب منتخب رکہا۔ جسکا داخلہ بعض تصانیف سے ملتا ہے۔ مولف نے افراد چیدہ لقب سے ملاقات کی ہے

ردیف خ

خَطیب۔ قبایل عرب مین جس شخص کو قانون گوئی کی خدمت تفویض ہوتی تہی وہ خطیب کہلاتا تہا۔ قومی مساجد کے خطبہ خوان بہی خطیب سے مشہور رہتے۔ بعضون نے اپنے

آنکو اعلےٰ خطاب سے موسوم کیا ہے۔ مشاہیر قوم مین نائطیان
خطیب لقب پائے گئے ہین۔

ردیف د

دَلوائی۔ اس لقب کا اصلی لفظ ڈولچی تہا۔ یہہ اون افراد قوم
کا لقب ہے جو حضرت شاہ محمد حسن المعروف۔ بہ ڈولچی شاہ قدس سرہٗ
کی اولاد مین ہین۔ یہ بڑے پایہ کے بزرگ تہے حیدرآباد مین آپکا
مزار ہے۔ ہر وقت آپ کے کندہے پر ایک چرمی ڈولچی لگی رہتی
تہی جس سے کنوے کا پانی اپنے وضو کے لئے اپنے ہی ہات سے نکالا
کرتے تہے۔ سفر و حضر مین کسی وقت آپ سے ڈولچی جدا نہین ہوتی
تہی۔ صاحب کرامات تہے۔ آپ نے کسی مقام پر اپنی اسی ڈولچی
سے شیر کو مارا تہا۔ جس کے قصہ سے بزرگان خاندان واقف ہین
آپ کی اولاد سے بعض نے اپنے آپ کو ڈولچی سے ملقب کر لیا۔ بعض
دلوائی کہنے لگے۔ دلو زبان عرب مین ڈول کو کہتے ہین۔ مولف نے
خاندانی شجرون مین دلوائی کا لقب پایا ہے۔

ردیف ڈ

ڈوگلے۔ اس کا صحیح املا دال اور غین منقوطہ کے ساتھہ دوغلے
ہے۔ یہہ لفظ دوغلہ سے بنا ہے۔ دوغلہ فارسی زبان مین اوس
شخص کو کہتے ہین جسکے مان اور باپ دو مختلف قومون سے ہون۔
جن افراد قوم نے اپنی اولاد کی شادی غیر کفو مین کی اون کی اولاد
ڈوگلے سے ملقب ہوئی۔ مولف کو ایک گجراتی نایطی سے ملاقات
کا اتفاق ہوا۔ جنہون نے بے تکلف اپنا نام ضیاء الدین ڈوگلے
بتلایا۔ اگر اس ملاقات کا اتفاق نہ ہوتا تو مولف خیال کرتا کہ
یہہ لقب افراد قوم کا اختیار کیا ہوا نہین ہے بلکہ کفو کی پابندی
نہ کرنے والون کو نفرت کی راہ سے ڈوگلے کہا جاتا ہے۔ لیکن
ضیاء الدین ڈوگلے کے بے تکلف بیان سے معلوم ہوا کہ قوم نے
اس لقب کو ضرورتاً استعمال کیا ہے تاکہ پابندان کفو دہوکہ سے
بچین۔ ضیاء الدین نے کہا کہ اون کے والد قریشی لقب تھے
اور اونکی والدہ قوم نوا ہیر سے تہین۔ اونہون نے فرمایا کہ
ہمکو کسی حالت مین اسکا اخفا منظور نہین ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے
کہ واضعین القاب نے بہت بڑی مصلحت اور دور اندیشی سے

خیال سے القاب کو وضع کیا ہے۔ اس قوم کے جو افراد ابتک کفو کے پابند
ہین وہ ڈوگلون کو نہ اپنی لڑکی دیتے ہین نہ اونکی لڑکی کے ساتہہ
عقد کرنا پسند کرتے ہین۔ جن خاندانون سے کفو کی پابندی رخصت
ہو چکی ہے وہ ڈوگلون کو اپنے مساوی خیال کرتے ہین اسلئے
کہ خود اون پر ڈوگلے کی تعریف صادق آتی ہے۔

ردیف ر

روگھے۔ اس کا صحیح لفظ رقعے ہے۔ یہہ معتبر تاجرین کا لقب
ہے جن کے پاس سے ہنڈویان جاری ہوتی تہین۔ عربی زبان مین
رقعہ کے مجازی معنی ہنڈوی کے ہین۔ جب ان افراد کا مقام
کوکن۔ صورت اور بمبئی مین قرار پایا تو کثرت استعمال سے
وہان کے باشندے رقعے کو روگھے کہنے لگے۔

رئیس۔ عربی زبان مین رئیس کے معنی ریاست رکھنے والے
کے ہین مجازاً امیر اور مالدار کے معنون مین یہہ لفظ مستعمل ہے
رئیس فی الاصل اون افراد قوم کا لقب تہا جو امیر عبدالرحمن نائطی
رئیس قوم کی آل اولاد مین تہے۔ فی زمانناً مالدار اور متمول

افراد قوم نے بہی اس لقب کو اختیار کیا ہے جو مجازی معنون کے
لحاظ سے ایک حد تک صحیح ہے۔ اس لقب کے بعض افراد حیدرآباد
مین موجود ہین اور مولف کو اون سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔

ردیف س

سَبتی۔ اس لقب کو صرف اکرم خان نے بیان کیا ہے۔ مولف
نے زمانہ حال کے اکثر خاندانون مین اسکی تحقیق کی بزرگانِ قوم
نے بالاتفاق کہا کہ سَبتی کوئی خطاب نہ تہا۔ ایک بزرگ کے ارشاد
نے البتہ مولف کی تسکین کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ۔ سُنیان
ذی تعصب نے بعض طاہر لقبون کو سَبتی سے موسوم کر رکہا تہا
اور یہہ اونکی زیادتی تہی۔ طاہر لقب کے بعض افراد شیعی تہے
اور ہین۔ لیکن کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم اون کو اپنے تعصب سے
ایک بُری نام سے موسوم کرین۔ اکرم خان کی اس تحریر سے
سخت تعجب ہوتا ہے کہ خود طاہرون نے اپنا لقب سَبتی رکہا تہا
مین اسکو کسی طرح تسلیم نہین کر سکتا۔ جس لفظ کے معنے قابل تعریف
نہین ہین اوسکو وہ خود کیون اختیار کرنے لگے تہے۔ یہہ ہمارے ہی

تعصب کا نتیجہ ہے اسکے ذمہ دار وہی بزرگ ہین جنکی تحریر ہے۔ بعض افراد قوم نے اسکا املا صاد سے لکہا ہے اور اسکو ایک خاص واقعہ سے متعلق کیا ہے جس کا تذکرہ فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر ہوا ہے۔

ردیف س

سعید۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ قاضی سعید الدین گزرے ہین جنکا پایہ علوم بہت بلند تہا۔ اکرم خان شاہ جہان آبادی نے اپنی تالیف مین آپکا تعلق ریاست حیدرآباد سے بیان کیا ہے۔ ممکن ہی کہ ایسا ہو لیکن حیدرآباد کی تاریخ سے اسکا پتہ نہین چلتا۔ قاضی سعید کی بعد کی نسلون نے اپنے نام کے ساتہ لفظ سعید کا استعمال کیا ہے۔ بعض اہل تصانیف نے لکہا ہی کہ انہین کا لقب منتخب ہی لیکن وہ اونکی محض رائے ہے۔ منتخب کے لقب کو مولف نے چیدہ کے ضمن مین بیان کیا ہے یہہ اور بات ہے کہ خاندان سعید سے کسی کا انتخاب ریاست کشمیر مین ہوا ہو اور اوسکے لحاظ سے وہ منتخب یا چیدہ سے ملقب ہوے ہون۔

ردیف ش

شاکر۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ شاکر علیخان گوپاموتہی جنکے

بعد کی نسلون نے شاکر کا لقب اختیار کیا۔ اکرم خان نے اپنے رسالہ مین
اس لقب کا تذکرہ نہین کیا۔ مولف نے بعض افراد شاکر لقب سے
ملاقات کی جنہون نے اپنے مورث اعلےٰ کا تخلص شاکر بیان کیا اور
اپنے آپ کو شاکر علیخان کے سلسلہ سے بے تعلق ظاہر کیا۔ لیکن اس سے
اس لقب کی حقیقت پر کوئی اثر نہین پڑتا۔
شکری۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا تہا جنہون نے شکر کے کارخانے
قایم کر رکہے تہے اور شکر کی تجارت کرتے تہے۔ بعض نے لکہا ہے
یہہ قصبہ لوکہر کے رہنے والے تہے۔ اکرم خانی رسالہ مین اسبات کا
اعتراف ہوا ہے کہ وجہ تسمیہ سے اون کو اطلاع نہین ہے۔ مولف
کی تحقیق مین وجہ تسمیہ صرف شکر کی تجارت ہے۔ حیدرآباد مین
نایطیان شکری لقب کثرت سے تہے۔ ایک خاص محلہ شکر گنج کے نام
سے ابتک وہان آباد ہے جہان اکثر شرفاء قوم کی سکونت ہے۔ لیکن
فی زماننا شکر کی تجارت باقی نہین رہی صرف محلہ کا نام اوسکا یادگار رہ گیا۔
شہر اوستاد۔ اس لقب کے صحیح الفاظ کو بعض بزرگون نے
وستاد کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جن خاندانون کے مورث اعلےٰ

والیان ریاست کی اوستادی کا افتخار حاصل کرچکے ہین اون کی
آل اولاد نے شاہ اوستاد کا لقب اختیار کیا بعض کا خیال ہے
کہ شہر اوستاد کے الفاظ بہی صحیح ہین۔ اس لقب کو امام المدرسین حضرت
شاہ محمد حسین شہید بیدری قدس سرہ کے نام کے ساتہہ منسوب
کرتے ہین اس بنیاد پر کہ ہزارہا طالب العلم نے آپ سے تلمذ کا
شرف حاصل کیا ہے۔ آپ پادشاہی دفاتر مین امام المدرسین کے
خطاب سے مخاطب تہے اور عامہ خلایق مین شہر استاد سے معروف
بعض نایطیان مدرس لقب نے بہی اپنے آپ کو حضرت ممدوح
کے سلسلہ مین بیان کیا ہے۔ بعض نے حضرت کا خاندانی لقب
بدری بیان کیا لیکن اوس کا صحیح املا یا کے ساتہہ بیدری ہے جیسا
کہ مولف نے ردیف ب مین لکہا ہے۔ الحاصل یہہ لفظی اختلاف
اصل حقیقت پر موثر نہین ہے۔ اصول القاب کے لحاظ سے جنکہ
مولف نے اس فصل کے آغاز مین بیان کیا ہے۔ ایک خاندان
مین مختلف القاب کا ہونا بالکل ممکن ہے۔ اسی باب کے فصل دوم
مین غلام حسین خان جودت کا احوال لکہا گیا ہے جنکا لقب شہر استاد

تہا اور اون کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ سے صدہا
علمائے دین کو تلمذ تہا۔ آپ کے خاندان مین ہر ایک فرد اپنے آپکو
شہر استاد سے ملقب کرتا ہے۔

ردیف ص

صابر۔ یہہ لقب اوس گروہ کا ہے جسکے لئے وجہ معیشت کا کوئی
ذریعہ نہ تہا اور نہ اوسکی تجارت کو فروغ تہا باوجود تکالیف
کے وہ لوگ قوم سے استمداد کرنے کو عار سمجہتے تہے اور محض اس لحاظ
سے کہ اپنے فقر و فاقہ سے قوم آگاہ نہ ہو ایک علٰحدہ مقام پر آباد ہوکے
دور رہنے لگے۔ قوم نے انکو صابر سے موسوم کر رکہا تہا۔ صابر
زبان عربی مین اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ صبر اوسکا مصدر ہے ایک
بزرگ بی بی نے اپنے والد کا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ بلدۂ
بیجاپور مین اس خاندان کے چند افراد نہایت غربت مین مبتلا تہے
راوی کے والد ہمیشہ فرماتے تہے کہ خاندانی لقب نے ان
بیچارہ ون کو اپنا مصداق بنا دیا اتفاقاً قوم کو معلوم ہوا کہ
اونکے گہر کسی لڑکی کا عقد ہے قوم کی بی بیان بالاتفاق مبارکباد

کے نام سے اون کے گہر پہونچیں صاحب تقریب سخت پریشان ہوئے دال خشکہ کی تیاری کے لئے دوڑ دہوپ کرنے لگے مگر بے دعوتی مہمانون نے کہدیا کہ وہ کہانے سے فارغ ہوکر آئی ہین۔ جب جلوہ کی رسم ادا ہوئی تو ان مہمانون نے سلامی کے ذریعہ سے سلوک کیا جس سے دولہا کی حالت سنبہل گئی تقریباً دو ہزار کے رقم سلامی مین جمع ہوگئی اور اوس کے ذریعہ سے اوس نے چہوٹی سی تجارت کر لی۔ افسوس صد افسوس کہ وہ افراد دنیا سے چل بسے جن کی ہمدردی کی یہہ ادنےٰ مثال تہی ہم کو ایسے واقعات تاریخی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ہمارے موجودہ اخلاق مین اس کا دسوان حصہ باقی نہین رہا ہے۔ مولف اپنے خداوندکریم کی بارگاہ سے صرف توفیق خیر کا امید وار ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ حیدرآباد مین جو افراد قوم سربرآوردہ ہین اونکی مالی حالت اپنے قوم کے مستحقین کے لئے بہت کافی ہے بہ ہیئت مجموعی اگر وہ کوئی ایسا انتظام کرنا چاہین جس سے غرباء قوم کو مدد مل سکے تو کچھہ مشکل نہین ہے۔ قوم بوا ہیر کی عملی تمثیل ہمارے ہی ملک مین

ہمارے ہی نظروں کے سامنے موجود ہے جس کا کوئی فرد قوم کی بدولت محتاج نہین ہے۔

صلواتی۔ صلواتی وہ افراد قوم تہے جو درود خوانی کے نام سے مشہور رہتے۔ یہہ گروہ اپنے قوم کی تجہیز و تکفین مین زیادہ مدد دیا کرتا تہا۔ اکرم خان شاہجہان آبادی نے اسکا تذکرہ نہایت سبک الفاظ مین فرمایا ہے اور یہہ اونکی ناانصافی ہے۔ قوم نایط کے اس عمدہ رواج کے لحاظ سے کہ وہ تجہیز و تکفین کے کام کو اغیار کے سپرد کرنا پسند نہین کرتے اور تمام افراد قوم ہر ایک کام کو اپنے ہاتون سرانجام دیتے ہین۔ مولف کہہ سکتا ہے کہ تمام قوم صلواتی کے لقب سے ملقب ہو سکتی ہے۔ اگر بعض افراد مسایل ضروریہ کی مزید واقفیت کے لحاظ سے زیادہ مدد کرتے ہین تو اون کی ہمدردی شکر گزاری کے قابل ہے۔ ایک مصنف کو حقیقت سے بے خبر رہ کر لعن طعن کرنا زیبا نہ تہا۔ اکرم خان مرحوم آخر اسی قوم کے شخص تہے اگرچہ اونہون نے اپنی تصنیف کی ابتدا مین اسبات کو ظاہر کر دیا ہے کہ اون کا ننہال شرفاء قوم سے نہ تہا

لیکن بلالحاظ شرافت و نجابت اونکی موت کے دن نایطیان صلواتی لقب نے جو حسن سلوک معاملات تجہیز و تکفین مین خود اون کے ساتھ کیا ہے وہ قوم کی اخلاق کا اعلےٰ نمونہ ہے۔

ردیف ط

طاہر طاہر زبان عربی کا لفظ ہے جس کے معنے پاک کے ہین۔ طاہر کی وجہ تسمیہ مین اختلاف رہا ہے۔ محمد برہان خان ہانڈے مصنف توزک والا جاہی نے لکھا ہے کہ عادت بسیار خوردن وکوتاہ قامتی وجہہ تسمیہ این لقب است۔ اسی مصنف نے اور معنون مین بہی اس لقب کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ مولف کو اون کی آخری تحقیق سے اتفاق ہے وہ فرماتے ہین کہ قوم مذکور در زمان پادشاہ طاہر دکہنی (نظام شاہ پادشاہ احمد نگر) اعتبار تمام داشت بہ تبدل مشرب سینئہ شافعیہ خود تصدیق شرایط و ارادت اثنا عشری گزیدند و ملقب بہ طاہر شدند۔ بعد انقضائے ایام طاہری رجعت بہ مذہب چار یاری کردند۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔ ہر شخص اپنے مذہب کی نسبت مختار رہے۔ یہہ وجہ تسمیہ

بہ نسبت پہلے بیان کے زیادہ تر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ حیدرآباد مین نایطیان ظاہر لقب موجود ہین۔ مولف کو جسقدر افراد سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے وہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو پائے گئے۔

ردیف ع

عنبر خالی۔ اس گروہ کے مورث اعلے خواجہ محمد مالی بیان ہوے ہین جن کا تعلق زمانہ سلف مین ملازمت سرکار آصفیہ سے بیان ہوا ہے۔ بعض بزرگان قوم کا بیان ہے کہ نواب صفدر جنگ مرحوم کا لقب یہی تہا۔ حضرت (مغفرت منزل) نواب سکندر جاہ نور اللہ مرقدہ کا ان پر بڑا اعتبار رہتا تہا۔ مختلف لڑائیون مین محلات شاہی کی حفاظت آپ نے صفدر جنگ کے تفویض فرمائی تہی والی ریاست نے کبہی صفدر جنگ کو خواجہ معتبر کے نام سے بلایا ہے اور کبہی خواجہ عنبر کہا ہے اسی باب کی دوسری فصل مین اون کے حالات بیان ہوے ہین۔

ردیف غ

غریب۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ کوکن مین گذرے ہین

جو نہایت ذی علم اور فاضل تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ غریب الوطن کے الفاظ لکھا کرتے تھے۔ آپ کی آل و اولاد نے انہین الفاظ سے لفظ غریب کو اپنا لقب قرار دیا۔

غیاث۔ مولف کی تحقیق مین صرف اسقدر پتا چلا ہے کہ اس خاص خاندان کے سربرآوردہ مورث کا نام شاہ غیاث الدین تھا جن کی آل اولاد نے اپنے نامون کے ساتھ لفظ غیاث کو بطریق نشان خاندان بطور لقب اختیار کیا۔ اکرم خان مغفور نے کہا ہے کہ نظام الدین نام ایک بزرگ گذرے ہین جو ابتداً نہایت مفلوک الحال تھے حضرت شاہ منیر الدین اولیا قدس سرہ کی ہدایت سے آپنے ایک عرصہ دراز تک الغیاث کی تسبیح پڑہی اواخر عمر مین آپ نہایت مالدار ہوگئے۔ آپ ہمیشہ اپنی اولاد اور احباب کو اس ورد کی اجازت عطا فرمایا کرتے تھے اور آپ کی زندگی مین آپکا نام الغیاث سے مشہور رہا

ردیف ق

قاری۔ یہہ اوس خاندان کا لقب ہے جس کے افراد لزوماً

حافظ قرآن شریف ہوے ہین۔ حیدرآباد کے امراء نایطی سے ایک خاندان اس صفت خاص سے مخصوص ہے جس کے مورثین اعلائے اناث بہی قاری گذرے ہین۔

قریشی۔ یہہ لقب تعمیمی معنون مین ہے ہر ایک فرد قوم اپنے آپ کو قریشی کہہ سکتا ہے۔ اسلئے کہ ساری قوم قریشی الاصل ہے بعض افراد قوم نے تخصیص کے ساتہہ اس لفظ کو بطریق لقب استعمال فرمایا ہے۔ جس کی کوئی وجہ دریافت نہو سکی۔ مولف کہتا ہے کہ صحیح معنون مین اس قوم کا اصلی لقب یہی ہونا چاہیئے اگرچہ قریب قریب تمام القاب ایسے ہین جو مورثین اعلےٰ کی جائے سکونت یا پیشہ یا کسی واقعہ مشہور کے اشارہ سے منسوب ہونے کی وجہہ سے وجہہ صحیح مانے جا سکتے ہین۔ لیکن سلاطین سلف کے اکثر اسناد سے جن کو مولف نے بچشم خود دیکہا ہے مختلف خاندانون کے مورثین کے نام کے ساتہہ قریشی کے الفاظ لکھے گئے ہین۔ اور القاب تو آئیندہ زمانون مین متبدل ہو سکتے ہین مگر قریشی کا لقب اس قوم کے لئے ہر ایک زمانہ مین قایم رہ سکتا ہے۔

ردیف ک

کتاب خوانی ۔ کتاب خوانی فضلائے قوم سے تہے مسجدون مین ہمیشہ وعظ کیا کرتے تہے ۔ اکرم خان نے لکہا ہے کہ اس لقب کے افراد نے دکہنیون کے ساتہہ سمدہیانہ کیا اور کتاب خوانی کا لقب جو دکہنیون کا لقب ہے اختیار کیا ۔ واقفین تاریخ و حالات قوم کو اس سے اتفاق نہین ہے ۔ کتاب خوانی فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے اصطلاحی معنے اردو بول چال مین واقعہ کربلا کو بیان کرنے والون کے ہین اور یہی معنے اوس تعریف سے مطابق معلوم ہوتے ہین جو ابتدا مین بیان ہوئے ۔ ممکن ہے کہ واقعہ خوانان دکن سے اس گروہ نے سمدہیانہ کیا ہو ۔ لیکن اس سے اون کے واعظ ہونے کی تردید نہین ہوسکتی ۔ مولف نے اس لقب کے بعض افراد سے ملاقات کی ہے جن کے مان اور باپ دونون نایطی بیان ہوے ۔ اکرم خانی رسالہ کی تعریف ڈوگلی لقب پر صادق آتی ہے ۔

کلان تر ۔ یہہ لقب ملاجی نواتیہ المخاطب بہ مخلص خان عالمگیری

اور ملا احمد نا تیہ کے افراد خاندان مین پایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ معاصرین قوم مین بلحاظ عروج دنیوی ملا احمد نا تیہ کا خاندان سب سے بڑا اور سربرآوردہ تہا۔ مولف نے بہی بضمن تحریر احوال مشاہیر قوم ایسا ہی پایا ہے۔ پس یہی وجہ تسمیہ ہے۔ اس لقب کی۔ اگرچہ بعض افراد اس خاندان کے غریب لقب مشہور رہین اور بعض کوکنی کہلاتے ہین۔ مگر اعتبارات مختلفہ کے لحاظ سے وہ القاب بہی صحیح ہین۔ حیدرآباد مین اس لقب کے افراد قوم موجود ہین۔ اسی باب کے فصل دوم مین ایک صاحب کا تذکرہ لکھا گیا ہے جن کا لقب کلان تر ہے۔

کوکنی۔ جن افراد کے مورثین اعلےٰ کی سکونت مستقل کوکن مین رہی ہے وہ کوکنی سے موسوم ہوے۔ جیسے ملا احمد نا تیہ آپ کا لقب کوکنی تہا۔

ردیف گ

گوڈرے۔ بیائے مجہول۔ اس لقب کے اکثر افراد بیجاپور مین موجود ہین۔ بعض اپنے آپکو گودے سے ملقب کرتے ہین۔ مولف

کی رائے مین گو دے کا لفظ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہہ عموماً فن نبوٹ
سے واقف تھے۔ کُشتی کے ساتھہ انکو زیادہ دلچسپی تھی۔ ہر ایک
فرد خاندان نے اپنے گھر مین ایک گودا بنا رکھا تہا اور یہی اس
لقب کی وجہ تسمیہ ہے۔ گودا دکھنی بول چال مین اوس نرم زمین
کو کہتے ہین جو کُشتی گر ایک مدوّر حلقہ مین بنا رکھتے ہین بقول صاحب
انساب النایطہ۔ یہہ قصبہ گوڑ علاقہ بیجا پور کے رہنے والے ہین
گوہر۔ اس لقب کے مورث اعلیٰ ایک شاعر گزرے ہین جنکا
تخلص گوہر تہا۔ ان کی آل واولاد نے اپنے نامون کے ساتھہ لفظ
گوہر کو بطریق لقب خاندان استعمال کیا آئیندہ فصل کے مشاہیر
قوم مین بعض افراد گوہر لقب پائے جاتے ہین۔

ردیف ل

لوگڑی۔ اس لقب کا صحیح املا کاف عربی اور ہائے ہوز کے
ساتھہ لوکھری ہے۔ لوکھرا ایک قصبہ کا نام ہے جس مین اس
خاندان کے مورثین اعلیٰ کی سکونت تھی اسوقت حیدرآباد مین
اس لقب کے اکثر افراد موجود ہین جن مین سے بعض کا تذکرہ اسی باب کے

دوسری فصل مین ہوا ہے۔

لونیال۔ لون بفتح اول وفتح واؤ وسکون نون آخرہ۔ زبان سنسکرت مین نمک اور کہار کو کہتے ہین۔ اردو بول چال مین لام اول نون سے بدل گیا ہے۔ لفظ نون بمعنی نمک مستعمل ہے۔ لونیال اون افراد قوم کا لقب تہا جو نمک کی تجارت کرتے تہے۔ اکرم خان نے لکہا ہے کہ نواح دکن مین انکی تجارت زیادہ تہی۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن فی زماننا نایطیان لونیال لقب کا کوئی شخص نہین دیکہا گیا۔ بزرگان قوم اس لقب اور اوسکی وجہٗ تسمیہ کو مانتے ہین۔ انساب النایط مین بہی اس کا ذکر ہے۔

ردیف م

مامون۔ یہہ لقب ویسا ہی ہے جیسا کہ برادر کا لقب جس کی حقیقت مولف نے ردیف ب مین لکہی ہے۔ اس لقب کی تصدیق بعض اسناد راجایان پونہ سے بہی ہوتی ہے جو بعض مشاہیر قوم نایطہ کے نام نافذ ہوے ہین جنکو مولف نے بچشم خود دیکہا ہے مشاہیر حیدرآباد مین قوم نایطہ کے ایک امیر مامون لقب موجود ہین

جن کا تذکرہ اسی باب کی دوسری فصل مین ہوا ہے۔
مُدّرس۔ ملاحظہ ہو ردیف ش مین شہر استاد کا لقب جس کے ساتھہ مُدّرس کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔
مَرکے۔ رسالہ اکرم خانی مین مرکے کا لقب اون مالدار گروہ کا بیان ہوا ہے جو دکن مین کلالی کے اجارہ دار تھے۔ لائق مصنف فرماتے ہین کہ دکھنی زبان مین کلال کو مرکہ کہتے ہین۔ مولف کی تحقیق مین مرکہ بمعنی کلال ثابت نہین ہوا۔ البتہ زبان ہندی مین مَرک تمکنت اور توڑ جوڑ کے معنے مین بولا جاتا ہے۔ ایک بزرگ قوم نے اس لقب کے متعلق عجب قصہ بیان کیا وہ فرماتے ہین کہ جہرم کے رہنے والے ایک بزرگ قوم جن کا لقب پی تھا اپنے سید ہے کان کی لو مین مختصر سا ایک طلائی حلقہ پہنتے تھے نہ معلوم اون کا وہ طرز کس ضرورت اور کس مصلحت پر مبنی تھا ہندیون سے اگر کوئی مرد اپنے کان مین بالی کا استعمال کرتا تو اہل ہند اوسکو مَنّت کی بالی خیال کرتے۔ ہند کے مسلمان بی بیان جن کے بطن سے ہمیشہ لڑکیان پیدا ہوتی ہون۔ زمانہ

حل مین حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنہا کی منت منا تی
ہین کہ اگر لڑکا تولد ہوا تو اوسکی لو مین بالی پہنائی جاوے گی۔
مولف نے بعض افراد قوم کو اپنی لو مین بالی پہنے ہوے دیکہا ہے
جو منت کی بالی تہی۔ الحاصل جب عجمی نو وارد نایطی کی لو مین بالی
نظر آئی تو قوم نایطہ کے افراد نے اون کا نام مُرکی کے نشان سے
لینا شروع کیا۔ مُرکی زبان ہندی کا لفظ ہے جو کان کے طلائی
حلقہ کے لئے بولا جاتا ہے حضرت میر فرماتے ہین۔ ؎

خوش آپ ہین ترے کانونکے مرکیان کیا خوب
صدف سے ہون گے نہ ایسے دُرِ ثمین پیدا

الغرض اون کی زندگی تک اون کے نام کے ساتہہ مُرکی کا لقب
مستقل رہا کچہہ عجب نہین ہے کہ اون کی وفات کے بعد اون کی
آل اولاد نے اس لفظ کو اپنے نامون کے ساتہہ بطور لقب
اختیار کیا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ صاحب انساب النایط
نے ان کو موضع مُرکہ سے منسوب فرمایا ہے۔
گ ٦۔ جن افراد قوم کی سکونت ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ مین تہے

وہ تکّی کہلائے۔ ورود ہند کے بعد ہی اونہون نے اپنے آپ کو تکّی سے مشہور رکہا۔ نایطیان تکّی لقب کو مولف نے دیکہا ہے۔ حیدرآباد میں موجود ہین۔

مَلِک۔ یہہ بہت مشہور لقب ہے نہ صرف قوم نوایط کے بعض خاندان اس سے ملقب ہین بلکہ قوم افغان مین بعض خانوادون کا لقب مَلِکُ ہے۔ زبان عربی مین مَلِکُ کے معنی فرمانروا کے ہین۔ افغانون کی تاریخ سے ثابت ہے کہ جن خانوادون نے مَلِک کا لقب اختیار کیا ہے اون کے مورثین اعلےٰ فرمان روا تہے۔ مولف کا خیال ہے کہ عبد الرحمن نایطی امیر قوم کی اولاد نے جسطرح اپنا لقب رئیس کر لیا ہے اوسی طرح ممکن ہے کہ اون کی اولاد کے بعض خاندان مَلِک کے لقب سے مشہور رہے ہون۔ مولف نے نایطیان مَلِک لقب سے لقب کی حقیقت دریافت کی بعض بزرگون نے فرمایا کہ کہ ہمارے مورثین اعلےٰ نے افغانان مَلِک لقب سے رشتہ قرابت قایم کیا تہا اور اوس کا نشان اس لقب سے قایم ہوا۔

موسلے۔ بیائے آخر مجہول مرہٹی زبان کا لفظ ہے جس کا صحیح املاء

مولیا ہے۔ کوکن کی مرہٹی اوس شخص کو مولیا کہتے ہین جس کا دوپال
اور ننہال ایک ہی قوم سے ہے۔ قوم نایط کے وہ خاندان جو اپنی
کفو کے پابند تھے کوکن مین اسی نام سے پکارے گئے۔ یہہ لقب
عام معنون مین ہے جن خاندانون مین کفو کی پابندی باقی نہین
رہی ہے اون پر اس لقب کا اطلاق نہین ہو سکتا۔
مونجے۔ بیائے آخر مجہول زبان مرہٹی کا لفظ ہے۔ مونجے اون
افراد قوم کا لقب تہا جن کو اوایل زمانہ ورود ہند مین اخفائے
مذہب کے سوا چارہ نہ تہا۔ اتباع ہنود مین مونج یعنے جنیوا کا استعمال
کرتے تہے۔ دیکھو خاتمہ کتاب کا ضمیمہ نشان ۲ جس مین خافی خان
نظام الملکی نے اپنی تصنیف منتخب اللباب مین فرمایا ہے کہ

آن تختہ بندان دریائے سرگردانی و دریا نوردان بحر حیرانی
بہ تملق و الحاح پیش آمدہ قرار داد عہد و پیمان عدم اظہار دین
خود کہ در گوشۂ و کنار خانہ خویش ہر یکے بعبادت معبود برحق
برسم و آئین خود بر دارد و در ظاہر و آشکارا موافق ردیۂ آن
ملک در لباس و دیگر اطوار بہ عمل آرد بمیان آوردہ فرود آمدند

وبکمال حزم و احتیاط کہ صدائے اذان و قرات قرآن و عادات دیگر بگوش آن قوم نرسد زیست می نمودند و ہر یکی بکسبے و پیشہ بلباس آن ملک مشغول شدند الخ۔ اگرچہ یہ محکومانہ حالتہ بقول صاحب منتخب اللباب سلطان محمود غزنوی کے زمانہ مین باقی ہین رہے لیکن ان گہرانون کا لقب صفحہ روزگار پر بطریق یادگار ابتک باقی ہے۔ اس لقب کے بعض افراد ابتک باقی ہین جن سے مولف کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اس وجہ تسمیہ سے اختلاف فرماتے ہین۔ لیکن اس لقب کی حقیقت سے بہی بے خبر ہین بعضون نے اپنے لقب کو منجائی کہا ہے۔ رسالہ اکرم خانی مین اس لقب کا تذکرہ نہین ہے

مہاجر۔ یہہ لقب اوس خاص گروہ کا ہے جو حوالی مدینہ مطہرہ مین سکونت پذیر تہا۔ حجاج بن یوسف کے مظالم سے جب تمام افراد قوم کا اجماع مدینہ مطہرہ مین ہوا تو مہاجر سے موسوم ہوئے۔ جب ساری قوم بہئیت مجموعی مدینہ مطہرہ سے ہجرت کر کے بغداد آئی تو کل افراد قوم مہاجرین کہلائے۔ اس لقب کے اکثر افراد حیدر آباد

مین موجود ہین۔

مہکری۔ باشندگان قصبہ مہکر کا لقب مہکری ہے مصنف صبح وطن نے غلام حیدر خان حیدر تخلص کے تذکرہ مین لکہا ہے کہ مہکر قصبہ ایست از توابع کوکن کہ جد و مادرش در آن سکونت میداشت الخ مہکر کے نام سے ایک قصبہ مدراس پریسیڈنسی کے سواد اودگیر مین بہی واقع ہے جو نوابی اودگیر مین اکثر شرفاء قوم کا مستقر رہا۔

مایل۔ زبان عربی کا لفظ ہے۔ بعض بزرگان قوم کا بیان ہے کہ کہ شاہ طاہر دکہنی کے زمانہ مین جن افراد قوم کا رجحان مذہب تفضیلیہ کے جانب ہوا اونکو قوم نے مایل سے ملقب کیا انہین کے اکثر افراد نے آخر پر طاہر کا لقب اختیار کیا جس کی حقیقت ردیف ط مین بیان ہوئی ہے۔ زمانہ حال مین اس لقب کے افراد حیدرآباد مین موجود ہین جو مذہب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے پیرو اور نہایت ذی علم اور متقی ہین۔ بعض افراد قوم کا خیال ہے کہ مایل اپنے مورث اعلے کا تخلص تہا جس کو اون کی اولاد نے اپنا لقب مقرر کر لیا۔

ردیف ن

ناتگر۔ بعض نے اسکو غین کے ساتہہ نغت گر کہا ہے۔ اور اسکی حقیقت یون بیان کی ہے کہ اون کے مورثین اپنے پیمبر برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت مین قصاید خوانی کرتے تہے بعض بزرگان قوم نے کہا کہ یہہ لفظ درحقیقت تانتگر تہا۔ اور اون افراد قوم کا لقب تہا جو تیر وکمان بنایا کرتے تہے۔ دیکہو ردیف ت مین تانتلی۔ کثرت استعمال اور حقیقت سے بیخبری نے تا کو نون سے بدل دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ بلحاظ اپنے پیشہ کے جس کو عموماً عرب کے رہنے والے چاکری پر ترجیح دیتے ہین۔ اور پیشہ وری کی عزت کرتے ہین۔ ان کا لقب ناگر رہا ہے جیسا کہ بعض خاندانی یورپین بیکر سے مشہور رہین اسلئے کہ ولایت مین اون کے پاس روٹی کا کارخانہ اور اوسکی تجارت قایم ہے۔ کچہہ عجب نہین ہے کہ اخر الذکر خیال ہی صحیح ہو۔ بلاد عرب وعجم مین شرفاء پیشہ ور ایسے ہی نامون سے مشہور رہین۔

ردیف ھ

ہزاری - یہہ لقب اون افراد قوم کا ہے جن کے مورث اعلےٰ زمانہ عالمگیری اور اکبری مین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز تھے۔ اسی باب کے دوسری فصل مین اس لقب کے ایک فرد قوم کا تذکرہ ہوا ہے۔

القاب کا دوسرا حصہ

قوم نایط کے جن القاب کا تذکرہ اوپر ہوا ہے اون کے سوا بعض القاب کو اسی قوم کے تاجرین نے بطور خاص اختیار کیا ہے جن کا تعلق بمبئی پریسیڈنسی کے موضع بہٹکلہ سے ہے - مولف کو مدراس مین ان حضرات سے صرف ملاقات ہی کا اتفاق نہین ہوا بلکہ مولف نے اون سے خاص کر القاب کی نسبت گفتگو بہی کی ہے جس کو اسی فصل سے تعلق ہے۔ بعض ذی علم افراد نے فرمایا کہ وہ اپنے القاب کی بدولت اپنے کفو کے پابند ہین۔ اون کو بہروسہ نہین ہے کہ حصہ ماضیہ کے القاب اختیار کرنے والے افراد۔ کفو کے پابند بہی ہین یا نہین وہ سنتے ہین کہ کفو کی پابندی اپنے گروہ کے سوا اورون مین کم ہو چلی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اورون کو اپنے مساوی نہین خیال کرتے

اور بدینوجہ کہ اون کے معلومات اس قوم کی نسبت اور نیز دیگر القاب متذکرہ صدر کی حقیقت پر حاوی نہین ہین۔ وہ صرف اونہین افراد کو اپنی قوم سے سمجھتے ہین جن کے نامون کے ساتہہ القاب ذیل لکھے جاتے ہین۔ اس گروہ کو بالاتفاق اس کا اعتراف ہے کہ اون کا نسبی سلسلہ جعفر طیار رضی اللہ تعالی عنہ تک پہونچتا ہے یعنی یہہ سارا گروہ شیخ قریشی ہے۔ اوہنون نے کہا کہ جن افراد نے ہمارے خاص القاب کے سوا اور القاب کو اختیار کیا ہے ہم سواقت تک اون کے ساتہہ سمدھیانہ نکرین گے جب تک اون کے نسبی سلسلہ کی تصدیق اور کفو کی پابندی ثابت نہ ہو۔ مولف۔ محمد عمر اکرم لقب ابن قاضی۔ حاجی محی الدین نایطی کا شکر گذار ہے جنکی محبت اور مہربانی نے تحقیق القاب ذیل مین مولف کی مدد کی۔ یہہ بزرگ صوبہ مدراس محلۂ متیال پیٹہ مکان نمبر ۶۷ مین سکونت پذیر ہین اور جواہر کی تجارت فرماتے ہین۔

اَصَرمنَا۔ یہہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ صرم کے معنی پوست کے ہین اَصرم اوسکی جمع ہے۔ جن تاجرین نے چمڑون کا بیوپار اختیار کر رکہا تہا اونکو قوم نے اصرمنا کے لقب سے پکارا۔ اگرچہ فی زمانناً اس لقب کے

اختیار کرنے والی افراد چانول اور ساگوانی چوبینہ کی تجارت کرتے ہین لیکن
اپنے مورث اعلےٰ کے کاروبار کے لحاظ سے اوسی ابتدائی لقب سے مشہور ہین
اونکو اس لفظ کی حقیقت سے بہی بہت کم واقفیت ہی۔ اس لقب کے اختیار کرنیوالے
متعدد افراد سے مولف کو ملاقات کا اتفاق ہوا جنمین بعض ذی علم بہی تہے مگر سب تاجر۔
اَفرِقا۔ ان کے مورثِ اعلےٰ کی تجارت ملک افریقیہ مین بہت مشہور رہتی
موجودہ نسلون کی رنگ و روپ سے بہی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ انکے
اجداد افریقیہ مین رہے ہون۔ یہہ لوگ بہ نسبت اور لوگون کے بہت
مضبوط معلوم ہوتے ہین۔ انکے سر بڑے ہین۔ لیکن ان کے بال گہونگروالے
نہین ہوتے اسلئے کہ یہہ حبشی النسل نہین ہین۔
اَفضل۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا ہے جنکے مورث اعلےٰ افضل الدین
نام گزرے ہین جنکی تجارت بہت مشہور رہتی۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ رنگون کے جنگلون
اور ہاتیون کی تجارت کرتے تہے لکڑیتی تہے بعض نے کہا کہ اونکا نام افضل الدین
نہ تہا بلکہ فضل تہا۔ اس لقب کے اکثر افراد کوکن اور بہٹکلہ مین مالدار
تاجر ہین۔ مولف نے بلدۂ مدراس مین بعض افراد سے ملاقات کی ہے۔
اکرم۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ محمد اکرم نایطی تہے۔ جن کی تجارت

نمک کو بڑا فروغ تہا۔ انکا خاندان بہت وسیع تہا۔ موجودہ زمانہ مین
اس لقب کے افراد کثرت سے ہین۔ ایک بزرگ نے کہا کہ گزشتہ زمانہ
مین محمد اکرم نام والے متعدد افراد گزرے ہین جنکا شمار مشاہیر قوم
مین تہا۔ سب کے سب بڑے مالدار تہے۔ آج کل بہی اس لقب کے افراد
متمول اور لک پتی تاجر ہین۔ اکثر موتیون کی تجارت کرتے ہین اور
بعض اناج کی۔ جن بزرگ سے مولف کو ملاقات کا اتفاق ہوا اونکی
جد اعلےٰ دو سو برس پہلے سورت مین قاضی اکرم کے نام سے مشہور رہتے
ایکری۔ بعض افراد قوم نے اس کا صحیح لفظ اغری کہا اغر زبان
عربی کا لفظ ہے بمعنی شریف ومشہور وسپید بعض افراد قوم نے فرمایا
کہ ایکری لقب وہ لوگ ہین جن کے مورثین اعلےٰ کو پادشاہان وقت
سے جاگیرات مدد معاشی عطا ہوے تہے۔ مابعد الذکر معنون مین اس کا
صحیح املا ایغاری ہونا چاہیے۔ زبان عربی مین ایغار کے معنے معافی
خراج کے ساتھ زمین عطا ہونے کے ہین۔ زمانہ حال مین افراد ایکری
لقب تجارت پیشہ ہین جن کے پاس زمنداری بہی ہے اون کے
مقبوضہ زمینات کی حیثیت بدل چلی ہے۔ مولف نے متعدد افراد ایکری

لقب سے ملاقات کا اعزاز حاصل کیا ہے

پاپا۔ فارسی زبان مین باپ کو باباکہتے ہین۔ انگریزی مین اسکو
پاپا بولتے ہین۔ افراد پاپا لقب سے مولف کو ملاقات کا اتفاق
ہوا ہے اونہون نے اسبات کا اعتراف کیا کہ ہمارے مورثین اعلےٰ
کا نہال سادات سے تہا۔ صرف اجداد قوم نوایط سے تہے۔ زمانہ
حال مین یہہ اپنے کفو کے سخت پابند ہین اور اون کو نایطیان
کوکن وبہٹکلہ اپنے مساوی خیال کرتے ہین۔ معلوم ایسا ہوتا ہے
کہ ڈوگلے لقب کے عوض لوگون نے دو القاب قرار دئے ہین۔
ایک پاپا۔ جن کا صرف ددیال قوم نایط سے تہا۔ دوسرا ما کے
جن کو قوم نایط سے نہالی تعلق ہے۔

دام دا۔ بعض افراد قوم نے اس کا صحیح لفظ دان دا کہا
لیکن دونون کی وجہ تسمیہ سے وہ محض ناواقف ہین۔ اس خاندان
کے تاریخی واقعات سے اسقدر پتہ ملتا ہے کہ ان کے مورث اعلےٰ
بندر گودہ مین سنہ ہجری مین بڑے مالدار کروڑپتی تاجر گذرے ہین
ہر ایک قسم کی تجارت کو ان کے پاس فروغ تہا۔ مساکین اور غربا

کے اجداد مین انکا نام ملکون پر مشہور تہا۔ وان دتارسے پکارے جاتے تہے۔ یہہ الفاظ زبان ہندی کے ہین جن کے معنے فیاض دریا دل۔ لکہہ لٹ۔ لکہہ بخش کے ہین۔ ممکن ہے کہ انہین الفاظ کا مخفف دام وا یا وان وا عوام کی زبان پر رہ گیا ہو۔ ادن کے بعد کی نسلون نے اسی لفظ کو اپنے لقب کے طور پر استعمال کیا ہو۔ دُرگا۔ یہہ لقب عجیب ہے ضمّہ اول سے مشہور رہے۔ مولف نے افراد دُرگا لقب سے ملاقات کی ہے اور وہ اوس کی حقیقت سے واقف نہیں ہین۔ سنسکرت مین دُرگا۔ کالی دیوی کو کہتے ہین۔ ہندی مین یہہ لفظ محض سیاہ کے معنے مین بہی مستعمل ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس قدر افراد اس قوم کے مولف کی نظر سے گذرے وہ مثل لبّون یا حبشیون کے سیاہ فام تہے۔ برخلاف اہل نوایط کے جو نہایت سرخ و سپید ہوتے ہین۔ جس طرح اسی قوم کا ایک سیہ فام فرقہ افرقا لقب کرتا ہے۔ اوسی طرح دُرگا لقب کی وجہ تسمیہ کو سیاہ فامی کی علامت خیال کرنا چاہیے۔

شُکری۔ اگرچہ یہہ لقب بالضم مشہور رہے۔ لیکن فی الحقیقت

اس کا صحیح تلفظ بالفتح ہے۔ شکر زبان ہندی مین گنوار لوگ شکر کو
کہتے ہین۔ بیوپاریون مین بہی شکر کے لئیے یہی لفظ بولا جاتا ہے۔
جن افراد قوم نے شکر کی تجارت مین فروغ پایا وہ شکری سے
مشہور رہوے۔ اسی قوم کے ایک بزرگ نے مولف سے کہا کہ انکو
اس وجہ تسمیہ سے اختلاف ہے۔ وہ تجارت شکر کی فروغ کو تسلیم
کرتے ہین لیکن اس لقب کے وجہ تسمیہ کو کچہہ اور ہی خیال فرماتے
ہین۔ اون کا خیال ہے کہ قاضی حمید اللہ محترم جن کی سکونت کوکن
مین ہتی اور جو باعتبار تجارت لک پتی سے مشہور رہتے۔ ہر جمعہ کو
جامع مسجد مین مختلف زبانون مین وعظ فرمایا کرتے تہے۔ غیر اقوام
کا مجمع کثیر صحن مسجد مین رہا کرتا تہا۔ آپ کے وعظ کی شہرت اسقدر
ہوئی کہ جمعہ کے دن حوالی کوکن سے بہی لوگ جمع ہونے لگے
کاروبار تجارت پر اس قدر اثر پڑا کہ اوس دن اکثر کاروبار
ملتوی رہا کرتے تہے۔ بدینوجہ کہ جمعہ کو ہندی زبان مین سکروار
کہا کرتے ہین۔ مخلوق نے آپ کو شکری سے ملقب کیا اسی لقب کا
سلسلہ آج تک اون کی بعد کے نسلون مین چلا آتا ہے۔ بعض نے کہا

کہ فقیہ مخدوم اسمٰعیل شکری اس خاندان کے جد اعلےٰ ہین اور وہ مقام شکر کے رہنے والے تہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شاہ مندری۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ گوہ مین گذرے ہین جن کو پادشاہی دربار سے کرُوڑی کی خدمت تفویض ہتی۔ زمانۂ سلف مین کرُوڑگان بازار کی خدمت اوس شخص کو دیجاتی ستی جس سے بازار کا انتظام متعلق ہوتا تہا۔ کرُوڑگان مال سے بہی بعض عہدہ دار موسوم تہے۔ ایک کرُوڑ دام کے محاصل کی اراضی یا ایک کرُوڑ دام کی آمدنی ان افسرون کے تفویض رہتی ہتی۔ تاریخ سے اس عہدہ کا وجود ثابت ہے۔ جب اس لقب کے مورث اعلےٰ کرُورہ بازارات مقرر ہوے تہے تو ان کو ایک پادشاہی مہر عطا کی گئی ہتی جس پر۔ عاقبت محمود باد کے الفاظ کندہ تہے۔ مخلوق کے ایک حصہ نے ان کو عاقبت محمود خان سے موسوم کیا۔ ہندو گروہ مین شاہ مندری سے پکارے گئے۔ مُندری بضم اول زبان ہندی مین مہر شاہی کو کہتے ہین بدینوجہ کہ تصفیہ محصول درآمد وبرآمد کے بعد بطریق علامتِ تصفیہ یہہ اپنے عہدہ کی مہر تجارتی بستون اور

پارچہ پر شنجرف سے لگاتے تہے تاجرین ہنود مین انکا نام شاہ مندری
سے مشہور رہا۔ بعض افراد خاندان نے کہا کہ ان بزرگ کی آل نے
اپنے آپ کو کروری سے ملقب کیا تہا۔ لیکن مولف کو کروری لقب
افراد قوم سے ملاقات کا اتفاق نہین ہوا۔ شاہ مندری کا لقب
متعدد گہرانون مین ابتک جاری ہے جو اونہین مورث اعلے کی نسل
مین سمجہے جاتے ہین۔ جن کا احوال مذکور ہوا۔ ریاست حیدرآباد مین
کرڑوڑگیری کے نام سے محصول تجارت کا انتظام ابتک قایم ہے۔
اور جو مہر بطریق علامت تصفیہ محصول مال پر ثبت کی جاتی ہے۔
اوس مین وہی الفاظ عاقبت محمود باد کے موجود ہین۔

شریف۔ یہہ لقب سید شریف نایطی کی اولاد نے اختیار کیا ہے
جن کا مقام کنبایت مین تہا۔ مولف کو اس لقب کے کسی بزرگوار
سے ملاقات کا اتفاق نہین ہوا۔ بعض بزرگان قوم نے کہا کہ شاہی
حکومت گووہ مین ایک شرعی عہدہ شریف کے نام سے قایم تہا۔
اوسی طرح جس طرح آجکل برٹش انڈیا کے انتظام مین بہی اسی نام
کا ایک عہدہ ہے۔ کچہہ عجب نہین ہے کہ اس لقب کے مورثین سے

کسی کو وہ عہدہ عطا ہوا ہو یہہ محض خیال ہے۔

صدیقہ۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ صدیق بن عمر تہے جو ۵۰ہجری میں بصرہ سے ہندوستان کے بندر دابل پر اوترے نایطیان صدیقہ لقب عموماً تاجر ہین مولف نے اکثر افراد صدیقہ لقب سے ملاقات کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

صَوبے۔ اون افراد قوم کا لقب ہے جن کے جد اعلےٰ نے قبلۂ صوب کے لڑکی سے عقد کیا تہا۔ اس لقب کے افراد قوم اپنے لقب کو ثاء مثلثہ کے ساتہہ لکہتے ہین اور یہہ اون کی غلطی ہے مولف نے ایک بزرگ سے ثوبہ کے معنے دریافت کئے اونہون نے فرمایا ایک خاص قبیلہ عرب کی لڑکی ہمارے اجداد مین بیاہی گئی ہے اور اوسوقت سے ثوبہ لقب چلا ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے اونکو واقفیت نہین ہے کہ صاد کے عوض ثاء مثلثہ لقب کے املاء مین کیون مستعمل ہوئی مولف کا خیال ہے کہ غالباً املاء کی غلطی محض ناواقفیت حقیقت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

غوائی۔ اس لقب کی حقیقت اون افراد قوم سے بہی کچہہ نہ معلوم

ہو سکی جنکا خود یہہ لقب تہا۔ یہہ لوگ عموماً تجارت پیشہ ہین۔ ایک بزرگ قوم نے اپنے خاندان کا شجرہ دکہلایا جس مین بعض نامون کے ساتہہ غوائی لقب لکہا تہا۔ اور بعض اسماء پر غوری۔ یہہ بات بالکل قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ناواقفین حقیقت نے غوری کو غوائی لکہا ہو۔ غور بالفتح ملک عجم کا ایک مقام ہے جہان کے رہنے والے غوری کہلاتے ہین

فقروئی۔ خود افراد قوم سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اسکا صحیح املا فقوی ہے جسکو عام لوگ سہولت تلفظ کے لئے فقروُی کہنے لگے بعض تصانیف سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ ملک عرب مین فقوا ایک مقام کا نام تہا۔ یہہ لقب ویسا ہی ہے جیسا کہ کَکّی یا جَدّی کا لقب۔

فقیہہ۔ اس لقب کے مورث اعلےٰ فقیہہ مخدوم اسمعیل شُکّری بیان ہوے ہین جو حضرت امام المدرسین مولانا محمد حسین ہاشم شہید نایطی کے جد اعلےٰ تہے بعض بزرگان قوم نے کہا کہ آپ شُکّری لقب فرماتے تہے اس مین کوئی شک نہین کہ آپ لاثانی فقیہہ گذرے ہین بعض اہل تاریخ نے آپ کا احوال لکہا ہے۔

لوائی۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا ہے جن کے مورثین اعلےٰ کی تجارت گو وہ مین قایم تہی۔ مولف نے اس لقب کے اکثر افراد سے ملاقات کی ہے۔ الی الان وہ اپنی آبائی تجارت مین کامیاب ہین

ماکے۔ یہہ لقب اون افراد قوم کا ہے جن کے مورث اعلیٰ کی صرف والدہ قوم نوایط سے تہین۔ دیکہو پا پالقب کی تعریف جسمین مولف نے اسکا بہی تذکرہ کیا ہے۔ بعض افراد قوم نے جو ماکے لقب اختیار کیا ہے اپنے آپ کو باعتبار نسب وحسب نایطی کہا! مولف خیال کرتا ہے کہ انکے مورث اعلےٰ نے جو درحقیقت نایطی النسب ہون کسی ایسے لڑکی سے عقد کیا ہو۔ جس کا قومی لقب ماکے تہا اور پہر وہ لقب اس سلسلہ مین چلا ہو بدینوجہ کہ حقیقت القاب پر غور کرنے کا اتفاق افراد قوم کو بہت کم ہوا ہے۔ بعد کی نسلون نے ننہال کا لقب اختیار کیا ہو۔ مولف نے بعض نایطیان ماکے لقب سے ملاقات کا اعزاز حاصل کیا ہے جو اپنا اصلی لقب ماکے بیان فرماتے ہین اور مایل لقب کے نسبت اونکی یہ تحقیق ہے کہ اونکے جد اعلےٰ کا یہہ تخلص تہا۔

محترم - یہہ لقب نایطیان بہٹکلہ مین متعدد خاندانون نے اختیار
کیا ہے اور اپنے مورث اعلےٰ کا نام جن کی تجارت کو بہت
فروغ تہا اور لک پتی کہلاتے تہے محمد محترم بیان کیا ہے۔
محتشم - اس لقب کے جد اعلےٰ محمد محتشم گزرے ہین جو کوکن مین
بڑے مالدار تاجر تہے۔ اس خاندان کے بعض افراد سے مولف کو
ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔
مُنیرا - منیر الدین کوکنی کی اولاد نے منیرا کا لقب اختیار کیا انکو
قضارت کا عہدہ تفویض تہا۔ لیکن آخر زمانہ عمر مین انکو تجارت
مین بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ یہہ متعدد موضع کے زمیندار بہی تہے

ضمیمہ جات

۹۔ گلستانِ نسب — نواب قادر عظیم بہادر کرناٹکی — ۲۸۱ — ۳۰۷

۱۰۔ نفحۃ العنبریہ — مولینا باقر آگاہ ویلوری — ۲۸۴ — ۳۱۰

۱۱۔ تاریخِ فرشتہ — مُلّا قاسم ہندو شاہ — ۲۸۷ — ۳۱۲

(در احوال حکّام ملیبار)

۱۲۔ کتاب الانساب — قاضی ابوسعید عبدالکریم بن ابی بکر محمد سمعانی — ۲۸۸ — ۳۱۳

(المتوفی ۵۶۲ ہجری)

۱۳۔ خانوادہ قاضی بدر الدولہ — افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری یم۔اے — ۳۱۴

۱۴۔ سفرنامہ — ابنِ بطوطہ — ۳۱۹

(جلد دوم باب ۹ فصل ۴)

ضمیمہ نشان (۱) از توزک والا جاہی
مصنفہ برہان خان ہانڈی

نوایط صیغہ جمع و مفروش نایط قومی است از عرب مختلف الشرح که بہ تحقیق مصنف تاریخ طبری بنی قریش و بہ تشریح تاریخ یمنی از قوم ملاحین و بہ توضیح منتخب اللباب شرفا رکوفہ اند و علی ای حال از ظلم حجاج ابن یوسف جلا وطن و از دریا و اصل سواحل ہند و بر زمین مرہت مقیم بندر کوکن شدند و در اوقات سلاطین اربع دکن امتیاز یافتند

ضمیمہ نشان (۲) از منتخب اللباب جلد سوم مصنفہ خافی خان نظام الملکی

گویند در ایام سلطنت ملک عبد الملک مروانی ۹۰ سنہ کہ حجاج صاحب حکومت و ریاست قلمرو عرب و عجم گردید شرفا و نجبا و سادات بنی ہاشم را ہر جا کہ می یافت بہر محبت و گناہ صغیر و کبیر برنا و پیر آن دیار را می کشت و خانہ ہائے ایشان را می سوخت و دود آتش ظلم ابو عالمی را فرا گرفت جمعی کثیر از اولاد و احفاد و اصحاب

جناب مصطفوی و مرتضوی از ظلم و بیداد و تنگ بجان آمده
با دل هائے پریشان و سینه هاے سوزان و دیده هاے خون چکان
دست از جاذبه حب وطن خویش و تبار و کار و بار دیار برداشته
با عیال و اطفال و مال و منال بهفت هشت جهاز کنار جزایر عرب بلنگر
گشتند و قاصد بنادر دکن که در آن زمان بندر دابل و چیول
و بندر کنبایت و بهروچ و اطراف مچهلی بندر جاری بود گردیدند
و بهم عنانی باد موافق و مخالف هر جهاز به بندرے افتاد و وقت
فرود آمدن چون راجه و زمینداران هر مکان که فرمان روای
آنجا بودند و اسم اسلام در گوش آنجماعه حکم خلیدن هزار خار
یا داشت برای فرود آمدن آنها مضایقه می نمودند آن تخته
بندان دریائے سرگردانی و دریانوردان بحر حیرانی به تملق و الحاح
پیش آمده قرار عهد و پیمان عدم اظهار ایمان و دین خود که در
گوشه و کنار خانه خویش هر یکے بعبادت معبود برحق برسم
و آئین خود پردازد و در ظاهر و آشکارا موافق روئیه آن ملک
در لباس و دیگر اطوار بعمل آرد و پیمان آورده فرود آمدند و بکمال حزم

واحتیاطاً که صدائے اذان و قراءت قرآن و عبادات دیگر بگوش
آنقوم نرسد زیست می نمودند و هر کدام بکسبے و پیشۂ بلباس آن
ملک مشغول شدند چنانچه در اکثر بنادر لغایته حال زنان شرفائے
آنجا که بقوم عرب و نوائتیه مشهور اند و جمعے که از اولاد عباس و زبیر
و طلحه و دیگر اصحاب رضی الله تعالی عنهم خود را می گیرند رخت و لباس
عورات هنود می پوشند و بهمین دستور بطریق اخفا زندگانی مینمودند
و بعبادت صانع بیچون می پرداختند۔ در شادی و کتخدائی بطور
و پیروی آنجا عه بعمل می آورند اگرچه بعد از فوت شوهر زنان
جوان در مکه متبرکه و مدینه منوره و تمام روم و ایران و توران
و همه قلمرو اسلام از زمان قدیم لغایته حال شوهر دیگر می نمایند
بل وارثان آنها نیز در بعقد کفو می ارند اما در هندوستان زنان
شرفائے اسلام که مراد از اهل مشایخ و عرب اند این عمل را فعل
قبیح و عیب دانسته ترک رویه آبا و اجداد که موافق حکم خدا
و مطابق شرع محمدیت نموده بسبب هم نسبتی و بوجه امتداد
ایام که درین غربت میان کفره تناسل و توالد واقع شده و ملاخطه

نمودند کہ جملہ اقسام ہنود کہ تعداد آنہا انتہا ندارد پنج قوم کہ
برہمن و کہتری و راجپوت و بقال و کائت باشند از نجبائے
کفرہ اند اگر دختر شیرخوارہ را بعقد احدے در آرند و شوہر او
در ہمان شب اول بمیرد باز بہ نکاح دیگرے در نمی آرند۔ چون
شرفاء ہر قوم بر را با اشراف ہر دیار ہم چشمی بمیان می آید بہ تقاضائے
غیرت کہ ما از چہ راہ کمتر از این جماعہ باشیم تبعیت این رسم را
سرمایۂ آبرو و غیرت و نشان شرافت و نجابت دانستہ ترک
رویۂ بزرگان سلف نمودہ اند اگرچہ این طریقہ عقلاً و شرعاً
محمود نیست و درین ضمن مفسدہ بسیار حاصل میگردد کہ بہ توضیح
آن نہ پرداختن اولے۔ اما درین صورت۔ احتیاطِ بعضی امور کہ
از شرفائے دیار عرب در غربت بکار رفتہ خلاف طریقہ عجم
بحکم ضیعوا انساجم۔ سر رشتہ کفو را از دست ندادہ اند و در
گرفتن و دادن دختر غیر ہم قوم سوائے سیدے کہ صاحب
شجرہ و ذی شہرت باشد با ہیچ سلسلہ با وجود کمال پریشانی
و درماندگی نسبت نمی نمایند و از جاریہ این بلک کہ ہیچ مذہب

سوائے دار حرب ملکیت آن ثابت نمیشود و از قوم اراذل
و فاحشہ کہ بعاشقی در خانہ آرند فرزند حاصل نمی کنند و اگر احدے
از سلسلہ آنہا مرتکب این افعال گردد او را از قومیت اخراج
نمودہ در شادی و غمی از و نفرت و قطع سلسلۂ رحم می نمایند
و بہ او نسبت نمودن باعث خرابی نسل و خلل می دانند و از
قبایح دیگر کہ در خانہ زنان مغنیہ و رقاص طلب نمودن و خوجہ
سرایان را در خانہ راہ دادن و روز ہائے شادی اندرون
خانہ بحضور مستورات از راہ کمال بے غیرتی کہ و را اکثر مردم با نام
و نشان رقاصی با نواع فحش گوئی و رسوائی خلاف عقل و شرع
رواج یافتہ و قبح آن از نظر ہا بہ تبعیت ہمدیگر برخاستہ بلکہ از
غرور نشاء دولت جزو لاینفک اعتبار و سرمایہ لذت حیات
گردیدہ در آن قوم نمی باشد اگرچہ درین باب شرفائے تمام بلاد
ہندوستان مدعی اند کہ این رویہ از ما لعل نمی آید اما آنچہ بر مجرس
اوراق بعد تفحص ورق بعد ورق روزگار و تماشائے گردش
لیل و نہار کہ با ہمہ قوم در عالم یکرنگی مدتہا زیست می نمود احتیاط

این رشتہ کفو کہ با وجو د نشا ء مستی دولت وگرفتاری کمال نکبت
کہ درین ہر دو صورت سر رشتہ اختیار از دست میر و و دست
از لذات جسمانی پاس رعایت لوازم و مکنت و ثروت برندارند
فقط در طایفہ شرفائے شیخان احمد آباد و خاندیس کہ بزرگان شہر
ولایت از سلسلہ واحد اند و در بعضے مشایخ و شرفائے ملک
شرقی یافتہ شدہ والحال از تقاضای فساد زمان درآن قوم
ہم خلل عدم ملاحظہ کفو راہ یافتہ حاصل کلام بعد مرور ایام
خفیتہً بنائے اسلام در کنار ساحل و بنا در دکن د حمد آباد
استحکام یافت۔

ضمیمہ نشان (۳) از وقائع سعادت مصنفہ محمد امین مغفور

نایطہ گروہے از شیوخ و مسکن اینان عربستان و این طایفہ بکسب
علم و ورد صحایف موصوف و از شرفائے عرب است در
عہد نظامت بنو امیہ اذیت با و رسید آخرش حجاج بن یوسف
در عصر خود بعض فضلاء این گروہ را از عرب بدر کردہ و این

گروہ از بصرہ بنواح ممالک دکن رسیدہ ساکن کوکن نظام شاہی گردید کہ این را الغایتہ تحریر یعنی ۱۲۱۸ھ ہفتصد سال میشود وازآنجا ہر یک ازینہا بوجہ تعیش از علاقہ روزگار و تجارت و زراعت وغیرہ مامور گشت و لقب ہا میان این قوم حسب اکساب آنہا بجہت شناسائی عمر و زید مربوط چنانچہ مثل ہمین در ہر فرق ہم قرار داد است۔ پس ازین زمرہ در سرحد دکن چندین پشت سپری شد تا آنکہ عصر غلام علی و برادر کوچک شان محمد سعید ملقب بہ پالکر کہ این ہر دو فرزندان عاقبت محمود خان بو دند رسید الخ

ضمیمہ نشان (۴) از سبحۃ المرجان مصنفہ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی

النوایت کنوابت قوم فی بلاد الدکن رأیت فی کتاب فارسی ما ترجمتہ قال الطبری فی تاریخہ النایتہ طایفۃ من قریش خرجوا من المدینۃ المنورۃ خوفا من الحجاج بن یوسف الثقفی الذی قتل خمسین

الفا من العلماء والاولیاء وغیرهم علی غیر حق
وبلغوا ساحل بحر الهند و سکنوا به۔

ضمیمہ نشان (۵) از نزہت الحقایق مصنفہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
منقول از گلستان نسب

وان سئلت عن قوم سیمونهم فی بلاد الهند بالنایطہ
فهم من قوم بنی هاشم بن عبد مناف بن قصی لان
بنی هاشم ال علی وال عباس وال حمزة وال جعفر
الطیار وال حارث بن عبد المطلب وهم ینسبون
الیهم لقوله علیه السلام ان الله حرّم علیکم
غسالة الناس فحرم علیهم الصدقات والمراد بها
الفرایض حتی جاز التطوع لان المال هنا کالماء
والفرایض کانزالة الحدث والتطوع کالتبرد
وقیل یجوز الفرض فی هذا الوقت ایضًا وهم
مشهورون باستجابة الدعاء لهم اثر عظیم

معروف وهم المهاجرون ايام حجاج بن يوسف
من المدينة المشرفة سنة احدى وستين
من الهجرة الطيبة زمن استيلاء يزيد بن معاوية
بن سفيان الذى قتل الامام حسين بن على رضى الله
عنهما بامره مع اثنين وسبعين نفراً فى اول
حكومته وفى اخرها قتل عاماً فى المدينة
المشرفة سنة احدى وستين وخرب الكعبة
المعظمة بضرب المنجنيق كما فى المطولات
هاجروا الى سواحل بحر الهند بعد ما قاتل
اكثرهم فقتل منهم هذا الحجاج خمسين الفاً
تعمداً بغير حق فبعد ما هاجروا وتعزلوا
بلادهم صاروا مضطرين متحيرين فى ديار
الكفر حتى اشتغلوا بالمكاسب الردية
الى ان اشتهروا فى الاطراف بالسنة كفار
الهند بانهم ملاحون حتى كتب بعض اهل

اللغة مثل مجد الدین ابی طاهر محمد بن یعقوب
الفیروزابادی مصنف قاموس اللغة
النوافی الملاحون فی البحر فولادته کانت
فی سنة عشرین وسبعمائة و وفاته کانت
خمسین وثمان مائة وکان زمان هجرة القوم
المسطورین سنة احدی وستین فما کتبه
صاحب القاموس وغیره غلط محض عفا الله عنه
مع انهم اشرف الاشراف شعوبا وقبائل وهم
السادات العظام والمشائخ الکرام طبقتهم
اعلی من الطبقات السنیة المعروفة ادامهم الله
فی محاسن اعمالهم وواظبهم فی مکارم افعالهم
کقول حسان (رع) وان سنام المجد من آل هاشم
ومابقی فی المدینة المشرفة موالیهم واما الذین
یدعون النجابة فی العرب والعجم ویتفاخرون
بالشرافة فهم الان لون بینهم وهذا غایة ما

تحقق من اکثر کتب التواریخ ونهایة التنقیح
من کتب الارباب وهم الرواة الثقات فی
الاحادیث وهم المجتهدون فی المذاهب الاربعة
من اهل السنة والجماعة نقل من التاریخ الالهیة

ضمیمہ نشان (۶) رسالہ کشف الانساب مصنفہ مجمع الفضائل
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فبنوالوایط قوم وهم اولاد عبد الله الوایط بن
محمد بن اسمعیل الذی مات فی المدینة المنورة وهو
ابن جعفر الصادق رضی الله تعالی عنه وسبب
خروجه من المدینة الشریفة انه وقع ذات یوم
بینه ای بین عبد الله الوایط وبین الخلیفة بحث
کثیر وکلام طویل حتی غلب علی الخلیفة والزم
علیه الزاما شدیدا۔ فغضب علی عبد الله الوایط
واخرجه من المدینة الطیبة مع اولاده وقبائله

فقدم سیدنا مع عشیرته واهله الی بغداد وسکن
واقام فی موضع الواسط الذی بینه وبین البغداد
مسیرة ثلاثة ایام فاقام فیه ایاما کثیرة فبینما هم
کذالک غلب الروافض علی اهل حوالی البغداد
وکلفوهم بالرفض والبدعة القبیحة فقبل بعضهم
الرفض والبدعة الشنیعة واطاعوا فی ذالک الامیر
وکان امیر الروافض لا یقدر ان یکلف قوم
بنی الواسط لاجل استجابة دعوتهم وحرمة سیادتهم
فانشأ الامیر العذر وارسل الیهم رسولا ومعه
کتابه مضمونه ان مذهب الشیعة حق والخلافة
بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی رضی الله عنه
لا مدخل لغیره وانتم السادات العظام لم لا تعترفوا
الخلافة لجدکم علی رضی الله عنه وان اطاعتنا
واجبة علیکم قال الله تعالی واطیعوا الله واطیعوا الرسول
واولی الامر منکم فالاولی ان تعترفوا بطریقتنا

وتقبلوا مذھبنا والا فعلیکم الجزیۃ والخراج فابیٰ
بنوالوایط من الاطاعۃ وما قبلوا مذھبھم ولا من الجزیۃ
شیئاً واشتغلوا بالدعاء علیھم حتی انزل اللہ تعالیٰ
علی الروافض المذکورین الوباء والبلاء ووقع فی
قلوبھم الرعب وحصل لھم الخوف والھیبۃ۔ فندموا
وتابوا الی اللہ جمیعاً وجاؤا عندھم للمعذرۃ وان
کان باطنھم مملوًا بالمکر والخداع فقالوا لھم ادعوا
لنا حتی یدفع اللہ عنّا البلاء۔ ببرکۃ دعاءکم
وایضًا ملتمس فی خدمتکم ان بعض الناس لایقبلون
اطاعتنا لعدم اطاعتکم لنا فالانسب ان یعطی کل
واحد منکم بیضۃ من الدجاجۃ لیعلموا ان قوم بنی
الوایط اطاعوا الامیر واعطوا الخراج فقبلوا التماس
الامیر بعد المشورۃ لاجل دفع الخصومۃ والجدال
فجاء کل واحد منھم عند الامیر ببیضۃ فامر بجمع
البیض فی مکان علیحدۃ فاذا اجمعوا فقال لھم

لایجوز ان ناخذ من بنی فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
شیئًا قلیلاً کان او کثیرا وقال خذوا حقکم
من البیض وارجعوا الی مکانکم فاخذ کل
واحد منہم حقہ وقالوا للامیر انا اخذنا حقنا
من البیض ورجعوا الی مکانہم واکلوا کلہم
البیض فدخل علیہم رسول الامیر بعد ثلاثۃ ایام
فقال لہم ظہر الکذب منکم والفساد بینکم لانہ
اخذ کل واحد منکم حق غیرہ واکلتم حق
غیرکم فحصل بہذا السبب ذنبان عظیمان الاول
الکذب والثانی اکل الحرام فالان اعطوا
الجزیۃ ام اقبلوا مذہبنا فتفکر بنوالوایط فاشتغلوا
بالدعاء علیہم فما قبل اللہ تعالیٰ الدعاء منہم
لان لقبول الدعاء شرطین - اکل الحلال وصدق
المقال فبعد ذلک سلط الامیر علیہم العسکر
وامر بالظلم والایداء والاخراج ثم ھاجروا من

ذلک الموضع الی البصرة ونزلوا فیه ومات رئیس المذکورین السید عبد الرحمن فی البصرة تغشده الله بالرحمة والرضوان والمغفرة والاحسان وتلک الوفاة والهجرة والتفرقة والفتن کانت فی سنة اثنین وخمسین وسبعمائة من هجرة المصطفی صلی الله علیه وسلم ثم بعد وفاته رحمه الله تعالے هاجروا من البصرة الی سواحل بحر الهند وتوطنوا بها

ضمیمہ نشان (۷) از مآثر الامرا مولفہ نواب شہنواز خان صمصام الملک

آنانکہ نوایت را ملاحین گویند وسند از قاموس گیرند در غلط افتادہ اند گویند حجاج بن یوسف ظالم مشہور از روی عناد باستیصال اشراف و اعیان ہمت گماشتہ بسیارے از صلحا و علما را تہ تیغ بیداد گذرانید ناگزیر مردم از زہر خوفش جلائے وطن اختیار نمودہ ہر جا ماشئے یا فتند خرید ند جمعے از بنی قریش در سنہ ۱۵۲

از مدینہ طیبہ ہجرت کردہ بہ جہاز برآمدند و در سواحل بحر ہند متعلق بولایت دکن کہ موسوم بہ کوکن است فرود آمدہ توطن گزیدند و بمرورِ ایام و دہور اعوان کثرت تشعب و تفرق راہ یافتہ اماکن و مواضع آن ناحیہ را فرو گرفتند و برائے شناسائی ہر فرقہ را باندک ملابست باچیزے نسبت بآن چیز ملقب ساختند غریب لقب ہا دوین گروہ شائع است۔

ضمیمہ نشان (۸) از تاریخ طبری مصنفہ ابو جعفر طبری منقول از گلستان نسب

النایطة طایفة من قوم قریش تفرقت من البلدة المبارکة الطیبة خوفا من الحجاج بن یوسف الذی قتل خمسین الفا من العلماء والاولیاء حتی وصلت الی ساحل بحر الهند فتوطنت فی اماکن فیها وتلك التفرقة کانت سنة اثنین وخمسین ومائة من الهجرة النبویة علی صاحبها افضل الصلوة واکمل

از ذکیات الحیات و قریش اولاد نضر بن کنانہ بن مدرکۃ بن الیاس من اجداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم وھو ثانی عشر منھم۔

حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں اسی کا حوالہ دیا ہے۔ اور مولوی باقر آگاہ قدس سرہ نے اپنے تصنیف نفحۃ العنبریہ میں طبری کے قول سے بحث کی ہے (ہونٹ)

ضمیمہ نشان (۹) از گلستان نسب مصنفہ نواب قادر عظیم بہادر کرناٹکی

از روی فضل و بزرگی نسب بعد رتبہ بنی فاطمہ سوائے این طبقہ علیہ و آل حمزہ و عباس ہیچ کس ہم سر آن نیست در اکثر کتب علو مرتبہ کیفیت اکل حلال و صدق مقال و استجابت دعائے این خاندان تقدس نشان مندرج و بر السنہ خلایق مشہور این قلیل البضاعت عدیم الاستطاعت را کو یارا و طاقت کہ کمیت خامہ را در عرصہ مدح طرازی شان جولانی دہد۔ اما از استماع

فضایل آنہا ز بانی بعض بزرگان ما سلف و نسبت خود بآن خاندان
سراپا شرف نوشتن آن لازم و متحتم شد که اکثر از مردمان ولایت پیشه
بر توہین این طایفہ علیہ کمر شقاوت بستہ اند درین وقت پُر آفت
حرکت بے سکون فضل دانست کہ خفت آن زمرہ اشد ناقص و عقل
جاہل کہ اجوف از کمال اند شود رب انصف نی ہما کذبون
فواضل آن گروہ سراپا شکوہ کہ در کتب زمان ماضی داخل است
آنسا می نویسم و بہ عبارت بے تکلف و قریب الفہم ترجمہ می کنم
تا در زمان حال و استقبال بر کم استعدادان مشکل نیفتد زیراکہ
درین ایام نا فرجام مطلقاً ہمم ابناء روزگار بر تحصیل علم معروف
نیست و روز بازار بے علمی و کج فہمی بس گرم۔ بیشترے از شرفاے
عالی نسب این دیار شوق علم از خاطر محو نمودہ اند و کم پائیگان
مجہول النسب بر تحصیل آن کمر ہمت بستہ ہر و اعدآن در شرافت استعداد
و قابلیت طبل لیس فی الدار غیرنا دیّار می نوازد۔ و بہ شرفاے ا
الزام بر خود واجب می آید۔ طرفہ ماجرائی است کہ مضمون
ان ھذا لشی عجیب صادق تر می آید۔ اعنی بعضے ابناء قوم

بل آنانکہ با ہم قرابت می دارند بسبب بے موادی ازین قوم انکار می نمایند و نہایت مبتذل می دانند و می گویند کہ خودہا دران زمرہ داخل نیستند بلکہ شیخ اند و بعضے مصر بہ سیادت و بزرگان ما سلف مثل قاضی محمود و مولانا حبیب اللہ و مولانا محمد حسین مدرس شہید و امثال شان نایط نبودند پس ما یان چگونہ شدند انتہا۔ اظہار این مقولہ محض نادانی آنہا است۔ مدعائے تصویر نیست کہ عقلش نمی کند تصدیق ممد قول شان است پر ظاہر است کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلطان صنادید قریش بود و درین صورت ذات قدسی صفات آنجناب شیخ قریشی است لفظ سیادت خطا نیست کہ بعد نبوت حاصل شد سوائے بطن جناب بضعہ خیر البشر شفیعہ یوم الفزع الاکبر علیہا التحیتہ والثنا حقیقتاً ہرگز بر کسی دیگر اطلاق آن نخواہد شد اگرچہ مجازاً بر تمام آل ہاشم اطلاق سیادت می کنند۔ پس ہر کہ در اولاد اعمام و دیگر عشایر سرور کل علیہ الصلوٰۃ والسلام بود۔ یقیناً شیخ ست۔ نایط گفتن اینہا را بسبب نسبت فرزندی از وایط تیرہ حضرت جعفر طیار

رضی اللہ عنہ است بسبب کثرت استعمال دال مبدل بہ نون گردید بسبب بعد زمان و انواع تفرقہ سلسلہ نسب کہ بحضرت معلی میرسید گم شد در صورت حضور بہ نظر اہل انکار می رسانیدم تا منفعل از گفتار خود می شدند در ملفوظ عبد الفتاح کہ از مریدان جدی و قبلتی قطب بلا اشتباہ حضرت مولانا حبیب اللہ قدس سرہ و اعاد الینا فتوحہ بود مرقوم است کہ روزے آنجناب ارشاد نمودہ کہ حضرت شیخ علی المہائمی قدس سرہ دو سال تحصیل علم نمودہ بودند و اللہ تعالیٰ چنان قوت و فضیلت داد کہ تفسیر رحمانی تصنیف کردند۔ و نقل است کہ تفسیر مذکور را بر عرش عظیم دیدہ مقابلہ نمودہ کم و بیش را اصلاح کردند و از ابنار جنس ما انتہا کلامہ۔

ضمیمہ نشان (۱۰) از تحفۃ العنبریہ مصنفہ مولنا باقر آگاہ ویلوری

شرح

طاول لہ غالبہ فی الطول والارتفاع ای فاخرہ۔ آلرھط وتحرک قوم الرجل وقبیلتہ۔ ذبیان بضم الذال المعجمۃ وکسرھا وسکون الموحدۃ قبیلۃ منھم زیاد بن معاویۃ کذا فی القاموس والصحاح۔ أقول انما ھو ابو قبیلۃ وتطلق القبیلۃ علی الجد تجوزا وھذا شائع ذائع۔ وزیاد بن معاویۃ المذکور الملقب بالنابغۃ صاحب المعلقۃ من صادید الشعراء ومشاھیر الزعماء۔ نایط ایضاً قبیلۃ علی حد ما مر فی ذبیان وتجمع علی نوایط وحذفت التاء بالترخیم وھذا جائز بالاتفاق ونایطۃ جد القبیلۃ بن نضر بن کنانۃ وبقیۃ النسب الشریف معروفۃ نبغ کمنع ونصر ظھر ولان قال الشعر واجادہ ولم یکن فی ارث الشعر والباء فی بی للسببیۃ او للاستعانۃ ومعنی البیت ظاھر ومما لابد من تحریرہ فی ھذا المقام احوال النوایط۔

اعلم ان النایطة قوم من قریش یجتمعون بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فی نضر بن کنانة کانوا من جید ان المدینة زادہا اللہ تشریفا وفارقوہا زمن الحجاج بن یوسف الثقفی الذی جاروا بادوا حل قومہ دار البوار ونزلوا علی سواحل بحر الہند ذکرہ الامام ابوجعفر الطبری فی تاریخہ والامام النووی فی کتب الفقہ فی باب الفیئ والغنیمة عند تقسیم بطون القریش وقبائلہم اقول سواحل بحر الہند فی قول الطبری عبارة عن الکوکنین الکوکن العادل شاہی المضاف الی بیجاپور والکوکن النظام شاہی المضاف الی احمد نگر وکلاہما علی الالسنة مشہوران وفی الکتب المعتبرة مسطوران (الخ)۔

ضمیمۂ نشان (۱۱) از تاریخ فرشتہ مصنفہ ملا قاسم ہندو شاہ در احوال حکام ملیبار

بعد از آنکہ رفتہ رفتہ تردد مسلمانان در آن ملک بسیار شد و بسیاری از ملوک ملیبار بحلقۂ اسلام در آمدند راجہ ہاے بندر گوہ و دابل و جیول وغیرہ بطریق حکام ملیبار مسلمانے را کہ از عربستان آمدہ در سواحل دریا مسکن دادند۔ ایشان را مخاطب بہ نوایت یعنی خداوندگار نامیدند نظر بر این آتش حسد درون سینہ یہود و نصاری افروختہ کمر عداوت مسلمانان بستند تا چون ممالک دکن و گجرات مسخر پادشاہان دہلی گشت و اسلام در طرف دکن قوت گرفت مخالفان سکوت اختیار کردہ اظہار عداوت نمی توانستند نمود (الخ)

ضمیمہ (۱۲)

از کتاب الانساب

مصنّفہ قاضی ابوسعید عبدالکریم بن ابی بکر محمد سمعانی

النایتی بالنون المفتوحة بعدها یاء مکسورة منقوطة من تحتها بنقطتین وفی آخرها التاء المنقوطة باثنتین من فوقها هذه النسبة ظنی انها الی ناحیة بنواحی البصرة یقال لها نایت والمشهور بالنسبة الیها ابوالحسن عبد العزیز المودب البصری المعروف بالنایتی روی عن الفاروق بن عبد الکبیر الخطابی روی عنه ابوطاهر محمد بن احمد من الاشبانی هکذا ذکره ابوبکر الخطیب فی کتابه الموتلف

ذیل میں ضمیمہ جات ۱ تا ۱۲ کے اُردو ترجمے پیش ہیں :

ضمیمہ (۱)

از توزک والاجاہی

مصنّفہ برہان خاں ہانڈی

نوایط صیغہ جمع و مفروش۔ نایط عرب کی ایک قوم ہے۔ اس کی بابت مختلف شرحیں ہیں۔ تاریخِ طبری کے مصنّف کی تحقیق کے مطابق بنی قریش سے اس کا تعلق ہے اور تاریخِ یمینی کی تشریح یہ ہے کہ اس کا تعلق قومِ ملّاحین سے ہے۔ منتخب اللباب نے شرفائے کوفہ میں سے لکھا ہے۔ یہ قوم حجاج بن یوسف کے ظلم سے تنگ آکر ترکِ وطن پر مجبور ہوئی اور سمندری راستے سے ہندوستان کے ساحل پر پہنچی اور مرہٹ کے علاقہ میں بندرگاہ کوکن میں مقیم ہوئی اور سلاطینِ دکن کے دربار میں عزّت و عروج حاصل کیا۔

ضمیمہ (۲)

از منتخب اللباب جلد سوم

مصنّفہ خافی خاں نظام الملکی

کہتے ہیں کہ ملک عبد الملک مروانی کے عہد ۹۰ھ میں جب حجاج عرب و عجم کی حکومت پر مامور ہوا تو اس نے بنی ہاشم کے اشراف و سادات کو جہاں کہیں پایا، حیلوں بہانوں سے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس کی خون آشامی سے کسی چھوٹے بڑے، بوڑھے اور جوان کو اماں نہ تھی۔ وہ اشراف اور سادات کو قتل کر کے ان کے گھروں میں آگ لگوا دیتا تھا۔ اس کے ظلم کی آگ نے ایک دُنیا کو خاکستر کر دیا تھا۔ آلِ رسول اور اولادِ مرتضوی میں سے ایک بڑی جماعت اس ظلم و ستم سے تنگ آ کر بادلِ پریشان و چشم تر اپنے وطن اور کاروبار کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کے ساتھ چند جہازوں کے ذریعہ جزیرۂ عرب سے دکن کی بندرگاہوں کی طرف، جن میں کھمبایت، دابل، جیول، بھروچ وغیرہ مشہور تھیں، روانہ ہوئی۔ بادِ موافق و مخالف کے سرد و گرم سہتے ہوئے جب یہ جہاز

مختلف بندرگاہوں پر پہنچے تو ان علاقوں کے راجگان و زمینداران نے جنھیں اسلام کے نام سے عناد تھا، ان لوگوں کو اپنی بندرگاہوں پر اُترنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ یہ غریب الوطن اور دریانورد پریشان حال ایک نئی مصیبت سے دوچار ہوئے اور نہایت عاجزی اور زاری سے اس بات کا عہد کیا کہ اپنے دین و ایمان کا اظہار نہیں کریں گے۔ اپنے گھروں میں چھپ کر عبادت کریں گے اور ظاہری اطوار و لباس میں اس ملک کے طرز و آئین کی پابندی و پیروی کریں گے۔ اس عہد و پیمان کے بعد بالآخر انھیں ان ساحلی علاقوں میں رہنے کی اجازت ملی تو وہ بڑی احتیاط کے ساتھ کہ اذان، قرأت اور عبادات میں سے کسی چیز کی آواز بھی اس قوم کے کانوں تک نہ پہنچے، زندگی گزارتے تھے اور ہر شخص اسی قوم جیسا لباس پہنتا تھا۔ چنانچہ اکثر ساحلی علاقوں میں آج بھی ان شرفائے عرب (جنھیں قومِ عرب اور نوایط کہتے ہیں اور ان میں سے بہت حضرات عبّاس، زبیر، طلحہ اور دیگر اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد سے ہیں) کی خواتین ہندو عورتوں جیسا لباس پہنتی ہیں اور اسی طریقہ و دستور کے مطابق رہتی ہیں اور چھپ کر ہی اس معبودِ یکتا کی عبادت کرتی ہیں۔ شادی بیاہ میں بھی اسی ملک اور قوم کے دستور کے مطابق عمل کرتی ہیں۔ مکّۂ مکرّمہ اور مدینۂ منوّرہ نیز

روم، ایران و توران اور دیگر ممالکِ اسلامیہ میں بیوہ عورتوں کا نکاحِ ثانی کیا جاتا ہے بلکہ بیوہ عورتوں کے وارثان بزور اپنے اہلِ خاندان میں ان عورتوں کا نکاح کر دیتے ہیں لیکن ہندوستان میں مسلمان شرفاء یعنی اہلِ عرب و اہلِ مشایخ کی عورتیں نکاحِ ثانی کو بُرا سمجھتی ہیں اور ان کے نزدیک گویا یہ عیب ہے۔ اور اپنے اجداد کے رویّہ کو جو حکمِ خداوندی اور شرعِ مصطفوی پر مبنی ہے، شرفائے ہنود سے نسبت اور اس ملک میں طویل مُدّت سے زندگی گزارنے کے سبب فراموش کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ ہندوؤں میں جن کی تعداد بے شمار ہے پانچ قومیں مشہور ہیں۔ یعنی برہمن، کھتری و راجپوت، بنئے اور کایت (کایستھ) شرفاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں اکثر شیر خوار لڑکی کی شادی کر دی جائے اور اس کا شوہر اسی دن فوت ہو جائے تو تمام عمر اس لڑکی کی دوسری شادی نہیں کی جاتی۔ کیونکہ ہر قوم کے اشراف کو اپنے علاقے کے دیگر شرفاء سے ہم چشمی اور برابری کا خیال رہتا ہے لہٰذا مسلمان بھی اس غیرت سے کہ ہم شرفائے ہنود سے کس طرح کمتر ہو سکتے ہیں۔ بیوہ عورتوں کی دوسری شادی نہ کرنے کو عزّت شرافت اور نجابت کی نشانی سمجھتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے طریقہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اگرچہ عقلاً اور شرعاً یہ چیز قابلِ تعریف

نہیں ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی بُرائیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ تاہم اس صورتِ حال کے باوجود، ایرانیوں کے برخلاف جنھوں نے اپنا نسب ضائع کر دیا، ان لوگوں نے شرفائے عرب کی بعض خصوصیات کو برقرار رکھا ہے یعنی کُفو کا لحاظ ختم نہیں کیا ہے اور دوسری قوم میں ماسوائے سیّد کے جو صاحبِ شجرہ اور شہرت ہو، دیگر طبقہ کے لوگوں میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ نہ اپنی لڑکیاں دیتے ہیں، نہ دوسروں کی لیتے ہیں خواہ اس سلسلے میں کتنی ہی پریشانی کیوں نہ اُٹھانی پڑے، اور اس ملک کی لونڈی کو، کہ کسی مذہب میں سوائے دارالحرب کے اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی یا نیچ قوم کی عورت یا فاحشہ کو اگر گھر میں ڈال لیں تو اس سے اولاد حاصل نہیں کرتے۔ اگر ان کی قوم کا کوئی شخص ان افعال کا مرتکب ہو تو اسے اپنی برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور شادی، غمی میں بھی اس سے تعلق ترک کر لیتے ہیں اور اس سے رشتہ کرنا اپنی نسل کی خرابی تصوّر کرتے ہیں۔ دیگر بُرائیاں جیسے گھر میں گانے بجانے اور ناچنے والیوں کو بُلانا، خواجہ سراؤں کو حرم (زنان خانہ) میں آمد و رفت کی اجازت دینا، شادی کے دن گھر کے اندر عورتوں کے سامنے بہت سے لوگ کمالِ بے غیرتی سے ناچ گانا اور دیگر فواحشات اور خلافِ عقل و شرع

افعال کرتے ہیں بلکہ غرور اور نشۂ دولت کے سبب عزّت اور عیش کا سرمایہ جانتے ہیں۔ یہ قوم ان افعالِ قبیحہ سے مجتنب ہے۔ اگرچہ اس بارے میں تمام ہندوستان کے شرفاء مدّعی ہیں کہ ہمارے یہاں ایسی حرکات نہیں ہوتیں لیکن جو بات بعد تحقیق اور زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے مشاہدہ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ دولت کے نشہ اور غربت و افلاس کی انتہا میں بھی یہ قوم کفو کا لحاظ نظر انداز نہیں کرتی۔ حالانکہ ان دونوں صورتوں میں انسان حزم و احتیاط کو بھول جاتا ہے۔ یہ لوگ حُسنِ ظاہری اور دولت و ثروت کو بھی اس سلسلے میں اہمیت نہیں دیتے۔

فقط نصیر آباد اور خاندیس کے شرفائے شیخان کہ دونوں ایک ہی جد کی اولاد ہیں اور کچھ شرفائے ملکِ شرقی نے زمانے کی روش کے سبب کفو کی شرط کو چھوڑ دیا ہے۔

مختصر یہ کہ کچھ مدّت کے بعد آہستہ آہستہ سواحل بلاد دکن اور احمد آباد میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔

ضمیمہ (۳)

از وقایع سعادت

مصنّفہ محمد امین مغفور

نایط شیوخ کی ایک جماعت ہے جس کا وطن عرب ہے۔ یہ جماعت علم و فضل میں عرب میں ممتاز ہے۔ عہدِ بنو اُمیّہ میں اس جماعت کے افراد کو بہت مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ آخر حجّاج بن یوسف نے اپنے دورِ اقتدار میں اس جماعت کے بعض اکابر کو خطّۂ عرب سے نکال دیا۔ یہ حضرات بصرہ سے ہجرت کر کے دکن میں پہنچے اور علاقہ کوکن سلطنتِ نظام شاہی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس واقعہ کو اس تحریر کے زمانہ یعنی ۱۲۱۸ھ تک سات سَو سال ہو چکے ہیں۔ اسی وقت سے یہ لوگ حسبِ طبیعت کاروبار تجارت اور زراعت وغیرہ میں مصروف ہیں اور اسی پیشہ کے لحاظ سے شناسائی کے لیے ان کے لقب بھی معروف ہیں چنانچہ اسی کے مطابق ہر فرقہ میں لقب مشہور ہیں۔ دکن میں اس قوم کی کئی

پشتیں گزریں۔ یہاں تک کہ غلام علی اور ان کے چھوٹے بھائی محمد سعید (جو پالکر کے لقب سے معروف ہیں اور یہ دونوں محمود خاں کے بیٹے ہیں) کے دور تک نوبت پہنچی۔

ضمیمہ (۴)

از سبحۃ المرجان

مصنّفہ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی

نوایط (مثل ثوابت درخشاں) بلاد دکن کی ایک قوم ہے۔ میں نے فارسی کی ایک کتاب میں اس کا ترجمہ دیکھا۔ طبری نے تاریخ النایتہ میں لکھا ہے کہ یہ قوم قریش کی ایک شاخ ہے جو حجاج بن یوسف کے خوف سے جس نے ظلم وتعدّی سے پچاس ہزار علماء اور فضلا کو شہید کیا تھا۔ مدینۂ منوّرہ سے ہجرت کر کے ہندوستان کے ساحل پر پہنچی اور یہیں سکونت اختیار کی۔

ضمیمہ (۵)

از نزحت الحقایق

مصنفہ امام نوویؒ منقول از گلستان نسب

اور اگر اس قوم کے بارے میں پوچھا جائے جسے بلادِ ہند میں نایط کہتے ہیں یہ لوگ قومِ بنی ہاشم بن عبد مناف بن قصی سے ہیں۔ اس لیے یہ بنی ہاشم آلِ علی، آلِ عبّاس، آلِ حمزہ، آلِ جعفر الطیّار اور آلِ حارث بن عبدالمطلب سے ہیں۔ یہ لوگ ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر غسالۃ النّاس (لوگوں کا دھوون) حرام کیا ہے۔ پس ان پر صدقہ حرام ہوا اور اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ نفلی صدقہ جائز ہے کیونکہ اس کا جو مال ہے وہ مثلِ آب ہے اور فرض زکوٰۃ حدث کو زائل کرنے کی طرح ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایسے وقت (مصیبت و پریشانی) میں فرض بھی جائز ہو جاتا ہے اور یہ لوگ قبولیتِ دعا کے لیے مشہور تھے اور ان کا بہت اثر تھا۔ ان لوگوں نے حجاج بن یوسف کے دور میں مدینۂ منوّرہ سے ۸۲ھ میں ہجرت کی۔

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کے دورِ استیلا کے آغاز میں جبکہ اس کے حکم سے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما مع اپنے بہتّر ساتھیوں کے شہید کیے گئے اور اس کے دورِ آخر میں ۶۱ھ میں مدینۂ شریف میں قتلِ عام ہوا اور اس نے منجنیق سے سنگباری کر کے کعبۂ معظّمہ کو نقصان پہنچایا جیسا کہ مطولات میں ذکر ہے۔ ان میں سے اکثر نے قتال کیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے پچاس ہزار اشخاص کو اپنے ظلم و ستم سے شہید کروا دیا۔ بقیہ لوگ حیران و پریشان ہندوستان کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوئے اور مختلف ادنیٰ قسم کے پیشوں اور کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ ہندوستان کے باشندوں میں یہ لوگ "ملّاح" کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض اہلِ لغت جیسے مجد الدین ابی طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی مصنّف قاموس اللّغۃ نے لکھا ہے کہ نوات بحری ملّاح ہوتے ہیں۔ مصنّف کی پیدائش ۷۲۰ھ اور وفات ۸۵۸ھ کی ہے اور اس قوم کی ہجرت ۶۱ھ میں ہوئی۔ صاحب القاموس اور دیگر اہلِ لغت نے جو کچھ لکھا ہے غلط محض ہے۔ اللہ معاف فرمائے۔ حالانکہ ان لوگوں میں قبیلہ کے اشرف الاشراف یعنی سادات العظام اور مشائخ الکرام ہیں اور ان کے بعض طبقات سنّیوں کے معروف طبقات سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اللہ ان کے نیک اعمال اور اچھے اخلاق و کردار کو قائم رکھے (آمین) بقولِ حسانؓ ع

نمایاں ہے شرافت اور بزرگی آلِ ہاشم سے

مدینہ منورہ میں جو بچے ہیں وہ ان کے موالی ہیں اور عرب و عجم میں جو لوگ شرافت و نجابت کے دعویدار ہیں وہ ان سے کمتر درجے کے لوگ ہیں۔

یہی اکثر کتب تواریخ میں بالتحقیق لکھا ہے اور کتب الارباب میں بھی یہی وضاحت ہے۔ یہ لوگ احادیث کے معتبر راوی اہلِ السنّۃ والجماعۃ کے مذاہب اربعہ میں اجتہاد کرنے والے ہیں۔ یہ تاریخ الھیہ سے منقول ہے۔

ضمیمہ (۶)

از رسالہ کشف الانساب

مصنفہ مجمع الفواضل علّامہ جلال الدّین سیوطیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امّا بعد ۔ ذکر قوم نوایط کا ۔ یہ لوگ محمّد بن اسمٰعیل کے بیٹے عبداللہ الوایط کی اولاد میں سے ہیں جو جعفر الصّادق کے بیٹے ہیں ۔ ان کا انتقال مدینۂ منوّرہ میں ہوا ۔ مدینہ سے ان کے اخراج کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن ان کے یعنی عبداللہ الوایط اور خلیفہ کے درمیان شدید و طویل بحث و مباحثہ ہوا ۔ عبداللہ الوایط بحث میں خلیفہ پر غالب رہے اور اس پر انھوں نے شدید الزامات عائد کیے ۔ خلیفہ نے غضبناک ہو کر انھیں مع اولاد و قبیلہ کے مدینۂ طیبہ سے خارج کر دیا ۔ پس حضرت اپنے اعزّہ و اقارب کے ساتھ بغداد آ گئے اور وہاں سے الوایط میں مقیم ہوئے جو بغداد سے تین یوم کی مسافت پر ہے ۔ حضرت نے بہت دن وہاں قیام فرمایا ۔ اس کے بعد بغداد کے مضافات کے باشندوں پر روافض غالب ہو گئے اور سب کو رفض و بدعاتِ قبیحہ اختیار کرنے پر مجبور کیا ۔ بعض لوگوں نے رفض اور بدعات

شیعہ کو اختیار کرلیا اور اس معاملہ میں حاکم کی اطاعت کی۔ رافضی حاکم قومِ بنی الوایط کو ان کی استجابت دعا اور حرمتِ سیادت کی وجہ سے اس پر مجبور نہیں کرسکا کہ وہ لوگ بھی شیعت اختیار کرلیں۔ پس حاکم نے ایک حیلہ اختیار کیا اور ایک قاصد کو خط دے کر ان کے پاس بھیجا۔ خط میں لکھا تھا کہ البتہ مذہبِ شیعہ برحق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں دخل اندازی کا حق نہیں۔ آپ لوگ ساداتِ کرام ہیں تو پھر اپنے جدِ محترم حضرتِ علی کا حقِ خلافت کیوں نہیں مانتے۔ ہماری اطاعت آپ پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی، اس کے رسول کی اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔ پس بہتر ہے کہ آپ لوگ ہمارا مسلک اختیار کرلیں اور ہمارے مذہب میں آجائیں ورنہ آپ کو جزیہ اور خراج دینا ہوگا۔ بنو الوایط نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کردیا اور جزیہ بھی نہیں دیا۔ نہ ان کا مذہب قبول کیا۔ اور انھیں بد دعا دینے میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان روافض پر وبائیں اور بلائیں نازل کیں اور ان کے دل رعب اور خوف سے بھر گئے۔ وہ لوگ نادم ہوئے۔ اللہ سے توبہ کی اور بنو الوایط کے پاس معذرت کے لیے حاضر ہوئے لیکن ان کے دل دھوکے اور مکر

سے بھرے ہوتے تھے۔ انھوں نے بنو الوایط سے عرض کی کہ ہمارے لیے اللہ سے
دعا کیجیے تاکہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے ہمیں ان بلاؤں سے نجات دے اور
آپ کی خدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ آپ کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ابھی تک
ہماری اطاعت قبول نہیں کی ہے۔ پس مناسب ہو کہ آپ میں سے ہر ایک مرغی
کا ایک ایک انڈا ہمیں دیدے تاکہ لوگ جان لیں کہ قوم بنی الوایط امیر کی
اطاعت کرتی ہے اور خراج دیتی ہے۔ بنو الوایط نے آپس میں مشورہ کر کے
دفع شر و فساد کی غرض سے امیر کی بات مان لی اور ہر ایک ایک ایک انڈا
لے کر امیر کے پاس آیا۔ اس نے حکم دیا کہ انڈوں کو علیحدہ جگہ پر جمع کیا جائے۔
جب سب جمع ہو گئے تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں
ہے کہ ہم بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی چیز خواہ کم ہو یا زیادہ، قبول
کریں۔ اس لیے اپنا حق لے لو اور اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ پس ان سب
لوگوں نے انڈے لے لیے اور کھائے۔ تین دن کے بعد امیر کا قاصد ان کے
پاس آیا اور کہا کہ تمھارا جھوٹ اور تمھارے دین کی خرابی ظاہر ہو گئی کیونکہ تم
میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کا حق لیا اور کھا لیا۔ پس اس کی وجہ سے
تم سے دو بڑے گناہ سرزد ہوئے۔ ایک جھوٹ، دوسرا اکل حرام۔ لہٰذا اب
تم یا تو جزیہ دو یا ہمارا مذہب قبول کرو۔ بنی الوایط نے یہ مکر و فریب دیکھ کر

ان کے لیے بددعا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا قبول نہیں کی کیونکہ قبولیتِ دعا کے لیے اکل حلال اور صدق مقال شرط ہے۔ اس کے بعد امیر نے ایک فوج ان پر مسلّط کر دی اور ظلم و ستم کرنے اور شہر سے نکال دینے کا حکم دیا۔ یہ لوگ ہجرت کر کے بصرہ میں آئے اور یہاں مقیم ہو گئے۔ ان کے رئیس سیّد عبدالرحمان کی بصرہ میں وفات ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ انھیں، اپنے دامنِ رحمت و مغفرت میں چھپائے۔ (آمین) فتنۂ ہجرت اور وفات کا حادثہ ۵۲ ھ میں پیش آیا۔ ان کی وفات کے بعد بنو الوایط نے بصرہ سے ہندوستان کے ساحلی علاقوں کی طرف ہجرت کی اور وہیں آباد ہو گئے۔

ضمیمہ (۷)

از ماثر الامراء

مصنفہ نواب شہنواز خاں صمصام الملک

وہ لوگ جو نوایط کو ملاحین کہتے ہیں اور قاموس سے سند لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کہتے ہیں کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے بغض و عناد کے سبب شرفا اور معززین کو ستانے پر کمر باندھ رکھی تھی۔ متعدد علماء اور صلحا کو اس ظالم نے شہید کرا دیا۔ ناچار اس کے خوف سے لوگوں نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور جہاں کہیں پناہ اور جائے امن ملی، آباد ہو گئے۔ بنی قریش کی ایک جماعت نے ۵۲ اھ میں مدینہ سے ہجرت کی اور بحری راستے سے سفر کرتے ہوئے ہندوستان کے ساحل پر ولایت دکن میں کوکن کے مقام پر اُترے اور یہیں آباد ہو گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس جماعت کے افراد فرقوں اور قبیلوں میں بٹ کر گرد و نواح میں پھیل گئے۔ شناسائی کے لیے ہر جماعت نے تھوڑی سی مشابہت کے ساتھ کسی چیز سے نسبت اختیار کر لی۔ اس طرح یہ غریب و عجیب لقب مشہور ہو گئے۔

ضمیمہ (۸)

از تاریخِ طبری

مصنفہ ابوجعفر طبری منقول از گلستانِ نسب

نایط بنی قریش کی ایک جماعت ہے جو حجاج بن یوسف کے خوف سے جس نے پچاس ہزار علما و صلحا کو ناحق شہید کرایا تھا، مدینۂ طیبہ سے نکل گئی۔ مدینہ سے ہجرت کر کے یہ جماعت بحری راستے سے ہندوستان پہنچی اور یہیں آباد ہوگئی۔ یہ اخراج ۱۵۲ھ میں پیش آیا۔ قریش نضر بن کنانہ بن مدرکہ بن الیاس کی نسل سے ہیں جو رسول اللہ کے جد تھے۔ آنحضور کا سلسلہ بارہویں پشت میں ان سے مل جاتا ہے۔

حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان کا حوالہ دیا ہے اور مولوی باقر آگاہ قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف نفحۃ العنبریہ میں طبری کے قول سے بحث کی ہے۔ (مولف)

ضمیمہ (۹)

از گلستانِ نسب

مصنفہ نواب وقار عظیم بہادر ٹونکی

نسبی فضل اور بزرگی میں بنی فاطمہ کے سوا اور کوئی طبقہ آلِ حمزہ و عباس کے برابر نہیں ہے۔ اکثر کتابوں میں اس مقدس خاندان کے اکل حلال، صدق مقال اور استجابتِ دعا کا ذکر موجود ہے اور لوگوں میں مشہور ہے۔ مصنف ناچیز کے قلم میں کہاں طاقت ہے کہ اس خاندان کی مدح طرازی کر سکے۔ لیکن اپنے بعض بزرگوں سے اس خاندان کے جو فضائل سنے ہیں اور خود مصنف کو اس خاندان سے نسبت ہے اس لیے یہ لازم سمجھا کیونکہ اکثر غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دار لوگ اس معزز اور قابلِ احترام خاندان کی توہین پر کمر بستہ ہیں لہٰذا اس خاندان کے فضائل و مراتبِ عالیہ کا ذکر کیا جائے تاکہ ناقص العقل اور جاہل تہمت تراشوں کو خفت ہو۔ ان کے کذب و افترا سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس خاندان کے فضائل جو کتبِ ماضیہ میں منقول ہیں ان کو لکھتا ہوں اور سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں تاکہ اس زمانہ اور آئندہ

زمانہ کے کم استعداد لوگ بھی سمجھ سکیں کیونکہ اس نامسعود زمانے میں لوگ تحصیلِ علم پر زیادہ مائل نہیں ہیں۔ کم علمی اور کج فہمی کا بازار گرم ہے۔ اس شہر کے بہت سے شرفائے عالی نسب تحصیلِ علم کے شوق سے بے بہرہ ہیں۔ مجہول النسب اور کم سواد لوگ تحصیلِ علم پر کمرِ ہمت باندھے ہوتے ہیں اور ان میں کا ہر شخص قابلیت و شرافت میں یکتا ہونے کا مدعی ہے لہٰذا شرفائے بے استعداد پر خود الزام واجب ہوتا ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ بعض ابنائے قوم بلکہ وہ بھی جو آپس میں قرابت رکھتے ہیں بے علمی کے سبب اس قومی نسبت سے انکار کرتے ہیں اور اس تعلق کو برا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ شیخ ہیں اور بعضے خود کو سیّد کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف مثلاً قاضی محمود، مولانا حبیب اللہ اور مولانا محمد حسین مدرس شہید وغیرہ نایط نہیں تھے لہٰذا ہم بھی نایط کیسے ہو سکتے ہیں... یہ قول ان کی نادانی پر دلالت کرتا ہے اور ایسی بات ہے جس کی عقل تصدیق نہیں کرتی۔ ظاہر ہے جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا تعلق امرائے قریش سے تھا۔ لہٰذا ذات اقدس شیخ قریشی تھے۔ سیّد وہ خطاب ہے جو بعد نبوّت آنحضرت کو حاصل ہوا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد کے کسی اور پر اس لقب کا اطلاق نہیں ہوگا اگرچہ مجازاً تمام آلِ ہاشم کو سیّد کہا جاتا ہے۔ پس آنحضرت کے تمام چچاؤں اور دیگر قریبی اعزّہ

کی جو اولاد ہے وہ یقیناً شیخ ہے۔

اس خاندان کو نایط حضرت جعفر طیار کے پوتے وایط کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ کثرتِ استعمال سے واؤ 'نون' سے بدل گئی۔ بُعدِ زماں اور مختلف قبیلے ہو جانے کی وجہ سے آنحضرت تک تعلق کا سلسلہ معلٰی گُم ہو گیا۔ یہ بات اس لیے عرض کی ہے تاکہ وہ لوگ جو اس نسبت سے انکاری ہیں اپنے قول پر شرمسار ہوں۔

عبدالفتاح نے جو ہمارے جدِّ محترم قطب زمان حضرت مولینا حبیب اللہ قدس سرہٗ کے مُرید تھے، اپنے مرشد کے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ علی المہائمی قدس سرہٗ نے دو سال تک علم حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی فضیلت عطا کی تھی کہ انھوں نے تفسیرِ رحمانی تصنیف فرمائی اور کہتے ہیں کہ تفسیرِ مذکور کو عرشِ اعظم پر دیکھا اور مقابلہ کیا گیا اور کم و بیش کی اصلاح کی گئی۔ یہ بُزرگ بھی ہمارے ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ...

ضمیمہ (۱۰)

از نفحتہ العنبریہ

مصنفہ مولینا باقر آگاہ ویلوری

طاولت بی ساہط ذبیان بنو   نایط من صرت فیھم نا بغا

(شرح)

طاولہ:۔ طول اور ارتفاع میں سبقت کرنا، ایک دوسرے پر فخر کرنا۔ الرّہط (سکون اور حرکت کے ساتھ دونوں طرح) قبیلہ اور قوم۔ ذبیان:۔ ذال کے پیش اور "بے" کے سکون کے ساتھ۔ قبیلہ جس سے زیاد بن معاویہ تعلق رکھتے تھے۔ قاموس اور صحاح میں بھی اسی طرح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ذبیان قبیلہ کے بزرگ تھے اور قبیلہ کے بزرگ کے نام پر مجازاً قبیلہ کا نام پڑجاتا ہے اور یہ بہت مشہور بات ہے۔

زیاد بن معاویہ مذکور جن کا لقب نابغہ تھا، صاحب معلقہ تھے۔ بڑے شاعر اور مشہور سردار تھے۔ نایط قبیلہ ذبیان ہی کی ایک شاخ ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا نوایط اس کی جمع ہے۔ اور آخر کی تاء ترخیماً حذف ہوگئی جو بالاتفاق جائز ہے۔

نایط جدِ قبیلہ تھے۔ نضر بن کنانہ کے بیٹے۔ بقیہ نسب شریف معروف ہے۔ نبغ بر وزن منع نضر ظہر، جس نے شعر کہا ہو اور بہت خوب کہا ہو اور جس نے شعر وراثت میں حاصل نہ کیا ہو۔ اور ’بی‘ میں بہ سببیت کا ہے یا استعانت کا۔ اور شعر کا مطلب ظاہر ہے۔

یہاں اس تحریر سے قوم نایط کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔

نایط قوم قریش سے ہیں۔ جن کا نسب نضر بن کنانہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ یہ لوگ مدینہ کے نواح کے رہنے والے تھے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ان لوگوں نے مدینہ سے ہجرت کی۔ حجاج وہ شخص ہے جس نے اپنے ظلم و ستم سے ان لوگوں کا وہاں رہنا دشوار کر دیا تھا۔ بحری راستے سے یہ لوگ ہندوستان کے ساحل پر پہنچے۔ امام ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں اور امام نووی نے کتبِ فقہ میں باب الفئ والغنیمتہ میں قریش کے خاندان اور قبائل کی تقسیم کے ضمن میں ان کا ذکر کیا ہے۔

طبری کے قول میں سواحلِ بحرِ ہند سے مراد دونوں کوکن ہیں۔ عادل شاہی کوکن جس کا تعلق بیجاپور سے تھا اور نظام شاہی کوکن جس کا تعلق احمد نگر سے تھا۔ اور یہ دونوں مقامات مشہور اور زبانِ زد خاص و عام ہیں اور معتبر کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ (الخ)

ضمیمہ (۱۱)

از تاریخِ فرشتہ

مصنّفہ ملا قاسم ہندو شاہ دراحوال حکام ملیبار

اس کے بعد جب اس ملک میں مسلمانوں کی آمد زیادہ ہوگئی اور ملیبار کے بہت سے راجہ مسلمان ہو گئے۔ بندرگاہ گووہ، دابل، جیول وغیرہ کے راجاؤں نے ان مسلمانوں کو جو عرب سے آکران ساحلی علاقوں میں اُترے اپنے یہاں جگہ دی اور انھیں نوایت یعنی "خداوند" کے نام سے پکارا۔ یہ دیکھ کر یہود و نصاریٰ کے سینے آتشِ حسد سے بھڑک اٹھے اور انھوں نے مسلمانوں سے عداوت پر کمر باندھی۔ لیکن چونکہ دکن اور گجرات کے صوبے شاہانِ دلّی کے تحت آگئے تھے اور دکن میں اسلام پھیل چکا تھا اس لیے دشمن اظہارِ دشمنی نہیں کرسکے اور خاموشی میں ہی عافیت سمجھی . . .

ضمیمہ (۱۲)

از کتاب الانساب

مصنفہ قاضی ابوسعید عبدالکریم بن ابی بکر محمد سمعانی

النائتی نون مفتوحہ کے ساتھ اس کے بعد یاء مکسورہ جس کے نیچے دو نقطے ہیں۔ اس کے آخر میں تاء منقوطہ ہے۔ اس کے اوپر دو نقطے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بصرے کے مقامات میں سے ایک مقام کی طرف نسبت ہے جس کو نایت کہا جاتا ہے۔ اس نسبت کے ساتھ مشہور ابوالحسن علی بن عبدالعزیز المودب البصری المعروف بالنایتی ہیں۔ انھوں نے فاروق بن عبدالکبیر خطابی سے روایت کی ہے۔ اس طرح ابوبکر الخطیب نے اپنی کتاب الموتلف میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ضمیمہ (۱۳)

اقتباس از خانوادہ قاضی بدرالدّولہ مصنّفہ افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری یم۔ اے (صفحات ۲۱ تا ۲۵)

(خاندان نوایط) اپنے حسب نسب، عزّ و شرف، دینی و دنیوی وجاہت اور خصوصی رسم و رواج کے لحاظ سے خاص کر جنوبی ہند میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ نوایط جمع ہے نایط کی اور یہ لفظ ط اور ت دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ قدیم مورخین اور تذکرہ نگار ت ہی کے ساتھ لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ کی سیر المتاخرین۔ صمصام الدّولہ کی ماثر الامراء۔ خافی خاں نظام الملکی کی منتخب اللباب اور غلام علی آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان اور دوسری کتابوں میں نایت اور نایتی ہی لکھا گیا ہے۔ شیخ مجدالدین فیروز آبادی (۷۲۹ھ تا ۸۱۷ھ) نے اپنی قاموس میں نایت کے معنی ملّاح کے لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

النواتی الملاحون فی البحر الواحد نوتی

(نواتی سمندر کے کشتی ران ہیں۔ اس لفظ کا واحد نوتی ہے)

پھر اس لفظ کے ضمن میں شیخ مجد الدین نے بصرے کے ایک محدث علی بن عبدالعزیز البصری النایتی کا نام لیا ہے۔ اس کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ نائطی ملاح اور کشتی ران تھے۔ اس قوم کی علمی اور ثقافتی برتری خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ یہ پیشہ نہیں کرتے تھے۔ اس بناء پر نہ صرف علماء اہلِ نوایط بلکہ دوسرے بڑے بڑے مصنفین نے بھی ان کے ملاح ہونے سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایک شریف ترین، ادب نواز اور علم پرور قوم تھی ...

سمعانی نے الناعتی کا بھی ذکر کیا ہے جو یمن کے ایک مشہور قبیلہ ناعط کی نسبت ہے۔ مشہور عربی شاعر ابو نواس نے اس قبیلہ سے ہونے پر فخر کیا ہے اور لکھا ہے :

لست لدار عفت وغیرھا ضربان من نوءھا وحاصبھا

(میں اس گھر کا نہیں ہوں جس کو بارش اور آندھی نے مٹا دیا اور بدل دیا)

بل نحن ارباب ناعط ولنا صنعا والمسلك فی محاربھا

(بلکہ ہم ناعط والے لوگ ہیں اور ہمارے لیے صنعا ہے اور اس کی محرابوں میں مشک لگا ہوا ہے)

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عدن کے مشہور بادشاہوں کی نسل سے ہیں۔ ہم بیابان میں بدوؤں کی طرح زندگی بسر کرنے والے قبیلۂ نزار

سے نہیں ہیں[1]

مگر عام علماء اہلِ نائط کا خیال یہ ہے کہ نوایط عرب کے مشہور اور شریف ترین قبیلۂ قریش کی ایک شاخ ہیں . . . بعض اہلِ نایط اپنے آپ کو ہاشمی النّسب قرار دیتے ہیں۔ تاریخِ احمدی کے مصنّف نے اپنے والدِ ماجد قاضی بدر الدّولہ کا خیال نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ اپنے خاندان کو ہاشمی النّسب سمجھتے تھے مگر اپنے نام کے ساتھ ہاشمی یا نایطی نہیں لکھا کرتے تھے۔ البتہ ان کے والدِ ماجد مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر اپنے نام کے ساتھ نایطی ضرور لکھا کرتے تھے۔ اس خاندان میں اپنے نام کے ساتھ مولوی احمد بن قاضی بدر الدّولہ اور مولوی نصیر الدّین ہاشمی[2] کے سوا کسی نے اپنے لیے ہاشمی کا لفظ نہیں استعمال کیا۔

اہلِ نوایط کی عربستان سے ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کے متعلق

---

[1] معجم البلدان لیاقوت الحموی المتوفی ۶۲۶ھ جلد ۸ صفحہ ۲۴۰

[2] مولوی نصیر الدین ہاشمی مولوی عبد القادر رجسٹرار بلدہ حیدر آباد کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ جو قاضی بدر الدولہ کے بڑے بھائی مولوی عبد الوہاب مدار الامراء کے پوتے اور مولوی غلام محمد شرف الدولہ کے فرزند تھے۔

مختلف روایات پیش کی گئی ہیں۔ عام روایت یہی ہے کہ نوایط نے حجاج بن یوسف ثقفی اور خلیفہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں مدینہ سے بصرے کی طرف ہجرت کی اور پھر اپنے سردار سید عبدالرحمٰن نایطی کی وفات (سنہ ٧٥٢ ہجری) کے بعد بصرے سے ہندوستان کی طرف ہجرت کی۔ یہ لوگ سات یا آٹھ کشتیوں پر بیٹھ کر ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر اُتر پڑے۔ اس وقت عراق پر مشہور تاتاری بادشاہ سلطان ابوسعید خدا بندہ (سنہ ٧١٦ھ ـ سنہ ٧٣٦ھ) کے پھوپی زاد بھائی شیخ حسن بن حسین بیبقا بن ایلکان بن اباقا کی حکومت تھی جس نے سنہ ٧٣٦ھ سے سنہ ٧٥٨ھ تک حکومت کی تھی۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ تاتاری شیعہ مذہب اختیار کر چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بعض شیعہ حکمرانوں نے اس قوم پر سختی کی اور شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا تو انھوں نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور چونکہ کشتیوں میں بیٹھ کر آئے تھے اور شیخ مجدالدین فیروزآبادی نے بھی نایت کے معنی ملّاح قرار دیے اس لیے بعض لوگوں نے ان کو ملّاح اور کشتی راں قرار دیا جو صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ نایت کے مقام سے آئے تھے۔ اس لیے نایتی کہلائے مگر آگے چل کر اہلِ نوایط نے ت کو ط سے بدل کر نایطی لکھنا شروع کیا اور اب تک ط کے ساتھ ہی رائج ہے۔

اگر ہم ہندوستان کے اہلِ نوایط کی تاریخ کو تلاش کرتے ہیں تو ساتویں صدی ہجری سے پہلے کسی کا نام نہیں ملتا۔ اگر مذکورہ بالا روایت کو صحیح مانا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نوایت بھرے سے اوّل اوّل سلطان علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی کے دورِ حکومت میں آئے تھے۔ اس نے ۷۴۸ھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تھا اور دہلی کی مرکزی حکومت سے اپنا رشتہ توڑ کر بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت کرنی شروع کی تھی۔ شمالی ہند میں اس وقت سلطان محمد تغلق کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا چچیرا بھائی سلطان فیروز شاہ ۲۴ محرم ۷۵۲ھ کو تخت پر بیٹھا تھا۔

اہلِ نایط کو اوّل اوّل ہندوستان کے ہندو امراء اور حکّام کی سرد مہری سے سابقہ پڑا مگر ان لوگوں نے اپنی ذاتی قابلیت اور لیاقت اور رواداری کی بدولت بہت جلد یہاں اپنے لیے جگہ پیدا کرلی۔ نسلی اور سماجی حیثیت سے وہ دوسروں سے بالکل ممتاز تھے۔ وہ دوسروں سے اپنا رشتہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے اپنے نسلی امتیاز پر اس طرح کا فخر تھا جس طرح عرب میں قریش کے قبیلے والوں کو فخر حاصل تھا۔ علم وفضل کے لحاظ سے بھی وہ بہت ممتاز تھے۔ بہمنی سلاطین اور پھر اس کے بعد عادل شاہی اور نظام شاہی حکمرانوں نے ان کی بڑی عزت کی۔ انھیں بہت بڑے بڑے عہدے دیے اور ان کے قابل ترین افراد کو اپنا وزیر اور دیوان بنایا۔

ضمیمہ (۱۴)

اقتباس از سفرنامہ ابنِ بطوطہ

جلد دوم، باب ۹، فصل ۴

مترجمہ: خان صاحب مولوی محمد حسین ایم۔ اے

مطبوعہ: ۱۸۹۸ء

دوسرے دن صبح کو ہنور پہنچے۔ یہ شہر ایک بڑی کھاڑی پر واقع ہے جس میں جہاز جا سکتے ہیں۔ یہ سمندر سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ برسات کے موسم میں سمندر بہت چڑھتا ہے اور اس میں طوفان آتا ہے تو چار مہینہ تک کوئی شخص سوار مچھلی کے شکار کرنے کے سمندر میں نہیں جاتا۔

شہر ہنور کے باشندے شافعی مذہب کے ہیں۔ وہ دیندار اور نیک بخت اور بحری طاقت کے لیے مشہور ہیں۔ سنداپور فتح ہونے کے بعد ان کو زمانہ نے خوار کر دیا۔ اس کا ذکر میں عنقریب کروں گا۔ اس شہر کے عابدوں میں سے شیخ محمد ناگوری ہیں۔ انھوں نے میری دعوت اپنی خانقاہ میں کی۔ وہ اپنا کھانا آپ پکاتے ہیں تاکہ غلام اور لونڈی کے ناپاک ہاتھ نہ لگیں۔ فقیہہ اسمٰعیل

جو کلام اللہ پڑھاتے ہیں اس شہر میں رہتے ہیں۔ وہ نہایت پرہیزگار، خوش خلق اور فیاض ہیں۔ اس شہر کا قاضی نور الدین علی ہے۔ خطیب کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اس شہر کی عورتیں اور کل اس ساحل کی عورتیں سیا ہوا کپڑا نہیں پہنتیں بلکہ بے سیا ہوا کپڑا اوڑھتی ہیں اور چادر کے ایک آنچل سے تمام بدن لپیٹ لیتی ہیں۔ یہ عورتیں خوبصورت اور باعفت ہوتی ہیں۔ ناک میں سونے کا بلاق پہنتی ہیں اور یہ ان کی خصوصیت ہے کہ سب کی سب حافظِ قرآن ہوتی ہیں۔ اس شہر میں ۱۳ مکتبین لڑکیوں کی اور ۲۳ مکتبیں لڑکوں کی دیکھیں۔ سوائے اس شہر کے یہ بات میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ یہ لوگ فقط تجارتِ بحری سے گزارہ کرتے ہیں اور زراعت نہیں کرتے۔ مالابار کے لوگ بھی سلطان جمال الدین کو کچھ معیّن خراج دیتے ہیں کیونکہ اس کے پاس بحری طاقت بہت بڑی ہے اور چھ ہزار پیادہ اور سوار بھی رکھتا ہے۔ یہ بادشاہ جمال الدین محمد بن حسن بڑا نیک بخت ہے۔ وہ ایک ہندو راجہ کا ماتحت ہے جس کا نام ہریب ہے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کروں گا۔ سلطان جمال الدین ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اس کا دستور ہے کہ صبح ہونے تک تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اوّل وقت نماز پڑھتا ہے۔ پھر شہر کے باہر سوار ہو کر چلا جاتا ہے۔ چاشت کے وقت واپس آتا ہے۔ پہلے مسجد میں

دوگانہ پڑھ کر پھر محل میں جاتا ہے۔ ایام بیض کے روزے رکھتا ہے۔ جب میں اسکے
پاس ٹھہرا ہوا تھا تو افطار کے وقت مجھے بُلا لیتا تھا۔ فقیہہ علی اور فقیہہ اسمٰعیل
بھی موجود ہوتے تھے۔ زمین پر چار کرسیاں ڈال دیتے تھے۔ ان میں سے ایک پر
وہ خود بیٹھ جاتا تھا۔ باقی تین پر ہم تینوں۔ کھانے کی ترتیب یہ تھی کہ اوّل تانبہ
کے دسترخوان جس کو چونچہ کہتے ہیں، لاتے تھے۔ اس پر ایک طباق تانبہ کا رکھتے
ہیں۔ اس کو طالم کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک کنیز ریشمی کپڑے پہنے آتی ہے اور
کھانے کی دیگچیاں لاتی ہے اور بڑے بڑے تانبہ کے چمچے لاتی ہے۔ چاولوں کا
ایک ایک چمچ بھر کر طباق میں ڈالتی ہے۔ اس کے اوپر گھی ڈالتی ہے اور اسی
طباق میں دوسری طرف مرچوں کا اچار اور ادرک کا اچار اور لیموں کا اچار اور
آم کا اچار رکھ دیتی ہے۔ ایک ایک لقمہ کے پیچھے اچار کھاتے ہیں۔ جب یہ چاول
ہو چکتے ہیں تو دوسرا چمچہ بھر کر طباق میں ڈالتی ہے اور اس پر مُرغ کا گوشت سرکہ
میں پکا ہوا ڈالتی ہے۔ اس کے ساتھ چاول کھائے جاتے ہیں۔ جب یہ چاول
ہو چکتے ہیں تو تیسرا چمچہ ڈالتی ہے۔ اس پر مرغی کا گوشت دوسری طرح کا پکا ہوا
ڈالتی ہے۔ پھر طرح طرح کی مچھلی ہر ایک چمچہ کے ساتھ ڈالتی ہے۔ پھر سبزی گھی
میں پکی ہوئی لاتی ہے جو چاولوں کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔ جب یہ سب کھانے
ہو چکتے ہیں تو کوشان یعنی دہی یا لسّی لاتی ہے۔ اس پر کھانا ختم ہو جاتا ہے۔

جب یہ دہی لاتی ہے تو جاننا چاہیے کہ سب کھانے ختم ہو چکے۔ اس کے بعد گرم پانی پیتے ہیں کیونکہ برسات میں ٹھنڈا پانی مُضر ہوتا ہے۔ میں اس بادشاہ کے پاس دوسری دفعہ گیارہ مہینے ٹھہرا تھا اور اتنے دن تک کبھی روٹی نہیں کھائی کیونکہ ان لوگوں کی خوراک فقط چاول ہے۔ اسی طرح جب تک میں جزائر مالدیپ اور سیلون اور مالابار اور معبر میں تین برس تک رہا تو سواء چاول اور کچھ نہ کھایا۔ یہاں تک کہ میں ان کو پانی کے ساتھ نگلتا تھا ورنہ منھ میں نہیں چلتے تھے۔ یہ بادشاہ ریشم اور باریک کتان کے کپڑے پہنتا ہے اور کمر میں چادر باندھتا ہے اور دو رضائیاں ایک پر دوسری لگا کر اوڑھتا ہے اور اپنے بالوں کو گوندھا ہوا رکھتا ہے۔ اس پر چھوٹا سا عمامہ باندھتا ہے۔ جب سوار ہوتا ہے تو قباء بھی پہن لیتا ہے اور اس کے اوپر رضائی بھی اوڑھ لیتا ہے۔ اس کے آگے لوگ نقّارے اور طبل بجاتے ہیں اور بجاتے ہوئے جایا کرتے ہیں۔ اس دفعہ ہم اس کے پاس فقط تین دن ٹھہرے تھے۔ اس نے ہمیں زادِ راہ دیا۔

تقریظ

از

شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی

قدیم زمانہ مین شخصی سلطنت کے اصول نے فن تاریخ پر یہہ اثر کیا تہا کہ تاریخی تصنیفات مین جو کچہہ لکہا جاتا تہا صرف سلاطین کے واقعات اور حالات ہوتے تہے۔ ملک اور قوم کے حالات سے مطلق بحث نہین ہوتی تہی یہی سبب ہے کہ سیکڑون ہزارون تاریخون کو پڑہ کر اگر پتہ لگانا چاہو کہ اوس زمانہ کا تمدن اور تہذیب و معاشرت کیا تہی تو تمکو بالکل ناکامی ہوگی لیکن اب مغربی تہذیب کے اثر نے یہہ حالت بالکل بدل دی ہے آج سب سے زیادہ جس چیز کی تلاش ہے وہ قومی اور ملکی معاملات ہین اور موجودہ تصنیفات مین خصوصیت کے ساتہہ ان ہی باتون کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہہ انداز صرف زمانہ حال کی تاریخ مین نبہہ سکتا ہے کیونکہ قدیم ذخیرون مین یہہ سامان بہت کم موجود ہے اسلئے آج کتنی ہی کوشش اور کاوش کی جائے پوری کامیابی نہین ہوسکتی۔ ایسی حالت مین اگر کوئی مصنف غیر معمولی دیدہ ریزی سے اس قسم کے کچہہ واقعات بہم پہنچالے تو بے انتہا قدر دانی کا مستحق ہوگا ہم جس کتاب پر ریویو کر رہے ہین

اسی قسم کی ایک کامیاب تصنیف ہے ابتداء اسلام سے عرب
وعجم کے سیکڑون خاندان ہندوستان مین آکر آباد ہوے جن کے
کارنامے چہرۂ تاریخ کے خط و خال ہین ان ہی مین نوایط کا خاندان
ہے جو آج سے سیکڑون برس پہلے ہندوستان مین آیا اور بڑی
کامیابی کے ساتھہ مدراس اور دکن کے حصون مین پھولا پھلا
آج بھی یہہ خاندان امتیاز کے ساتھہ قایم ہے اور اسکی یادگارین
ان ممالک مین ہر جگہہ ایک خاص نام و نمود رکھتی ہین یہہ کتاب
اسی خاندن کے حالات مین نواب عزیز جنگ بہادر کی تصنیف ہے
اگرچہ نواب صاحب کو اس مرحلہ کے طے کرنے مین بعض قدیم
تصنیفات سے مدد ملی ہے کیونکہ خود اسی خاندان کے مصنفین
نے انساب النوایط وغیرہ کے عنوان سے ایک دو کتابین
لکھی ہین جو اس مرحلہ مین گویا چراغ راہ ہین۔ لیکن نواب صاحب
نے جس قسم کے واقعات اور حالات بہم پہونچائے ہین اون کے
لحاظ سے یہ تصنیف گویا اس باب مین پہلی تصنیف ہے کتاب کے
دیباچہ مین مضامین کی جو فہرست ہے اوس سے بہ آسانی اس

دعوی کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ یہہ ضرور ہے کہ ایسی تحقیقات کے بہم پہونچانے مین چونکہ ہر قسم کی تصنیفات کا اعتبار کرنا پڑا ہے اسلئے ایک نکتہ چین کو اعتراض کا موقع ہات آسکتا ہے مثلاً صفحہ ۲۹ مین محدث طبری کی جو عبارت نقل کی ہے وہ اصل کتاب سے ہنین بلکہ گلستان نسب اور آزاد بلگرامی کے حوالہ سے ہے اصل کتاب آج چھپ گئی ہے اور اوس مین اس عبارت کا ہمکو پتہ ہنین ملتا۔ لیکن اس قسم کے امور مین ایک مصنف اور کی رائے کا پابند ہنین ہو سکتا وہ کہہ سکتا ہے کہ جس شخص نے حوالہ دیا ہے وہ مثبت ہے اسلئے ممکن ہے کہ اوسنے طبری کی چودہ جلدون مین سے کسی موقع پر یہہ عبارت دیکھی ہو جب تک اتنے بڑے کتاب کا لفظ لفظ مطالعہ نہ کیا جائے ایک معتبر ناقل کے حوالہ کو غلط ہنین کہا جا سکتا۔

آج کل دلی اور لکھنو والون نے زبان کی پابندی کا بڑا شور وغل مچا رکھا ہے تذکیر و تانیث کے متعلق ان نخوت پرستون کی خاطر ملحوظ رکھنے مین ایک ایسے مصنف کو بہت سی مجبوریان ہین

جس کی مادری زبان دکھنی ہے۔ کسی دوسری زبان کے محاورہ
مین علم کے ذریعہ سے کیسی ہی قابلیت بہم پہونچائی جائے لیکن کسی
نہ کسی موقع پر مادری زبان کی جھلک ضرور نظر آجاتی ہے۔ مثلاً
نواب صاحب نے یادگار کو کہین مونث لکھا ہے اور کہین مذکر
لیکن دلی اور لکھنو والے اسکو عموماً مونث لکھتے ہن۔ ہمارے
خیال مین فرہنگ آصفیہ کی تحقیق نواب صاحب کے لئے کافی ہے
اسی قسم کے اور جزئیات بھی ہین لیکن ایسی چھوٹی باتین کتاب کی
قدر و قیمت کو کم نہین کر سکتین ہم بہرحال نواب صاحب کی تحقیقات
اور تدقیقات کی داد دیتے ہین اور امید کرتے ہین کہ تمام ملک
ایسی نادر تصنیف کی قدر کریگا۔

خاکسار شبلی نعمانی (شمس العلما)

ناظم سررشتہ علوم و فنون سرکار نظام و معتمد انجمن ترقی اردو

قوم پھر ہمّت سے آگے بڑھنے لگی ہے

1975 - 76

بجلی کی پیداوار میں اضافہ

- 7,97,640 لاکھ یونٹ بجلی پیدا کی گئی، پہلے کبھی اِتنی بجلی تیّار نہیں ہوئی۔ ایک دن میں 2,600 لاکھ یونٹ بجلی تیّار کرنے کا نیا ریکارڈ۔
- 25 نئے بجلی گھروں میں 1,800 میگاواٹ بجلی تیّار کی گئی۔ ان میں سے 20 بجلی گھروں میں ستمبر 1975 اور مارچ 1976 کے درمیانی عرصے میں بجلی تیّار ہوئی۔
- اس سال مزید 20,50,000 ہیکٹر رقبہ زمین کے لیے سینچائی کی سہولتیں میسّر آنے کی توقّع ہے۔
- 6,356 دیہات میں بجلی مہیّا کی گئی جس سے بجلی والے دیہات کی گنتی 1,74,079 ہوگئی۔ 1,40,000 پمپ سیٹ چالو کیے گئے۔

76/89

قوم پھر ہمّت سے آگے بڑھنے لگی ہے

1975 - 76

دیہات میں نئی زندگی

- مکان تعمیر کرنے کی 65 لاکھ سے زیادہ جگہیں الاٹ کی گئیں جن میں سے 3,68,000 تعمیر کے لیے بالکل تیار کر کے دی گئی ہیں۔ 2,46,000 مکانوں کی تعمیر کا کام پورا ہو گیا۔
- تقریباً 47,000 افراد جن سے جبری مزدوری لی جا رہی تھی، آزاد کرائے گئے ہیں۔
- زمین کی ملکیت کی حد مقرّر کرنے کے قوانین پر عملدرآمد سے 16,67,000 ایکڑ زمین فاضل قرار دی گئی جس میں سے اب تک 4,24,000 ایکڑ زمین الاٹ کی جا چکی ہے۔ اس سے تقریباً 1,80,000 افراد کو فائدہ پہنچا ہے۔
- ۱۹ دیہی بنک قائم کیے جا چکے ہیں۔ 77 - 1976 میں مزید ایسے 50 بنک قائم کرنے کی تجویز ہے۔ قرض دینے والے کچھ کوآپریٹو اداروں کو مضبوط بنانے کے اقدامات کیے گئے ہیں۔

شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولاؔ

مولّفہ

تاریخ النّوائط

کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش ہے۔

منجانب

مولانا اینڈ کمپنی پرائیویٹ لمیٹیڈ

۵۲- انگپا نائک اسٹریٹ

مدراس

نوایط برادری

کی

دینی اور دُنیوی کامیابی کے مُتمنّی

مصبّا۔ ہمبن کٹّہ۔ منگلور۔ کرناٹک